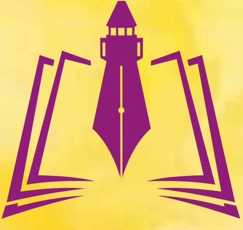
An International Urdu Magazine Globally circulated

مدیر: ذوالکفل اصغر بھٹی



دوماہی قندیل حق لندن

QINDEEL-E-HAQ

شمارہ: 27

مئی، جون 2024

A.R. Khan: +44-7886304637 E-Mail : ranarazzaq52@gmail.com

18th National Peace Symposium organised by the Ahmadiyya Muslim Community UK.





مجلس ادارت	نمبر شمار	مضامین	صفحہ





اداریہ

تکمیل اشاعت دین بذریعہ خلافتِ امام مہدی و مسیح موعودؑ اور مولویان کرام کی آہ وزاریاں

رانا عبدالرزاق خان۔لندن

مئی کا مہینہ امت دیوبندیہ اور وہابیہ یعنی مقلدین اور غیر مقلدین کے دونوں دھڑوں اور جماعت احمدیہ مسلمہ سمیت تینوں کے لئے بہت مشترکہ اہمیت رکھتا ہے۔ جی ہاں آج سے 193 سال قبل مئی ہی کے مہینے میں ہزارہ ڈویژن کے دورافتادہ پہاڑی مقام بالاکوٹ میں ایک قافلہ حریت اسلام کی سربلندی اور وطن کی آزادی کی خاطر قربان ہوگیا تھا جنہیں تاریخ شہدائے بالاکوٹ کے نام سے یاد کرتی ہے۔یعنی 6 مئی 1831۔ جب حضرت شاہ اسماعیل اور حضرت سید احمد سکھوں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔اور پھر 77 سال بعد ایک بار پھر سے اسی مئی کے مہینہ میں یعنی 26 مئی 1908 کو آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق ،مسیح موعود و مہدی مسعود اور امام آخرالزماں اپنی ''چومکھی جنگ'' مکمل کرنے کے بعد ''فتح نصیب جرنیل کی طرح'' اپنے مولا کے حضور حاضر ہوگئے تھے۔

مزید اشتراک یہ کہ دیوبندی اور وہابی اکابرین دونوں شہدائے بالاکوٹ کی اتنی ہی تحسین و تعریف کرتے ہیں جتنی جماعت احمدیہ۔اور مزید یہ کہ علمائے سوء اتنے ہی بے دریغ کفر کے فتاویٰ حضرت شاہ اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید پر لگاتے ہیں جتنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر۔ چنانچہ دیوبندی مولوی جناب مسعود عالم ندوی اس بے حسی کا نوحہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''علماء سوء اور قبر پرستوں نے مجاہدین امت پر کفر کے فتوے لگائے۔سرحد کے خوانین نے اپنے مرشد و محسن سے غداری کی۔ سید احمد شہید اور اسماعیل شہید جیسے مجاہدین امت پر کفر کے فتوے لگائیں مسلمانان ہند پر اس سے زیادہ منحوس گھڑی کوئی نہیں آئی''

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص39 و40 مصنفہ مسعود عالم ندوی ناشر مکتبہ ملیہ راولپنڈی)

دیوبندی سرخیل جناب مولوی ابوالحسن ندوی صاحب تو انہیں اس صدی کا مظلوم ہیرو قرار دیتے ہیں جن کے مقام کو پہچاننے میں امت سے بہت بھول ہوگئی ہے جبکہ جماعت احمدیہ حضرت سید احمد شہید کو ارہاص مسیح موعود کے بلند مقام پر فائز ہونے پر ایمان رکھتی ہے۔اس بنیادی تعارف کے ساتھ ہم آگے بڑھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ہر خاص و عام مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے امت کے آخری دور میں مسیح موعود و مہدی معہود کی بعثت کی بشارت دی تھی کہ بگڑی ہوئی امت کی اصلاح کے لئے مسیح علیہ السلام تشریف لائیں گے اور قوموں کی ہدایت اور راہنمائی کی غرض سے مہدی کی بعثت ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات نے فرقان حمید میں ایک طرف آنحضرت ﷺ سے تکمیل دین کا اعلان فرمایا جیسا کہ آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا { (المائدہ 4) سے ظاہر ہے اور تکمیل اشاعت دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور امام مہدی علیہ السلام کی بعثت مقرر فرمائی اور یہ بعثت درحقیقت رسول مقبول ﷺ کی ہی بعثت ثانیہ ہے۔امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ تکمیل اشاعت دین مسیح اور مہدی کے زمانہ میں مقدر ہے۔ جملہ مفسرین کے ساتھ ساتھ حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید علیہ الرحمۃ نے ایک کتاب ''منصب امامت'' کے نام سے فارسی زبان میں تحریر فرمائی تھی جس کا اردو ترجمہ گیلانی پریس لاہور نے 1949 میں شائع فرمایا تھا۔جس

میں آپ نے لکھا کہ

’’ازانجملہ بعض مواعید کا ایفاء ہے کہ حق جل وعلاء نے اپنے رسول کو ان سے موعود فرمایا پس ان میں سے بعض کا ایفاء پیغمبر ﷺ کے ہاتھ سے ہوا اور بعض کی آپ ﷺ کے نائبوں کے ہاتھ سے تکمیل ہوئی چنانچہ ارشاد ہے {هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ} (التوبہ 33 وفتح والصّف) وہ ذات پاک وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب ادیان سے ممتاز کرے۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ ظہور دین کی ابتداء پیغمبر ﷺ کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام کے ہاتھ سے ہوگی اور ایسا ہی قیصرو کسریٰ اور ان کے خزائن کی ہلاکت وتباہی کہ آنحضرت ﷺ کو اس کا وعدہ دیا گیا تھا مگر ظہور اس کا خلفائے راشدین سے واقع ہوا۔(منصب خلافت صفحہ 76) گویا ظہور دین کی تکمیل حضرت مہدی علیہ السلام کا کام ہے پھر اسی سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں

’’یہ بھی امر ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی خلافت،خلافت راشدہ سے افضل انواع سے ہوگی۔یعنی وہ خلافت منتظمہ محفوظہ سے ہوگی‘‘

(منصب خلافت صفحہ نمبر 84)

گویا کہ امام مہدی علیہ السلام کا کام تکمیل اشاعت دین ہے اور اس کے لئے ویسا ہی سلسلہ خلافت راشدہ ضروری ہے جیسا کہ رسول کریم ﷺ کی بعثت اولیٰ کے بعد قائم ہوا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ الوصیت میں تکمیل اشاعت دین کے پروگرام کو جماعت کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ’’خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔سوتم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے‘‘ (الوصیت صفحہ نمبر 7)

اس عظیم پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اول تو جماعت احمدیہ کے سامنے نظام وصیت کو پیش فرمایا تا تمام مخلص احمدی مرد اور عورتیں اپنے اموال کا کم از کم دسواں حصہ اشاعت دین میں خرچ کرتے رہیں اور نیک اور تقویٰ کی زندگی بسر کرتے ہوئے جنت کے وارث ہوں دوئم آپ نے افراد جماعت کو یہ عظیم بشارت دی کہ میرے بعد بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح جماعت کو سنبھالنے کے لئے سلسلہ خلافت کو قائم فرمائے گا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد خلافت کو قائم کیا۔فرمایا

’’پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت ﷺ کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین مرتد ہو گئے اور صحابہؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا {وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا} (النور 56)(الوصیت صفحہ نمبر 6)

پس ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن تکمیل اشاعت دین ہے اور یہی امر قرآن مجید،احادیث نبویہ،اور بزرگان امت کے اقوال سے مبرہن ہے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے جماعت احمدیہ کو نعمت خلافت سے نوازا اور 27 مئی 1908 کے تاریخی دن میں اجماعی طور پر جماعت کے پہلے خلیفہ

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ منتخب ہوئے اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے سایہ میں یہ شیریں ثمر جنت، پانچویں خلافت تک ابر رحمت کی طرح جماعت احمدیہ کے سروں پر ایستادہ ہو گیا۔آج جماعت احمدیہ اپنے پانچویں امام حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بابرکت سیادت میں دنیا کے ہر براعظم کے ہر ہر چپے تک توحید کا نعرہ مستانہ لگا رہی ہے اور یہ فتوحات اتنی غیر معمولی برکات کو سمیٹے ہوئے ہیں کہ آج جماعت کا شدید ترین مخالف بھی کہیں دبی زبان سے اور کہیں جلی زبان سے اس کا اقرار کرتے نظر آتا ہے چنانچہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو ہی دیکھ لیجئے اپنی وفات سے قبل نہ صرف اس بات کا اقرار کر گئے بلکہ وہ تو اپنی وفات سے قبل گویا کہ سراپا رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ﴿ (الحجر 3) کی تصویر و تفسیر بنے نظر آتے تھے۔آپ حسرت سے یہ اعتراف کرتے ہوئے سنے گئے کہ

’’جماعت احمدیہ کی ترقیات کا راز ان کا نظام خلافت کو مضبوطی سے پکڑ لینا ہے۔بہر حال قادیان میں نظام خلافت ہے۔اور وہ ایک امام کے پیچھے اکٹھے ہو گئے جس سے انہوں نے ایک چھوٹی سی بستی میں اسلامی ماحول پیدا کر لیا ہے اور یہ ایسا ماحول ہے کہ بڑے سے بڑا اسکالر بھی اس سے متاثر ہو رہا ہے‘‘۔اور پھر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دیکھو! اگر وہ جھوٹی خلافت پر جمع ہو کر اتنی برکات حاصل کر رہے ہیں تو سوچو کہ اگر ہم سچی خلافت بنا لیں تو ہم کیا کیا کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔بہر حال یہ ان کے دل کی حسرت ہے جو سچے مذہب کی کامیابی دیکھ کر سورہ الحجر میں بیان شدہ حقیقت کا مصداق بن جاتا ہے۔اور یہ خلافت حقہ اسلامیہ کی سچائی اتنی نصف النہار ہے کہ مخالف مولوی حسرت سے آہ و زاری تو کر رہا ہے مگر تکبر اور نخوت کے پردے سے پار دیکھنے کے لئے حوصلہ نہیں پا رہا کہ یہ سب برکات و کامیابیاں کسی انسان کی سوچ یا پلاننگ کا حصہ نہیں بلکہ آیت استخلاف میں دیئے گئے خدائی وعدوں کی چمکار ہے مگر برا ہو تعصب کی لعنت کا۔جناب مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب سے زیادہ اس دور میں کس کو جماعت احمدیہ کو نیست و نابود کرنے کی حسرت ہو گی مگر مرنے سے قبل ان کی یہ خواہش اس حسرت میں بدل گئی فرمایا

’’اب جناب محترم یہ فتنہ پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔مرزا قادیانی کا ایک الہام ہے’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘۔اب قادیانی کہتے ہیں دیکھو اس وقت اس نے کہا تھا جب اس کو کوئی نہ جانتا تھا اب دنیا کے سب کناروں تک اس کی تبلیغ پہنچ گئی ہے اور واقعی اس کی تبلیغ پہنچ گئی ہے۔ہم جزائر فجی گئے۔میں اور علامہ صاحب اکٹھے۔علامہ صاحب نے رات ساڑھے بارہ بجے گھر فون کیا اِدھر دوپہر کے بارہ بجے تھے پورے بارہ گھنٹے کا فرق ہے اور مغرب میں نائیجیریا اور غانا سیرالیون اور آخری کنارے تک قادیانی ہیں۔اور جنوبی افریقہ دنیا کا آخری کونہ کیپ ٹاون جہاں پر دنیا ختم ہو جاتی ہے وہاں قادیانی ہیں۔آگے سمندر۔‘‘

https//:youtu.be/PVOQL8GjMlg?si=SjG4pV5B9xMuUdS3

پھر مفتی تقی عثمانی صاحب کو دیکھتے ہیں۔آپ حالیہ دنوں میں ربوہ میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس میں شامل ہونے کے لئے تشریف لائے خوب جی بھر کر جماعت احمدیہ کو کوسنے دیئے اور آخر کار شاملین کو اپنے دل کو پھپھولے دکھاتے ہوئے گویا ہوئے۔

’’جب کبھی میں یورپ کے سفر پر جاتا ہوں وہاں میں دیکھتا ہوں جرمنی میں اٹلی میں،فرانس میں، برطانیہ میں اور یورپ کے دوسرے ملکوں میں اور اسی طرح آسٹریلیا میں نیوزی لینڈ میں اور فجی آئرلینڈ میں،ان کے تبلیغی مراکز قائم ہیں۔اور وہاں ان کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ہمیں چاہیئے کہ ہم ایسا لٹریچر تیار کریں،ایسے داعی تیار کریں کہ جو اُن علاقوں میں جا کر اُن کی زبان میں ان کی تردید کریں۔اور لوگوں کے ایمان کو خطرے سے بچائیں۔میں آپ حضرات سے

اپیل کرتا ہوں کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک عظیم تنظیم ہے۔اب مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ اس تنظیم کے ساتھ تعاون کریں۔اور ایسا تعاون کریں کہ جس کی بنیاد پر ہر خطے میں، ہر ملک میں ان کی شاخیں قائم ہوسکیں۔اور ان کے داعی جاسکیں۔اور ان کی زبان میں لٹریچر تیار کیا جاسکے۔‘‘

https//:youtu.be/PVOQL8GjMlg?si=SjG4pV5B9xMuUdS3

ایک طرف علماء جماعت احمدیہ کے سارے دنیا کے شرق وغرب میں پھیل جانے پر آہ وزاریاں کررہے ہیں تو اسی کے ساتھ ساتھ بہت سے علماء اپنے ہی مولوی برادری کی گھناونی حرکات پر نوحہ کناں ہیں

ہم اللہ کی نظروں سے گر گئے ہیں۔علماء کی گھناؤنی حرکات نے لوگوں کو اسلام سے دور کردیا ہے

سہارن پور(یوپی)انڈیا سے شائع ہونے والا مذہبی ماہنامہ رسالہ ’’نقوش اسلام‘‘اپنی جنوری فروری 2019 کی اشاعت میں زیر مضمون ’’ترجیح یا فتح وغلبہ‘‘ لکھتا ہے

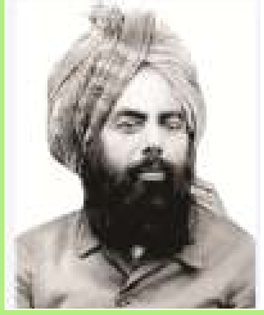
’’اس دنیا میں اتحاد واخوت کی غیر معمولی اہمیت کے باوجود اس وقت مسلمان سب سے زیادہ انتشار کا شکار اور باہم نبرد آزما ہیں۔کینہ،دشمنی،نفرت،اور ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی اور دست درازی نے ان کو اُس پروردگار کی نگاہ میں گرادیا ہے۔وہ خود اپنی نظروں میں ذلیل وخوار ہوگئے ہیں اور دنیا کی ساری قوموں کے سامنے بے آبرو اور عریاں۔اور اس پر یہ شکایت بے جا ہے کہ دنیا کی قومیں ان کے مقابلہ میں آگے بڑھ رہی ہیں۔علماء کا فرض تھا کہ اتحاد قائم کرنے کی کوشش کرتے مگر ہائے افسوس کہ خود علماء نے بہت سے غیر اہم مسئلے کھڑے کردیئے ہیں۔اُمت کو مختلف ٹکڑوں میں تقسیم کردیا ہے۔ہر گروہ کو دوسرے سے بغض و نفرت ہے اور ہر حلقہ دوسروں کی توہین وتذلیل کے لئے کوشاں۔ہم جو گندی زبان استعمال کرتے ہیں جس طرح دوسروں کی عزتوں سے کھیلتے ہیں اور جس طرح کی گھناؤنی حرکتیں کرتے ہیں۔اس نے عام پڑھے لکھے لوگوں کو علماء ہی سے نہیں بلکہ اسلام سے بدظن کردیا ہے۔ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ وہ جنگ ہے جس میں جیتنے والا ہارنے والے سے بدتر ہے اور جیتنے اور ہارنے والے دونوں گروہ مسلمانوں کی پستی وادبار اور اسلام کی بدنامی کے ذمہ دار ہیں

(ماہنامہ نقوش اسلام جنوری فروری 2019 ص 13 زیر مضمون ترجیح یا فتح وغلبہ مضمون نگار ڈاکٹر مولانا محمد اکرم ندوی آکسفورڈ یوکے)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم نظام خلافت سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو انتہائی اعلیٰ طور پر ادا کرنے والے اور اپنی اولادوں کو بھی اسی راستہ پر چلانے والے ہوں تا کہ یہ نعمت نسل درنسل منتقل ہوتی چلی جائے اور وہ سب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی فرمودہ اس بشارت سے حصہ پانے والے ہوں۔فرمایا’’ہر وہ شخص جو خلافت سے جڑا رہے گا جو اپنے ایمان اور اعمال صالحہ میں ترقی کرے گا اُسے اللہ تعالیٰ اُن انعامات کے نظارے کرائے گا جو خلافت کے ساتھ جڑے رہنے سے ہر فرد جماعت پر بھی ہونگے۔اور اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو بھی ایسے افراد عطا فرماتا رہے گا جو اخلاص ووفا میں بڑھتے چلے جانے والے ہوں گے۔جو قیام واستحکام خلافت کے لئے سردھڑ کی بازی لگادینے والے ہوں گے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ خود خلافت کی محبت سے بھردے گا‘‘

(خطاب فرمودہ خلافت جوبلی 27 مئی 2008 بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 25 جولائی تا 7 اگست 2008 صفحہ 12)

اے اللہ تعالیٰ تو ہمیں اور ہماری آئندہ نسلوں کو پیارے آقا کی اس دعا کا مظہر بنا دے اور ہمارے دلوں کو خلافت حقہ اسلامیہ کی محبت سے لبالب لبریز کردے(آمین)



دربار امام مہدی علیہ السلام سے خصوصی انتخاب

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے کئی ایک مواقع پر مولوی حضرات کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کے تفصیل سے جوابات تحریر کئے ہیں جن میں سے چند ایک قارئین قندیل حق کی خدمت میں پیش ہیں:

اور یہ کہنا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا کہیں ذکر نہیں

''یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ جس حالت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بڑا فتنہ عیسٰی پرستی کا فتنہ ٹھیرایا ہے اور اس کے لئے وعید کے طور پر یہ پیشگوئی کی ہے کہ قریب ہے کہ زمین وآسمان اس سے پھٹ جائیں اور اسی زمانہ کی نسبت طاعون اور زلزلوں وغیرہ حوادث کی پیشگوئی بھی کی ہے اور صریح طور پر فرما دیا ہے کہ آخری زمانہ میں جبکہ آسمان اور زمین میں طرح طرح کے خوفناک حوادث ظاہر ہونگے وہ عیسٰی پرستی کی شامت سے ظاہر ہونگے اور پھر دوسری طرف یہ بھی فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرآئیل:16]۔ پس اس سے مسیح موعود کی نسبت پیشگوئی کھلے کھلے طور پر قرآن شریف میں ثابت ہوتی ہے کیونکہ جو شخص غور اور ایمانداری سے قرآن شریف کو پڑھے گا اس پر ظاہر ہوگا کہ آخری زمانہ کے سخت عذابوں کے وقت جبکہ اکثر حصے زمین کے زیر وزبر کئے جائیں گے اور سخت طاعون پڑے گی اور ہر ایک پہلو سے موت کا بازار گرم ہوگا اس وقت ایک رسول کا آنا ضروری ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی اسرآئیل:16]۔ یعنی ہم کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک عذاب سے پہلے رسول نہ بھیج دیں۔ پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت میں رسول آئے ہیں جیسا کہ زمانہ کے گذشتہ واقعات سے ثابت ہے تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت میں جو آخری زمانہ کا عذاب ہے اور تمام عالم پر محیط ہونے والا ہے جس کی نسبت تمام نبیوں نے پیشگوئی کی تھی خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے۔ پس وہی رسول مسیح موعود ہے کیونکہ جب کہ اصل موجب ان عذابوں کا عیسائیت کا فتنہ ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا تو ضرور تھا کہ اس فتنہ کے مناسبِ حال اور اس کے فرو کرنے کی غرض سے رسول ظاہر ہو۔ سو اُسی رسول کو دوسرے پیرایہ میں مسیح موعود کہتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ قرآن شریف میں مسیح موعود کا ذکر ہے اور یہی ثابت کرنا ہے۔ ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ اگر قرآن شریف کی رو سے عیسائیت کے فتنہ کے وقت عذاب کا آنا ضروری ہے تو مسیح موعود کا آنا بھی ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ عذاب عیسائیت کے کمال فتنہ کے وقت آنا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پس مسیح موعود کا آنا بھی قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اسی طرح عام طور پر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم کسی قوم پر عذاب کرنا چاہتے ہیں تو ان کے دلوں میں فسق وفجور کی خواہش پیدا کر دیتے ہیں تب وہ اتباع شہوات اور بیحیائی کے کاموں میں حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں تب اس وقت ان پر عذاب نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اُمور بھی یُورپ میں کمال تک پہنچ گئے ہیں جو بالطبع عذاب کے مقتضی ہیں اور عذاب رسول کے وجود کا مقتضی ہے اور وہی رسول مسیح موعود ہے۔ پس تعجب ہے اس قوم سے جو کہتی ہے کہ مسیح موعود کا قرآن شریف میں ذکر نہیں۔ علاوہ اس کے قرآن شریف کی یہ آیت بھی کہ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ [النور:56] یہی چاہتی ہے کہ اس

امت کے لئے چودھویں صدی میں مثیل عیسٰی ظاہر ہو جیسا کہ حضرت عیسٰی حضرت موسیٰؑ سے چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے تا دونوں مثیلوں کے اوّل و آخر میں مشابہت ہو۔ اسی طرح قرآن شریف میں یہ بھی پیشگوئی ہے وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا [بنی اسرآئیل:59] یعنی کوئی ایسی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کرینگے یا اس پر شدید عذاب نازل نہ کریں گے یعنی آخری زمانہ میں ایک سخت عذاب نازل ہوگا۔ اور دوسری طرف یہ فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا [بنی اسرآئیل:16]۔ پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔

اور یہی پیشگوئی سورۂ فاتحہ میں بھی موجود ہے کیونکہ سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کا نام الضآلّین رکھا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ دنیا کے صدہا فرقوں میں ضلالت موجود ہے۔ مگر عیسائیوں کی ضلالت کمال تک پہنچ جائے گی گویا دنیا میں فرقہ ضالّہ وہی ہے اور جب کسی قوم کی ضلالت کمال تک پہنچتی ہے اور وہ اپنے گناہوں سے باز نہیں آتی تو سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ پس اس سے بھی مسیح موعود کا آنا ضروری ٹھیرتا ہے یعنی بموجب آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا

(تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 498 تا 500)

2۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تمہارے آنے سے کیا فائدہ ہوا؟

''یاد رکھو کہ میرے آنے کی دو غرضیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو غلبہ اس وقت اسلام پر دوسرے مذاہب کا ہوا ہے گویا وہ اسلام کو کھاتے جاتے ہیں اور اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچے کی طرح ہو گیا ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا میں ادیانِ باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پُر زور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں۔ اور وہ ثبوت علاوہ علمی دلائل کے انوار اور برکاتِ سماوی ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کی تائید میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ اس وقت اگر تم پادریوں کی رپورٹیں پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی مخالفت کیلئے کیا سامان کر رہے ہیں۔ اور ان کا ایک ایک پرچہ کتنی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ اسلام کا بول بالا کیا جاتا۔ پس اِس غرض کیلئے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے۔ اور مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کیلئے کسی تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں اور نہ خدا نے مجھے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو شخص اِس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہوگا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلوار اُٹھائی مَیں بہت مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ وہ تلوار محض حفاظت خود اختیاری اور دفاع کے طور پر تھی اور وہ بھی اس وقت جبکہ مخالفین اور منکرین کے مظالم حد سے گزر گئے اور بیکس مسلمانوں کے خون سے زمین سُرخ ہو چکی۔

غرض میرے آنے کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہو۔ دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں یہ صرف زبانوں پر حساب ہے۔ اس کیلئے ضرورت ہے کہ وہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے جو اسلام کا مغز اور اصل ہے۔ مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔ اب جو کچھ ہے وہ دنیا ہی کیلئے ہے۔ اور اس قدر استغراق دنیا میں ہو رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کیلئے کوئی خانہ خالی نہیں رہنے دیا۔ تجارت ہے تو دنیا کیلئے۔ عمارت ہے تو دنیا کیلئے۔ بلکہ نماز روزہ اگر ہے تو وہ بھی دنیا کیلئے۔ دنیاداروں کے

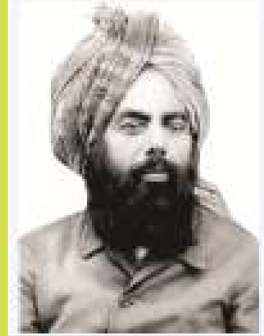
قرب کیلئے تو سب کچھ کیا جاتا ہے مگر دین کا پاس ذرہ بھی نہیں۔ اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیا اسلام کے اعتراف اور قبولیت کا اتنا ہی منشاء تھا جو سمجھ لیا گیا ہے یا وہ بلند غرض ہے۔ مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اُس سے تسلّی پاتا ہے۔

اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے کہ کیا یہ مقام اُسے حاصل ہے؟ مَیں سچ کہتا ہوں کہ تم صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہو گئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔ پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ اُن حملوں کو روکا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور رُوح پیدا کی جاوے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں جو خدا تعالیٰ کی بجائے دنیا کے بُت کو عظمت دی گئی ہے اُس کی اَمانِی اور امیدوں کو رکھا گیا ہے۔ مقدمات۔ صلح جو کچھ ہے وہ دنیا کیلئے ہے۔ اس بُت کو پاش پاش کیا جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اُن کے دلوں میں قائم ہو اور ایمان کا شجر تازہ بتازہ پھل دے۔ اس وقت درخت کی صورت ہے مگر اصل درخت نہیں کیونکہ اصل درخت کیلئے تو فرمایا۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ {إبراهيم 25) یعنی کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ کیونکر بیان کی اللہ نے مثال یعنی مثال دین کامل کی کہ وہ بات پاکیزہ درخت پاکیزہ کی مانند ہے جس کی جڑھ ثابت ہو اور جس کی شاخیں آسمان میں ہوں اور وہ ہر وقت اپنا پھل اپنے پروردگار کے حکم سے دیتا ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ سے مراد یہ ہے کہ اصول ایمانیہ اس کے ثابت اور محقق ہوں اور یقین کامل کے درجہ تک پہنچے ہوئے ہوں۔ اور وہ ہر وقت اپنا پھل دیتا رہے کسی وقت خشک درخت کی طرح نہ ہو۔ مگر بتاؤ کہ کیا اب یہ حالت ہے؟ بہت سے لوگ کہہ تو دیتے ہیں کہ ضرورت ہی کیا ہے؟ اس بیمار کی کیسی نادانی ہے جو یہ کہے کہ طبیب کی حاجت ہی کیا ہے؟ وہ اگر طبیب سے مستغنی ہے اور اس کی ضرورت نہیں سمجھتا تو اس کا نتیجہ اس کی ہلاکت کے سوا اور کیا ہوگا؟

اس وقت مسلمان اَسْلَمْنَا میں تو بے شک داخل ہیں مگر آمَنَّا کی ذیل میں نہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب ایک نور ساتھ ہو۔ غرض یہ وہ باتیں ہیں جن کیلئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے میرے معاملہ میں تکذیب کے لئے جلدی نہ کرو بلکہ خدا سے ڈرو اور توبہ کرو کیونکہ توبہ کرنے والے کی عقل تیز ہوتی ہے۔ طاعون کا نشان بہت خطرناک نشان ہے اور خدا تعالیٰ نے اِس کے متعلق مجھ پر جو کلام نازل کیا ہے وہ یہ ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (الرعد:12)۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور اس پر لعنت ہے جو خدا تعالیٰ پر افترا کرے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے ارادے کی اس وقت تبدیلی ہوگی جب دلوں کی تبدیلی ہوگی۔ پس خدا سے ڈرو اور اس کے قہر سے خوف کھاؤ۔ کوئی کسی کا ذمہ وار نہیں ہوسکتا۔ معمولی مقدمہ کسی پر ہو تو اکثر لوگ وفا نہیں کر سکتے۔ پھر آخرت میں کیا بھروسہ رکھتے ہو جس کی نسبت فرمایا۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ (عبس:35)۔

مخالفوں کا تو یہ فرض تھا کہ وہ حسن ظنّی سے کام لیتے اور وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (بنی اسرآئیل:37) پر عمل کرتے مگر انہوں نے جلد بازی سے کام لیا۔ یاد رکھو پہلی قومیں اسی طرح ہلاک ہوئیں۔ عقلمند وہ ہے جو مخالفت کر کے بھی جب اُسے معلوم ہو کہ وہ غلطی پر تھا اُسے چھوڑ دے۔ مگر یہ بات تب نصیب ہوتی ہے کہ خدا ترسی ہو۔ دراصل مردوں کا کام یہی ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔ وہی پہلوان ہے اور اُسی کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20، صفحہ 293 تا 296)



اس صدی کے سب سے بڑے عاشق قرآن یعنی

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام

کے بیان فرمودہ نادر وظائف (سیرت المہدی سے خصوصی انتخاب)

مشکلات اور زندگی کے مختلف مصائب میں پھنسے احباب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوتے، دعا کی درخواست کے ساتھ ساتھ کئی دفعہ کوئی وظیفہ بھی مقرر کرنے کی درخواست کرتے۔ آپ علیہ السلام نے کچھ مواقع پر انتہائی شفقت کرتے ہوئے کئی ایسے احباب کو قرآن کریم سے کئی ایک وظائف پڑھنے کی نصیحت عطا کی۔ ان قیمتی نصائح اور نادر وظائف میں سے کچھ انتخاب پیش خدمت ہے۔

(1){436}۔مکرمی مفتی محمد صادق صاحب نے بیان کیا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صرف ایک دفعہ روتے دیکھا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک دفعہ آپ خدام کے ساتھ سیر کے لئے تشریف لے جارہے تھے اور ان دنوں میں حاجی حبیب الرحمن صاحب حاجی پورہ والوں کے داماد قادیان آئے ہوئے تھے۔ کسی شخص نے حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور یہ قرآن شریف بہت اچھا پڑھتے ہیں۔ حضرت صاحب وہیں راستہ کے ایک طرف بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے قرآن شریف سنایا تو اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات پر میں نے بہت غور سے دیکھا مگر میں نے آپ کو روتے نہیں پایا۔ حالانکہ آپ کو مولوی صاحب کی وفات کا نہایت سخت صدمہ تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بالکل درست ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت کم روتے تھے اور آپ کو اپنے آپ پر بہت ضبط حاصل تھا اور جب کبھی آپ روتے بھی تھے تو صرف اس حد تک روتے تھے کہ آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں۔ اس سے زیادہ آپ کو روتے نہیں دیکھا گیا۔

(2){438}۔میاں فخر الدین صاحب ملتانی ثم قادیانی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب 1907ء میں حضرت بیوی صاحبہ لاہور تشریف لے گئیں تو ان کی واپسی کی اطلاع آنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کو لانے کے لئے بٹالہ تک تشریف لے گئے۔ میں نے بھی مولوی سید محمد احسن صاحب مرحوم کے واسطے سے حضرت صاحب سے آپ کے ساتھ جانے کی اجازت حاصل کی اور حضرت صاحب نے اجازت عطا فرمائی مگر مولوی صاحب سے فرمایا کہ فخر الدین سے کہہ دیں کہ اور کسی کو خبر نہ کرے اور خاموشی سے ساتھ چلا چلے، بعض اور لوگ بھی حضرت صاحب کے ساتھ ہم رکاب ہوئے۔ حضرت صاحب پالکی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے جسے آٹھ کہار باری باری اُٹھاتے تھے۔ قادیان سے نکلتے ہی حضرت صاحب نے قرآن شریف کھول کر اپنے سامنے رکھ لیا اور سورہ فاتحہ کی تلاوت شروع فرمائی اور میں غور کے ساتھ دیکھتا گیا کہ بٹالہ تک حضرت صاحب سورۃ فاتحہ ہی پڑھتے چلے گئے اور دوسرا ورق نہیں اُلٹا۔ راستہ میں ایک دفعہ نہر پر حضرت صاحب نے اتر کر پیشاب کیا اور پھر وضو کر کے پالکی میں بیٹھ گئے اور اس کے بعد پھر اسی طرح سورۃ فاتحہ کی تلاوت میں مصروف ہو گئے۔ بٹالہ پہنچ کر حضرت صاحب نے سب خدام کی معیت میں کھانا کھایا اور پھر سٹیشن پر تشریف لے گئے جب حضرت صاحب سٹیشن پر پہنچے تو گاڑی آچکی تھی اور حضرت بیوی صاحبہ گاڑی سے اُتر کر آئی ہوئی تھیں اور حضرت صاحب کو اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔ حضرت صاحب بھی بیوی صاحبہ کو دیکھتے پھرتے تھے کہ اتنے میں لوگوں کے مجمع میں حضرت بیوی صاحبہ کی نظر حضرت صاحب پر پڑ گئی اور انہوں نے ”

محمود کے ابا'' کہہ کر حضرت صاحب کو اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر حضرت صاحب نے سٹیشن پر ہی سب لوگوں کے سامنے بیوی صاحبہ کے ساتھ مصافحہ فرمایا اور ان کو ساتھ لے کر فرودگاہ پر واپس تشریف لے آئے۔

(3){448}۔مولوی محمدؐ اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے مجھ سے بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب سنوری مرحوم بیان فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے قرآن شریف سے فال لینے سے منع فرمایا ہے۔

(4){462}۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جس دن شب کو عشاء کے قریب حسین کامی سفیر روم قادیان آیا اس دن نماز مغرب کے بعد حضرت صاحب مسجد مبارک میں شاہ نشین پر احباب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ کو دوران سر کا دورہ شروع ہوا اور آپ شاہ نشین سے نیچے اتر کر فرش پر لیٹ گئے اور بعض لوگ آپ کو دبانے لگ گئے مگر حضور نے سب کو ہٹا دیا۔جب اکثر دوست وہاں سے رخصت ہو گئے تو آپ نے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم سے فرمایا کہ کچھ قرآن شریف پڑھ کر سنائیں۔مولوی صاحب مرحوم دیر تک نہایت خوش الحانی سے قرآن شریف سُناتے رہے یہاں تک کہ آپ کو اِفاقہ ہو گیا۔

(5){498}۔حافظ نور محمد صاحب ساکن فیض اللہ چک نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ہم حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور قرآن مجید کا تذکرہ تھا۔آپ نے فرمایا کہ ایک بزرگ نے اپنی تمام جائیداد لِلّٰہ تقسیم کردی۔اس پر کسی نے اس بزرگ سے کہا کہ کیا ہی اچھا ہوتا۔اگر آپ اپنے بیٹے کی لئے بھی کچھ رکھ لیتے۔تو اس بزرگ نے جواب دیا کہ مَیں اپنے بیٹے کے لئے سورۃ واقعہ چھوڑتا ہوں۔کیونکہ حدیث شریف میں فضائل قرآن میں لکھا ہے کہ جو شخص ہر روز سورۃ واقعہ ورد کے طور پر پڑھتا ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ فاقہ سے بچاتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ ایک خاص قسم کی حالت سے متعلق ہوگی ورنہ عام حالات میں اسلامی تعلیم یہ ہے کہ ورثاء کا حق مقدم ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص بیمار ہوئے تو انہوں نے اپنا سارا مال صدقہ کرنا چاہا۔مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ ورثاء کو بے سہارا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

(6){553}۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو قرآن مجید کے بڑے بڑے مسلسل حصّے یا بڑی بڑی سورتیں یاد نہ تھیں۔بے شک آپ قرآن کے جملہ مطالب پر حاوی تھے مگر حفظ کے رنگ میں قرآن شریف کا اکثر حصّہ یاد نہ تھا۔ہاں کثرتِ مطالعہ اور کثرت تدبّر سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ جب کوئی مضمون نکالنا ہوتا تو خود بتا کر حفّاظ سے پوچھا کرتے تھے کہ اس معنے کی آیت کون سی ہے یا آیت کا ایک ٹکڑا پڑھ دیتے یا فرماتے کہ جس آیت میں یہ لفظ آتا ہے وہ آیت کون سی ہے۔

(7){653}۔ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا ایک دفعہ حکیم فضل دین صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور مجھے قرآن پڑھایا کریں آپ نے فرمایا اچھا۔وہ چاشت کے قریب مسجد مبارک میں آجاتے اور حضرت صاحب ان کو قرآن مجید کا ترجمہ تھوڑا سا پڑھا دیا کرتے تھے یہ سلسلہ چندروز ہی جاری رہا پھر بند ہو گیا۔عام درس نہ تھا صرف سادہ ترجمہ پڑھاتے تھے۔یہ ابتدائی زمانہ مسیحیت کا واقعہ ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اسی طریق پر ایک دفعہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے میاں عبداللہ صاحب سنوری کو بھی کچھ حصہ قرآن شریف کا پڑھایا تھا۔

(8){1011}۔منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ حاجی ولی اللہ جو ہمارے قریبی رشتہ دار تھے اور کپورتھلہ میں سیشن جج تھے۔اُن کے ایک ماموں منشی عبدالواحد صاحب ایک زمانہ میں بٹالہ میں تحصیلدار ہوتے تھے۔منشی عبدالواحد صاحب بٹالہ سے اکثر اوقات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد حضرت مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو ملنے کے لئے جایا کرتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ اس وقت حضرت صاحب کی عمر 15/14 سال کی ہوگی اور بیان کرتے تھے کہ اس عمر میں حضرت صاحب سارا دن قرآن شریف پڑھتے رہتے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضٰی صاحب حضرت صاحب کے متعلق اکثر فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا کسی سے غرض نہیں رکھتا۔ سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔ منشی عبدالواحد صاحب قادیان بہت دفعہ آتے جاتے تھے۔ اُن کا بیان تھا کہ میں نے حضرت صاحب کو ہمیشہ قرآن شریف پڑھتے دیکھا ہے۔

(9){1419}۔ حضرت ام ناصر صاحبہ حرم اول حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ و بنت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا ہے کہ میں اور سرور سلطان بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا بشیر احمد صاحب و اہلیہ مولوی محمد علی صاحب اور اہلیہ پیر منظور محمد صاحب، حضرت مولوی صاحب خلیفہ اولؓ سے قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنے جایا کرتی تھیں اس وقت مولوی صاحب اس مکان میں رہتے تھے جہاں اب اُمّ وسیم سلمہا اللہ رہتی ہیں۔ پیر جی کی اہلیہ صاحبہ کو ماہواری تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ اور اماں جان کے سامنے سے جب ہم قرآن مجید لے کر گزریں تو حضرت اماں جان نے دریافت کیا کہ ''اس حالت میں قرآن مجید کو ہاتھ لگانا جائز ہے'' آپ نے فرمایا کہ ''جب خدا تعالیٰ نے ان دنوں میں چھٹی دے دی تو ہم کیوں نہ دیں۔ ان سے کہہ دو کہ ان دنوں میں قرآن مجید نہ پڑھیں۔''

(10){1441}۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایام مقدمات کرم دین میں حضور علیہ السلام کئی روز تک گورداسپور میں ہی رہتے تھے کیونکہ روزانہ پیشی ہوتی تھی۔ ایک مکان تحصیل کے سامنے جو تالاب ہے۔ اس کے جنوب میں کرایہ پر لیا گیا تھا۔ ایک روز حضورؑ مکان کے اوپر کے حصہ میں تھے۔ نیچے والے حصہ میں ایک شخص قرآن کریم تکلف کے لہجہ میں پڑھ رہا تھا، سن کر حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ''یہ آواز کو ہی سنوارتا رہتا ہے۔'' گویا تکلف سے قرآن کریم پڑھنے کو ناپسند فرمایا۔

غزل



ڈاکٹر عبدالکریم خالد

سج سَنور کر بھی درخشندہ نہیں لگتے مجھے	رُخ کو روشن کر کے تابندہ نہیں لگتے مجھے
ظلم ہوتا دیکھتے رہتے ہیں خاموشی سے وہ	لوگ تیرے شہر کے زندہ نہیں لگتے مجھے
پھر کہیں فریاد ہے آہ و بکا سینے میں ہے	آہ بھر لیتے ہیں افسردہ نہیں لگتے مجھے
غم کسی کا ہو انہیں اس سے غرض کوئی نہیں	میرے تیرے غم میں آزردہ نہیں لگتے مجھے
دیکھ کر گلیوں میں روتے پیٹتے بچے مگر	بجھ تو جاتے ہوں گے پژ مردہ نہیں لگتے مجھے
پارسائی کا ہے دعویٰ اور ماتھے پر نشان	بندگی اِک ڈھونگ ہے بندہ نہیں لگتے مجھے
مے کدے سے ربط بھی رکھتے ہیں لیکن واجبی	خوش نما اِک جام ہیں بادہ نہیں لگتے مجھے

کس زمانے کے ہیں یہ ان کا وطن پہچان کیا
یہ کہیں کا بھی تو باشندہ نہیں لگتے مجھے



حسن اللہ یاری اور ساحل عدیم صاحب کو حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرنے کے حوالہ سے

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کی زبان مبارک سے تحقیقی جواب

تحریر: چوہدری ارحم علی بھٹی



کسی زمانے میں مذاقاً یہ کہا جاتا تھا کہ یہ صاحب تو اپنے ہی فوجی مارنا شروع ہو گئے ہیں مگر اس ہفتہ اوپر نیچے دو وی لاگ دیکھے تو یقین کیجئے یہی سمجھ آیا کہ شائد وہ محاورہ انہی دو صاحبوں کے لئے وقت سے پہلے ایجاد کر دیا گیا تھا۔یعنی ایک تو شیعہ عالم دین جناب حسن اللہ یاری صاحب اور دوسرے سنی سکالر جناب ساحل عدیم صاحب۔رواں ہفتہ میں دونوں صاحبان نے حضرت عمر کو اپنے وی لاگ کا موضوع بنایا۔اور اپنے اپنے انداز سے حضرت عمرؓ کا قبول اسلام اور ان کی شخصیت کو بیان کیا۔دونوں کے بیان کردہ واقعہ میں بعد المشرقین ہونے کے باوجود ایک بات مشترک تھی دونوں نے ہی اپنی وی لاگ کی اٹھان اس بات پر رکھی کہ حضرت عمر کے قبول اسلام کا جو واقعہ عموماً مشہور ہے وہ غلط ہے جبکہ اصلی واقعہ لوگوں سے آج تک چھپایا گیا ہے۔وہ آج ہم آپ کو بتاتے ہیں۔چنانچہ اوّل الذکر صاحب نے بخاری کی صرف ایک حدیث نمبر 3864 لی اور اس پر بنیاد بنا کر شیعہ نکتہ نظر سے حضرت عمر کے قبول اسلام اور آپ کی بہادری کا خوب مذاق اڑایا اور بتایا کہ کہاں کی بہادری وہ تو لوگوں کے ڈر سے گھر میں چھپے بیٹھے تھے اور کانپ رہے تھے ایسے میں سورہ کوثر میں بیان شدہ دشمن رسول عاص بن وائل آیا اس نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر آپ کو پناہ دی اور تب جا کر آپ نے قبول اسلام کیا۔اور پھر وہ بار بار عاص بن وائل کو دہراتے ہیں اور یوں کچھ طنزیہ انداز میں آپؓ کی بہادری کا مذاق اڑاتے ہیں۔مگر دوسرے صاحب یعنی ساحل عدیم صاحب نے سنی نکتہ نظر سے قبول اسلام کا واقعہ بیان کیا مگر اپنے واقعہ کی بنیاد جناب مودودی صاحب کی کسی نامعلوم کتاب پر رکھی ہے مگر آغاز اسی بات سے ہی کیا کہ وہ جو مشہور عام قبول اسلام والا واقعہ کہ آپ ﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے راستہ میں کسی نے کہا کہ اپنے گھر کی تو خبر لیں اور پھر اپنی بہن کے گھر آئے ان کو مارا پیٹا مگر پھر بہن کا بہتا خون دیکھ کر نرم دل ہو گئے اور کہا اچھا چلو مجھے سناؤ جو تم پڑھ رہے تھے اور پھر قرآن سنا تو قبول اسلام کے لئے نکل پڑے وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط واقعہ ہے اصل واقعہ تمہیں میں بتاتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ آپ ایک رات گھر سے شراب پینے نکلے۔ ادھر ادھر پھر رہے تھے کہ صحن کعبہ میں دیکھا آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں۔آپ نے سوچا چلو سنوں تو صحیح کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔غلاف کعبہ کے اندر چھپ چھپ کر آپ بالکل قریب پہنچ گئے اور تلاوت سنی تو دل کی دنیا بدل گئی اور اسلام قبول کر لیا۔وہ کہتے ہیں میں نے کئی



علمائے کرام کو کہا کہ اس اصلی واقعہ کو کیوں چھپاتے ہو؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ یہ برصغیر کے شودر کنورٹڈ لوگ ہیں۔ چونکہ اس واقعہ میں شراب کا ذکر آتا تھا تو علماء اس واقعہ کو گول کر گئے۔ کہتے ہیں کہ علماء نے مجھے 35 وجوہات بتائیں کہ کیوں ہم اصلی واقعہ کی بجائے ایک گھڑا ہوا واقعہ سناتے ہیں کہ پھر اس بنیاد پر لوگ شراب نہ پینے لگ جائیں تفصیل کے لئے لنک شامل کر دیئے گئے ہیں

Hazrat Umar Ka Qabool E Islam ? | Real Story of Umar Accepting Islam | Hassan Allahyari - YouTube.Hazrat Umar Farooq RA Ka Qabool Islam | Real Story of Umar RA Accepting Islam | Sahil Adeem | 2022 - YouTube

جواب میں ہم اپنی طرف سے تو اتنا ہی کہیں گے کہ اس مینڈک نے کنویں میں لمبا ترین چکر لگا کر یہی کہا تھا کہ آخر اس سے زیادہ بڑی دنیا کیا ہوسکتی ہے نہ اللہ یاری صاحب نے کسی غار سے کوئی حنوط شدہ مخطوطہ نکالا ہے کہ ہم سمجھیں کہ شاید یہ حدیث صرف انہیں کے ہاتھ لگی ہے اور ساحل عدیم صاحب نے تو سرے سے ہی کسی حدیث مبارکہ یا کسی تاریخ وسیرۃ اسلامی کا حوالہ نہیں دیا کہیں سے ایک مجہول کتاب پڑھ کر ڈینگیں مارنا شروع کر دی ہیں۔ حد ہے ذکر ہے سیدنا فاروق اعظمؓ کا اور احتیاط نہیں ہے رتی برابر بھی۔ جبکہ حقیقت یہ کہ اس زمانے میں اسلام کی مدافع اور محافظ جماعت کے خلیفہ حضرت امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کے قبول اسلام پر تفصیل سے جماعتی موقف بہت پہلے سے دنیا کے سامنے رکھ دیا تھا اور وہ آج کے چند سطریں پڑھ کر دنیا کو بھاشن دینے والوں کو بتا چکے ہیں کہ ذرا احتیاط سے!

دیکھنا ابھی اسلام کے محافظ زندہ ہیں

آپ نے اپنے خطبہ جمعہ 7 رمئی 2021ء میں فرمایا

1) ”حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اور ان کے اسلام لانے کے بارے میں ذکر ہوا تھا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق جس طرح بیان فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ”حضرت عمرؓ اسلام کی برابر سختی سے مخالفت کرتے رہے۔“ یعنی جب تک اسلام نہیں لائے مسلسل مخالفت کر رہے تھے۔ ”ایک دن ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ اس مذہب کے بانی کا ہی کام تمام کر دیا جائے اور اس خیال کے آتے ہی انہوں نے تلوار ہاتھ میں لی اور رسول کریم ﷺ کے قتل کیلئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ راستہ میں کسی نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا محمد (ﷺ) کو مارنے کیلئے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے ہنس کر کہا اپنے گھر کی تو پہلے خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی تو اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ جھوٹ ہے۔ اس شخص نے کہا تم خود جا کر دیکھ لو۔ حضرت عمرؓ وہاں گئے۔ دروازہ بند تھا اور اندر ایک صحابیؓ قرآن کریم پڑھا رہے تھے۔ آپ نے دستک دی۔ اندر سے آپؓ کے بہنوئی کی آواز آئی۔ کون ہے؟ عمرؓ نے جواب دیا عمر۔ انہوں نے جب دیکھا کہ حضرت عمرؓ آئے ہیں اور وہ جانتے تھے کہ آپ اسلام کے شدید مخالف ہیں تو انہوں نے صحابیؓ کو جو قرآن کریم پڑھا رہے تھے کہیں چھپا دیا۔ اسی طرح قرآن کریم کے اوراق بھی کسی کونہ میں چھپا کر رکھ دیئے اور پھر دروازہ کھولا۔ حضرت عمرؓ چونکہ یہ سن کر آئے تھے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔“ یعنی ان کے بہنوئی اور بہن۔ ”اس لئے انہوں نے آتے ہی دریافت کیا کہ دروازہ کھولنے میں دیر کیوں کی ہے؟ آپ کے بہنوئی نے جواب دیا آخر دیر لگ ہی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا: یہ بات نہیں۔ کوئی خاص امر دروازہ کھولنے میں روک بنا ہے۔ مجھے آواز آ رہی تھی کہ تم اس صابی کی باتیں سن رہے تھے۔ (مشرکین مکہ رسول کریم ﷺ کو صابی کہا کرتے تھے۔) انہوں نے پردہ ڈالنے کی کوشش کی“ ان کے بہنوئی نے ”لیکن حضرت عمرؓ کو غصہ آیا اور وہ اپنے بہنوئی کو مارنے کیلئے آگے بڑھے۔ آپ کی بہن اپنے خاوند کی محبت کی وجہ سے درمیان میں آ گئیں۔ حضرت عمرؓ چونکہ ہاتھ اٹھا چکے تھے اور ان کی بہن اچانک

درمیان میں آ گئیں وہ اپنا ہاتھ روک نہ سکے اور ان کا ہاتھ زور سے ان کی ناک پر لگا‘‘ یعنی بہن کی ناک پر’’ اور اس سے خون بہنے لگا۔ حضرت عمرؓ جذباتی آدمی تھے یہ دیکھ کر کہ انہوں نے عورت پر ہاتھ اٹھایا ہے جو عرب کے طریق کے خلاف تھا اور پھر بہن پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے بات ٹلانے کیلئے کہا اچھا مجھے بتاؤ تم کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے سمجھ لیا کہ عمرؓ کے اندر نرمی کے جذبات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا جاؤ تمہارے جیسے انسان کے ہاتھ میں مَیں وہ پاک چیز دینے کیلئے تیار نہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا پھر مَیں کیا کروں؟ بہن نے کہا وہ سامنے پانی ہے نہا کر آؤ تب وہ چیز تمہارے ہاتھ میں دی جا سکتی ہے۔ حضرت عمرؓ نہائے اور واپس آئے۔ بہن نے قرآن کریم کے اوراق جو وہ سن رہے تھے آپ کے ہاتھ میں دیئے چونکہ حضرت عمرؓ کے اندر ایک تغیر پیدا ہو چکا تھا اس لئے قرآنی آیات پڑھتے ہی ان کے اندر رقت پیدا ہوئی اور جب وہ آیات ختم کر چکے تو بے اختیار انہوں نے کہا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہ الفاظ سن کر وہ صحابیؓ بھی باہر نکل آئے جو حضرت عمرؓ سے ڈر کر چھپ گئے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ رسول کریم ﷺ آج کل کہاں مقیم ہیں؟ رسول اللہ ﷺ ان دنوں مخالفت کی وجہ سے گھر بدلتے رہتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل آپؐ دارِ ارقم میں تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً اسی حالت میں جب کہ ننگی تلوار انہوں نے لٹکائی ہوئی تھی اس گھر کی طرف چل پڑے۔ بہن کے دل میں شبہ پیدا ہوا کہ شاید وہ بُری نیت سے نہ جا رہے ہوں۔ انہوں نے آگے بڑھ کر کہا خدا کی قسم! مَیں تمہیں اس وقت تک نہیں جانے دوں گی جب تک تم مجھے اطمینان نہ دلا دو کہ تم کوئی شرارت نہیں کرو گے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مَیں پکا وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں کوئی فساد نہیں کرونگا۔ حضرت عمرؓ وہاں پہنچے‘‘ یعنی اس جگہ جہاں رسول پاک ﷺ تھے’’ اور دستک دی۔ رسول کریم ﷺ اور صحابہؓ اندر بیٹھے ہوئے تھے دینی درس ہو رہا تھا۔ کسی صحابیؓ نے پوچھا کون؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا عمر! صحابہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! دروازہ نہیں کھولنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی فساد کرے۔ حضرت حمزہؓ نئے نئے ایمان لائے ہوئے تھے وہ سپاہیانہ طرز کے آدمی تھے۔ انہوں نے کہا دروازہ کھول دو۔ مَیں دیکھوں گا وہ کیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے دروازہ کھول دیا۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ عمر! تم کب تک میری مخالفت میں بڑھتے چلے جاؤ گے؟ حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! مَیں مخالفت کیلئے نہیں آیا مَیں تو آپؐ کا غلام بننے کیلئے آیا ہوں۔ وہ عمرؓ جو ایک گھنٹہ پہلے اسلام کے شدید دشمن تھے اور رسول کریم ﷺ کو مارنے کیلئے گھر سے نکلے تھے ایک آن میں اعلیٰ درجہ کے مومن بن گئے۔ حضرت عمرؓ مکہ کے رئیسوں میں سے نہیں تھے لیکن بہادری کی وجہ سے نوجوانوں پر آپ کا اچھا اثر تھا۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو صحابہؓ نے جوش میں آ کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے۔ اس کے بعد نماز کا وقت آیا اور رسول کریم ﷺ نے نماز پڑھنی چاہی تو وہی عمرؓ جو دو گھنٹے قبل گھر سے اس لئے نکلا تھا کہ رسول کریم ﷺ کو مارے۔ اس نے دوبارہ تلوار نکال لی اور کہا۔ یا رسول اللہؐ! خدا تعالیٰ کا رسول اور اس کے ماننے والے تو چھپ کر نمازیں پڑھیں اور مشرکین مکہ باہر دندناتے پھریں یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ مَیں دیکھوں گا کہ ہمیں خانہ کعبہ میں نماز ادا کرنے سے کون روکتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا یہ جذبہ تو بہت اچھا ہے لیکن ابھی حالات ایسے ہیں کہ ہمارا باہر نکلنا مناسب نہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 141 تا 143)

2) ’’حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا ہے کہ

’’ابتدائے زمانہ اسلام میں صرف دو شخص مسلمانوں میں بہادر سمجھے جاتے تھے۔ ایک حضرت عمرؓ اور دوسرے امیر حمزہؓ۔ جب یہ دونوں اسلام میں داخل ہوئے تو انہوں نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ہم گھروں میں چھپ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کریں۔ جب کعبہ پر ہمارا بھی حق ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے اس حق کو حاصل نہ کریں اور کھلے بندوں اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ جو کفار

کو فساد کے جرم سے بچانے کے لئے گھر میں نماز ادا کرلیا کرتے تھے خانہ کعبہ میں عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ کے ایک طرف حضرت عمرؓ تلوار کھینچ کر چلے جا رہے تھے اور دوسری طرف امیر حمزہؓ اور اس طرح رسول کریم ﷺ نے خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی۔''

(خطبات محمود جلد 23 صفحہ 10)

3) عاص بن وائل والا واقعہ قبول اسلام کے بعد کا ہے نہ پہلے کا

''جب حضرت عمرؓ کے اسلام کی خبر قریش میں پھیلی تو وہ سخت جوش میں آ گئے اور اسی جوش کی حالت میں انہوں نے حضرت عمرؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ باہر نکلے تو ان کے ارد گرد لوگوں کا ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا اور قریب تھا کہ بعض جوشیلے ان پر حملہ آور ہو جائیں لیکن حضرت عمرؓ بھی نہایت دلیری کے ساتھ ان کے سامنے ڈٹے رہے۔ آخر اسی حالت میں مکہ کا رئیس اعظم عاص بن وائل وہاں آ گیا اور اس ہجوم کو دیکھ کر اس نے اپنے سردارانہ انداز میں آگے بڑھ کر پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے کہا: عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس رئیس نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے کہا: تو خیر، پھر بھی اس ہنگامے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں عمرؓ کو پناہ دیتا ہوں۔ اس آواز کے سامنے عربی دستور کے مطابق لوگوں کو خاموش ہونا پڑا اور وہ آہستہ آہستہ منتشر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ چند دن تک امن میں رہے کیونکہ عاص بن وائل کی پناہ کی وجہ سے کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا تھا لیکن اس حالت کو حضرت عمرؓ کی غیرت نے زیادہ دیر تک برداشت نہ کیا۔ چنانچہ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ انہوں نے عاص بن وائل سے جا کر کہہ دیا کہ میں تمہاری پناہ سے نکلتا ہوں۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں مکہ کی گلیوں میں بس پٹتا اور پیٹتا ہی رہتا تھا۔ یعنی لڑائی جھگڑا ہی رہتا تھا مگر حضرت عمرؓ نے کبھی کسی کے سامنے آنکھ نیچی نہیں کی۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین جلد 2 از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 159)

4)۔ ساحل عدیم صاحب مودودی صاحب کا بیان فرمودہ واقعہ من گھڑت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان مبارک سے اصل واقعہ کی تفاصیل پیش ہیں

''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اس طرح فرماتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دیکھو کس قدر فائدہ پہنچا۔ ایک زمانہ میں یہ ایمان نہ لائے تھے اور چار برس کا توقف ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ خوب مصلحت سمجھتا ہے کہ اس میں کیا سرّ تھا۔ ابوجہل نے تلاش کی کہ کوئی ایسا شخص تلاش کیا جاوے جو رسول اللہؐ کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے اور شوکت رکھتے تھے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے رسول اللہؐ کے قتل کا بیڑا اٹھایا اور معاہدہ پر حضرت عمرؓ اور ابوجہل کے دستخط ہو گئے اور قرار پایا کہ اگر عمرؓ قتل کر آویں تو اس قدر روپیہ دیا جاوے۔'' فرماتے ہیں دیکھو ''اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ایک وقت رسول اللہ ﷺ کو شہید کرنے کے لئے جاتے ہیں دوسرے وقت وہی عمرؓ اسلام میں ہو کر خود شہید ہوتے ہیں۔ وہ کیا عجیب زمانہ تھا۔ غرض اس وقت یہ معاہدہ ہوا کہ میں قتل کرتا ہوں۔ اس تحریر کے بعد آپؐ کی تلاش اور تجسس میں لگے راتوں کو پھرتے تھے۔'' یعنی آپ ﷺ کی تلاش میں حضرت عمرؓ تجسس میں لگے رہتے تھے، راتوں کو پھرتے تھے ''کہ کہیں تنہا مل جاویں تو قتل کر دوں'' آپ ﷺ کو۔ ''لوگوں سے دریافت کیا کہ آپ تنہا کہاں ہوتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ نصف رات گزرنے کے بعد خانہ کعبہ میں جا کر نماز پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں آ کر چھپ رہے۔ جب تھوڑی دیر گزری تو جنگل سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہوئی معلوم ہوئی اور وہ آنحضرت ﷺ ہی کی آواز تھی۔ اس آواز کو سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ وہ ادھر ہی کو آ رہی ہے۔ حضرت عمرؓ اور بھی احتیاط کر کے چھپے اور یہ ارادہ کر لیا کہ جب سجدہ میں جائیں گے تو تلوار مار کر سر مبارک تن سے جدا کر دوں گا۔ آپؐ نے

آتے ہی نماز شروع کر دی۔ پھر اس سے آگے کے واقعات خود حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں۔'' حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ ''اس سے آگے کے واقعات حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ میں اس قدر رو رو کر دعائیں کیں کہ مجھ پر لرزہ پڑنے لگا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ سَجَدَ لَكَ رُوْحِيْ وَجَنَانِيْ۔ یعنی اے میرے مولیٰ! میری روح اور میرے دل نے بھی تجھے سجدہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کو سن سن کر جگر پاش پاش ہوتا تھا۔ آخر میرے ہاتھ سے ہیبت حق کی وجہ سے تلوار گر پڑی۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت سے سمجھ لیا کہ یہ سچا ہے اور ضرور کامیاب ہو جائے گا مگر نفس امارہ برا ہوتا ہے۔'' بار بار ابھارتا ہے۔'' جب آپؐ نماز پڑھ کر نکلے مَیں پیچھے پیچھے ہو لیا۔ پاؤں کی آہٹ جو آپؐ کو معلوم ہوئی۔ رات اندھیری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ مَیں نے کہا عمر۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! نہ تو رات کو پیچھا چھوڑتا ہے اور نہ دن کو۔ اس وقت مجھے رسول اللہؐ کی روح کی خوشبو آئی اور میری روح نے محسوس کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بددعا کریں گے۔ مَیں نے عرض کیا: یا حضرت! بددعا نہ کریں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ وقت اور وہ گھڑی میرے اسلام کی تھی۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے توفیق دی کہ میں مسلمان ہو گیا۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 180۔181)

''یہ ایک روایت ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اور ایک اَور جگہ دوسری بھی اسی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ایک وقفہ کے بعد آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ بھی یہی باتیں ہیں لیکن اس میں آخر میں ایک دو الفاظ ذرا مزید مختلف نتیجہ نکالے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو جہل کے ساتھ اسلام سے پہلے ملتے تھے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل نے منصوبہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی بطور انعام مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تلوار کو تیز کیا اور موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر حضرت عمرؓ کو پتہ ملا کہ آدھی رات کو آپؐ کعبہ میں آ کر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کعبہ میں آ کر چھپ رہے اور انہوں نے سنا کہ جنگل کی طرف سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آتی ہے اور وہ آواز قریب آتی گئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں آ داخل ہوئے اور آپؐ نے نماز پڑھی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ نے سجدہ میں اس قدر مناجات کی کہ مجھے تلوار چلانے کی جرأت نہ رہی۔ چنانچہ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ آگے چلے۔ پیچھے پیچھے مَیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی اور آپؐ نے پوچھا کون ہے؟ مَیں نے کہا کہ عمر۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ! نہ تُو دن کو میرا پیچھا چھوڑتا ہے نہ رات کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے محسوس کیا کہ آپؐ بددعا کریں گے۔ اس لیے میں نے کہا کہ حضرت آج کے بعد میں آپؐ کو ایذا نہ دوں گا۔ عربوں میں چونکہ وعدہ کا لحاظ بہت بڑا ہوتا تھا۔ اس لیے آنحضرتؐ نے یقین کر لیا مگر دراصل حضرت عمرؓ کا وقت آ پہنچا تھا۔'' یہ باتیں پچھلے حوالے سے ذرا نئی ہیں۔'' آنحضرتؐ کے دل میں گذرا کہ اس کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ چنانچہ آخر حضرت عمر مسلمان ہوئے اور پھر وہ دوستیاں وہ تعلقات جو ابوجہل اور دوسرے مخالفوں سے تھے یکلخت ٹوٹ گئے اور ان کی جگہ ایک نئی اخوت قائم ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہؓ ملے اور پھر ان پہلے تعلقات کی طرف کبھی خیال تک نہ آیا۔'' (ملفوظات جلد 3 صفحہ 340)

''ایک جگہ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کا وہی واقعہ اسی طرز پہ بیان کرتے ہوئے پھر آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔ ہلکے سے چند ایک الفاظ مختلف ہوں گے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ'' حضرت عمرؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے جانا آپ لوگوں نے سنا ہو گا۔ ابوجہل نے ایک قسم کا اشتہار قوم میں دے رکھا تھا کہ جو جناب رسالت مآب کو قتل کرے گا وہ بہت کچھ انعام و اکرام کا مستحق ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے مشرف با اسلام ہونے سے پہلے ابوجہل سے معاہدہ کیا اور قتل حضرت کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اس کو کسی عمدہ وقت کی تلاش تھی۔ دریافت پر اسے معلوم ہوا کہ حضرت نصف شب کے وقت خانہ کعبہ میں بغرض نماز

آتے ہیں۔ یہ وقت عمدہ سمجھ کر حضرت عمرؓ سر شام خانہ کعبہ میں جا چھپے۔ آدھی رات کے وقت جنگل میں سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی آواز آنا شروع ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سجدہ میں گریں تو اس وقت قتل کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے درد کے ساتھ مناجات شروع کی اور سجدہ میں اس طرح حمدِ الٰہی کا ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ کا دل پسیج گیا۔ اس کی ساری جرأت جاتی رہی اور اس کا قاتلانہ ہاتھ سست ہو گیا۔'' یہاں اس میں حضرت عمرؓ کی نرمی کو آپؑ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ''نماز ختم کر کے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر کو چلے تو ان کے پیچھے حضرت عمرؓ ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آہٹ پا کر دریافت کیا اور معلوم ہونے پر فرمایا کہ اے عمرؓ! کیا تُو میرا پیچھا نہ چھوڑے گا۔ حضرت عمرؓ بد دعا کے ڈر سے بول اٹھے کہ حضرت مَیں نے آپؐ کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا۔ میرے حق میں بد دعا نہ کیجئے گا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ وہ پہلی رات تھی جب مجھ میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔''
(ملفوظات جلد 7 صفحہ 61)

ساحل عدیم صاحب ذرا غور سے سنئے

''یہ بتانے کے لیے اب مَیں نے تین مختلف حوالے پڑھے ہیں۔ ایک جنوری 1901ء کا ہے، ایک اگست 1902ء کا، ایک جون 1904ء کا ہے یا شاید 1907ء کا ہے۔ بہرحال ان تینوں جگہوں پر رات کو خانہ کعبہ میں حملے کا ذکر آپؑ نے فرمایا ہے۔ شاید اس کے بعد پھر نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دن کو بھی نکلے ہوں گے اور وہ بہن بھائی والا واقعہ پیش آیا جس کو عام بیان کیا جاتا ہے لیکن بہرحال آپ نے تینوں دفعہ یہی فرمایا اور یہ ہوا کیونکہ نفس امارہ کا بھی آپ نے ذکر کیا۔ ہوسکتا ہے پھر ایک جوش آیا ہو اور اس وقت نکلے ہوں اور دونوں واقعات میں یہ ذکر تو بہرحال ہے چاہے وہ بہن والا واقعہ، بہن بہنوئی والا یا یہ رات کو قتل والا کہ ابوجہل کے بھڑکانے اور انعام مقرر کرنے پہ آپؓ نے، حضرت عمرؓ نے یہ ارادہ کیا تھا۔

حسن اللہ یاری صاحب غور سے سنو! خواہ مخواہ کا اللہ کے صالح لوگوں پر طعن عاقبت برباد کر دیتا ہے

''جیسا کہ ہم حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے کی زندگی میں دیکھ آئے ہیں کہ حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے مسلمانوں کے سخت خلاف تھے لیکن جب آپؓ اسلام لائے تو آپ کا اسلام قبول کرنا مسلمانوں کے لیے فتح اور تنگی سے نجات کا ذریعہ ثابت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اس وقت تک کھل کر اللہ کی عبادت نہیں کی جب تک کہ حضرت عمرؓ ایمان نہ لے آئے۔
(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ الجزء 4 صفحہ 484 ذکر عمر بن الخطاب دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

عبدالرحمٰن بن حارث بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جس رات مَیں نے اسلام اختیار کیا تو مَیں نے سوچا کہ اہلِ مکہ میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عداوت میں سب سے زیادہ کون بڑھا ہوا ہے کہ مَیں اس کے پاس جاؤں اور اس کو بتاؤں کہ مَیں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے سوچا وہ ابوجہل ہی ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ جب صبح ہوئی تو مَیں اس کے پاس گیا اور اس کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپؓ کہتے ہیں کہ ابوجہل میرے پاس آیا اور کہا: اے میرے بھانجے خوش آمدید۔ حضرت عمرؓ کو اس نے کہا کہ میرے بھانجے خوش آمدید۔ تم کس لیے آئے ہو؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ مَیں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ مَیں اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لے آیا ہوں اور مَیں نے اس کی تصدیق کی ہے جو وہ لایا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس نے دروازہ مجھ پر بند کر دیا اور کہا کہ اللہ تجھ کو اور اس چیز کو جو تُو لایا ہے برباد کرے۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 162 ذکر اسلام عمر بن خطاب دار ابن حزم بیروت 2009ء) یہ ابوجہل کے الفاظ تھے۔

2) حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میرے والد حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کیا تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ قریش میں سب سے زیادہ باتیں پھیلانے کی عادت کس شخص کو ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جمیل بن مَعْمَر جُمَحِی۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ آپؓ صبح صبح اس کے پاس چلے گئے اور مَیں

بھی آپؓ کے پیچھے پیچھے گیا اور مَیں دیکھ رہا تھا کہ آپؓ کیا کرتے ہیں اور مَیں کم عمر تو تھا لیکن جو کچھ دیکھتا تھا اس کو سمجھتا تھا۔ یہ ابنِ عمرؓ کہہ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپؓ اس کے پاس پہنچے تو اس سے کہا کہ اے جمیل! کیا تجھے معلوم ہے کہ مَیں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور دینِ محمد ﷺ میں داخل ہو چکا ہوں۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! آپؓ نے اس بات کو دہرایا نہیں تھا یعنی دوسری دفعہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی کہ وہ اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے نکل پڑا اور حضرت عمرؓ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ حضرت ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں بھی اپنے والد کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ جب وہ یعنی وہ شخص جمیل خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز سے پھر چیخا کہ اے قریش کے گروہ! اس نے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کے یہ اعلان کیا کہ اے قریش کے گروہ! اور وہ لوگ کعبہ کے گرد اپنی اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا کہ سن لو عمرؓ بن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس کے پیچھے سے یہ کہہ رہے تھے کہ اس نے جھوٹ کہا ہے۔ مَیں نے تو اسلام قبول کیا ہے۔ صابی نہیں ہوا بلکہ مَیں نے اسلام قبول کیا ہے اور اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر قریش آپؓ پر جھپٹے۔ آپؓ ان سے اور وہ آپؓ سے برابر لڑتے رہے یعنی پھر لڑائی ہوتی رہی یہاں تک کہ سورج ان کے سروں پر آ گیا۔ راوی نے کہا کہ آپ تھک گئے یعنی حضرت عمرؓ تھک گئے تو بیٹھ گئے اور لوگ آپؓ کے سر پر کھڑے ہو گئے۔ آپؓ کہہ رہے تھے تم جو چاہو کرو میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم تین سو مرد ہو گئے تو ہم اسے یعنی مکہ کو تمہارے لیے چھوڑ دیں گے یا تم اسے ہمارے لیے چھوڑ دو گے۔ یعنی پھر ہم آزادی سے ہر چیز کریں گے۔ راوی نے کہا کہ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ قریش میں سے ایک بوڑھا شخص آیا جو یمنی کپڑے کا نیا لباس اور نقش و نگار والی قمیص پہنے ہوئے تھا یہاں تک کہ وہ ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ عمر صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا کہ پھر کیا ہوا۔ ایک شخص نے اپنے لیے ایک بات اختیار کر لی ہے۔ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو عدی بن کعب اپنے آدمی کو اس طرح تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اس شخص کو چھوڑ دو۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! پھر وہ لوگ آپ سے یکدفعہ الگ ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے بیٹے ابنِ عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد سے یعنی حضرت عمرؓ سے پوچھا جبکہ انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کر لی تھی۔ بہت عرصہ بعد مدینہ ہجرت کرنے کے بعد ان سے پوچھا کہ اے میرے باپ! وہ شخص کون تھا جس نے مکہ میں آپؓ کے اسلام قبول کرنے کے دن لوگوں کو جھڑک کر آپ سے دُور کر دیا تھا جبکہ وہ آپ سے لڑ رہے تھے۔ فرمایا: اے میرے پیارے بیٹے! وہ عاص بن وائل سَہمی تھا۔ (سیرت ابن ہشام صفحہ 161 ـ 162 ذکر اسلام عمر بن خطاب دار ابن حزم بیروت 2009ء)

3)۔ بخاری میں ایک روایت یہ بھی بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ اپنے گھر میں خوفزدہ بیٹھے تھے کہ اتنے میں ابو عمرو عاص بن وائل سَہمی آیا اور وہ ایک نقش دار چادر اور ایک ریشمی حاشیہ دار قمیص پہنے ہوئے تھا اور وہ بنوسہم قبیلہ میں سے تھا جو زمانہ جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا۔ عاص نے حضرت عمرؓ سے کہا تمہارا یہ کیا حال ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا تمہاری قوم یہ خیال کرتی ہے کہ مَیں مسلمان ہو گیا تو مجھے مار ڈالیں گے۔ انہوں نے کہا کہ تم تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ جب عاص نے یہ بات کہی تو میں مطمئن ہو گیا۔ عاص چلا گیا اور لوگوں سے ملا۔ یہ حالت تھی کہ وادی مکہ ان لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ عاص نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اس خطاب کے بیٹے کی طرف جا رہے ہیں جو بے دین ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا: اس کے پاس نہیں جانا۔ یہ سن کر لوگ واپس آ گئے۔ (صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب حدیث 3864)

خوف زدہ ہونے والی روایت اور اس کا تجزیہ

’’حضرت عمرؓ کے خوفزدہ ہونے والی یہ بات جو روایت میں آتی ہے وہ صحیح نہیں لگتی۔ یہ تو حضرت عمرؓ کی طبیعت کے خلاف بات ہے۔ ہو سکتا ہے کہ

پریشانی کے آثار ہوں جسے راوی نے خوف سمجھا ہو جیسا کہ پہلے بھی ایک روایت میں آچکا ہے کہ کچھ عرصہ بعد حضرت عمرؓ نے یہ پناہ واپس بھی کر دی تھی اور اس کا ذکر آگے بھی ملے گا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کی روایات کی تشریح میں عاص بن وائل سَہمی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ لکھتے ہیں کہ

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے سے پہلے چند لوگ جو ایمان لائے تھے ان پر سختی کیے جانے کا بھی ذکر ہے اور بتایا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ بھی مسلمان ہونے پر سختی کا نشانہ بنتے اگر عاص بن وائل سہمی انہیں اپنی پناہ میں لینے کا اعلان نہ کرتا۔ عاص بن وائل قریش کے معزز ترین اشخاص میں سے تھا اور بنوسہم قبیلہ میں سے تھا۔ اس کا نسب نامہ یہ ہے۔ عاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم۔ ہجرت سے قبل بحالت کفر ہی فوت ہو گیا تھا اور حضرت عمرؓ بنوعدی خاندان میں سے تھے اور بنوعدی اور بنوسہم کے خاندان ایک دوسرے کے حلیف تھے اور اس معاہدہ اور دوستی اور مدد کی وجہ سے عاص بن وائل نے اپنا اخلاقی فرض جانا کہ حضرت عمرؓ کی مدد کریں۔ (ماخوذ از صحیح البخاری (مترجم) کتاب مناقب الانصار باب اسلام عمر بن الخطاب جلد 7 صفحہ 346۔347)

4) جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے عاص بن وائل کی پناہ کو ایک وقت میں ردّ کر دیا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں حضرت عمرؓ خود ہی بیان کرتے ہیں کہ مَیں نہیں چاہتا تھا کہ کسی مسلمان کو مار پڑتے ہوئے دیکھتا رہوں اور مجھے نہ مارا جائے۔ آپؓ کہتے ہیں کہ میں نے سوچا یہ تو کوئی بات نہیں۔ یہاں تک کہ مجھے بھی وہی تکلیف پہنچے جو دوسرے مسلمانوں کو پہنچ رہی ہے۔ آپؓ کہتے ہیں میں اس وقت تک رکا رہا یہاں تک کہ وہ لوگ کعبہ میں اکٹھے ہوئے۔ مَیں اپنے ماموں عاص بن وائل کے پاس گیا۔ مَیں نے کہا میری بات سنیں اس نے کہا مَیں کیا بات سنوں۔ آپؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ آپ کی پناہ آپ کو واپس لوٹاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اے میرے بھانجے ایسا نہ کر۔ میں نے کہا: بس ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا: جیسے تمہاری مرضی۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے پناہ واپس لوٹا دی تو اس کے بعد بس مَیں مار کھاتا اور مارتا ہی رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت عطا کی۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 141 عمر بن الخطابؓ دار الکتب العلمیۃ 2003)

محمد بن عبید بیان کرتے ہیں کہ مجھے یاد ہے ہم بیت اللہ میں نماز ادا نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کر لیا۔ جب حضرت عمرؓ اسلام لے آئے تو آپؓ نے ان کفار سے لڑائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور ہم نماز ادا کرنے لگے۔
(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 143 اسلام عمرؓ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہم عزت سے ہی رہے۔
(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی باب حضرت عمرؓ حدیث 3684)

جو بعد کی سختیاں تھیں سختیاں تو وہی جاری رہی ہیں لیکن پہلی سختیوں کے مقابلے میں یہ لوگ ان سختیوں کو سختیاں نہیں سمجھتے تھے حالانکہ تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی سختیاں جھیلنی پڑیں۔ حضرت عبداللہ بن ہشامؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپؐ حضرت عمر بن خطابؓ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میرے نفس کے۔ نبی کریم ﷺ نے آپ سے فرمایا: نہیں۔ اس کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تمہارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک مَیں تمہارے نفس سے زیادہ تمہیں محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! اب آپؐ مجھے میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہاں اب ہے عمرؓ، اب ہے عمرؓ۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان والنذور باب کیف کانت یمین النبی ﷺ۔ حدیث 6632) یعنی اب ٹھیک ہے۔ یہ ہے ایمان کی حالت۔'' (الفضل انٹرنیشنل 21 تا 31 مئی 2021ء صفحہ 10 تا 15)



مجاہدِ دکن حضرت سُلطان فتح علی ٹیپو

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں

تحریر۔عمانویل صفدر آبادی



انگریزوں نے اپنی پہلی تجارتی کوٹھی سورت میں 1612 میں کھولی۔اس کے بعد بھڑوچ اور احمد آباد میں کرائے کے گودام لے کر تجارت کا آغاز کیا۔1687 میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے اپنی نو آبادیوں میں خودمختاری اختیار کرتے ہوئے وہاں قلعے بنوائے۔ سکے جاری کئے اور ساتھ ہی مقامی لوگوں کو بھرتی کر کے فوج رکھنا شروع کر دی۔1746 یہ وہ اہم سال ہے جب برصغیر کی ہی سرزمین پر دو غیر ملکی حملہ آور اپنا اپنا جھنڈا لہرانے کے لیے باہم دست وگریباں تھے فرانسیسی برصغیر کو اپنی نو آبادیات میں شامل کرنا چاہتا تھا اور برطانیہ اپنی۔1750 میں کلائیو نے مدراس کے گورنر کی اجازت سے فرانسیسی فوج سے ٹکر لی۔اور ارکاٹ کا میدان جیت کر ایسٹ انڈیا کمپنی کے قدموں کو برصغیر میں گاڑ دیا۔یہ کمپنی 1756ء میں پلاسی کے میدان میں نواب سراج الدولہ کو شکست دے کر بنگال کی حکمران بن گئی۔ جنگ سے قبل انگریزوں نے نواب سراج الدولہ کے پھوپھا میر جعفر کو جو اس کی فوجوں کے تہائی حصہ کے کمانڈر تھے ساتھ ملا لیا۔چنانچہ وہ جنگ کے وقت تہائی فوج کو لے کر کھڑا تماشہ دیکھتا رہا۔اسی دوران ان غداروں نے نواب صاحب کو میر قاسم کے ساتھ پکڑ کر بے دردی سے شہید کر دیا۔یوں پلاسی کے میدان میں انگریز جنگ جیت کر بنگال کی سرزمین پر قابض ہو گئے۔

انگریز بنگال پر قبضہ کرکے میسور کی طرف بڑھے۔میسور کے نواب حیدر علی کی سلطنت خداداد تھی اور اس کے ولی عہد ٹیپو سلطان تھے جو 1775 میں پیدا ہوئے تھے۔اسلامی ہند کی تاریخ میں مجاہدِ دکن، غازیٔ اسلام، شہیدِ ملّت حضرت سلطان فتح علی ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ ونور اللہ مرقدہ کا نام نامی واسمِ گرامی کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا یہ واحد غیّور مسلم بادشاہ تھا جس نے ہندوستان میں انگریزوں کی بڑھتی ہوئی طاقت وقوّت کے ہولناک اثرات ونتائج کا صحیح اندازہ لگا کر عالَمِ اسلام کو متحد ہونے کی دردمندانہ اپیل کی مگر افسوس کہ یہ آواز صدا بصحراء ثابت ہوئی اور یہ بہادر بادشاہ بالآخر سرنگا پٹم (میسور) کے قلعہ میں انگریزوں کے خلاف لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ یہ 4 مئی 1799 کا دن تھا۔سلطان دست بدست لڑائی میں دادِ شجاعت دے رہا تھا کہ اس کے دل کے قریب ایک گولی لگی جس سے وہ زخمی ہو کر گر گیا اور خاک وخون میں تڑپتے ہوئے اسلام کے اس بطلِ جلیل کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

انگریز گورنر جنرل لارڈ ولزلی نے مراٹھوں اور مسلمان نواب نظام آف دکن کو ساتھ ملا لیا۔اس طرح ان تینوں نے مل کر میسور کے مزید غداروں کو بھی ساتھ ملا کر ایک مضبوط طاقت جمع کر لی۔اور یوں 4 مئی 1799 کو دارالسلطنت سری رنگا پٹنم میں ٹیپو سلطان کو شہید کر کے ریاست میسور پر قبضہ کر لیا۔سلطان کو غداروں کے بارے میں پتہ چل چکا تھا اس نے جنگ پر جاتے ہوئے ہندوستانیوں اور خاص کر مسلمان غداروں کو مخاطب کر کے یہ تاریخی الفاظ کہے تھے۔

’’اس غداری کا نتیجہ تمہیں اس وقت معلوم ہوگا جب تم اور تمہاری آئندہ نسلیں اسی ملک میں محتاج ہو کر دانے دانے کو ترسیں گی ‘‘

ٹیپوسلطان کی مغل شہنشاہ شاہ عالم اور نظام آف دکن سمیت سلطنت قسطنطنیہ۔افغانستان۔ایران۔عرب ممالک اور فرانس کو اپیل

سلطان نے عنان حکومت سنبھالتے ہی نظام اور مرہٹوں سے رابطے کئے اور انہیں انگریزوں سے تعاون نہ کرنے کی اپیل کی۔ان کو خط لکھے اس کے بعد مغل بادشاہ تاج دار دلی کو درج ذیل عریضہ لکھا" یہ خادم اسلام دین محمدی کی حمایت میں نصرانیوں کی سرکوبی میں مصروف ہے۔جنہوں نے اس سرزنش کی تاب نہ لاکر ایک ذلیل صلح کر لی ہے۔یہ معاملہ اس قدر مشہور ہے کہ اس عریضہ میں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔خدا کے فضل وکرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اس خادم دین محمدی کی خواہش ہے کہ دشمنان دین سے جنگ کرے اور ان کو مٹادے" (صحیفہ ٹیپو سلطان ص182)

اس کے علاوہ ٹیپو سلطان نے ریاستی فرمانرواؤں سے تعلقات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ملک کی آزادی کے لئے بین الاقوامی اتحاد کے خواہاں تھے۔اندرونی امداد سے مایوس ہو کر اس نے بیرونی امداد حاصل کرنے کی طرف توجہ دی اور اس نے فرانس،قسطنطنیہ،افغانستان،ایران،وعرب ممالک میں سفارتیں بھیجیں۔"

(تحریک آزادی ہند میں جہاد اور مدارس کا کردار از فیضان احمد عزیزی ناشر اسلامک اویرنیس سوسائٹی کرلا ویسٹ ممبئی70 ص60۔61۔62)

ٹیپوسلطان کی مسلمان والیان ریاست سے مدد کے لئے اپیل

سلطان اپنے ایک خط میں مدد کے لئے یوں پکارتے نظر آتے ہیں"میرا مصمم ارادہ ہے کہ ان لوگوں کی سرزنش کروں جو مسلمانوں کو مسجدوں میں آذان دینے سے منع کرتے ہیں اور جو کافروں میں سب سے زیادہ سخت اور نا قابل رواداری ہے اس لئے آنجناب سے توقع ہے کہ جاں بازان اسلام کی فتح کی دعائیں مانگیں گے۔تاکہ یہ بدعقیدہ لوگ تباہ ہوجائیں اور دین محمدی سرسبز ہو"(صحیفہ ٹیپو سلطان ص448)

کرک پیٹرک اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سلطان نے اس مضمون کے خط بہت سے رئیسوں کو لکھے تھے جن میں شاہ عالم اور محمد بیگ ہمدانی بھی ہیں۔

(تحریک آزادی ہند میں جہاد اور مدارس کا کردار از فیضان احمد عزیزی ناشر اسلامک اویرنیس سوسائٹی کرلا ویسٹ ممبئی70 ص64)

ٹیپوسلطان کی مسلمان علماءکرام اور مشائخ کرام سے بھی مدد کے لئے اپیل۔

ٹیپو سلطان نے لکھا کہ"اس قوم نے یہ بے ہودہ خیال قائم کر لیا ہے کہ مسلمان کمزور بزدل اور لائق نفرت ہو گئے۔انہوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جنگی تیاریاں کرکے مسلمانوں کے علاقے پر چڑھ دوڑے ہیں اور اپنے ظلم وزبردستی کا ہاتھ مسلمانوں کے مال وآبرو پر دراز کرنا شروع کر دیا ہے اس لئے ہم خدا کی طاقت اور تائید پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے مذہب کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔"(صحیفہ ٹیپو سلطان ص520)

اس کے بعد جہاد کی آیات لکھ کر اس کے لئے جھنجھوڑا ہے۔اس اعلان کو سلطان نے ملک کے چپہ چپہ میں عام کیا۔اس کے لئے قاضیوں اور گورنروں کو حکم نامے بھیجے۔علمائے کرام اور سجادہ نشینوں کو خطوط لکھے کہ زیادہ سے زیادہ اس کو پھیلا کر انگریزوں سے لڑنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔

(تحریک آزادی ہند میں جہاد اور مدارس کا کردار از فیضان احمد عزیزی ناشر اسلامک اویرنیس سوسائٹی کرلا ویسٹ ممبئی70 ص64)

ٹیپوسلطان کی ہندوستان کے تمام بااثر مسلمانوں اور سجادہ نشینوں سے بھی مدد کی اپیل

سلطان نے نہ صرف اپنی رعایا بلکہ ہندوستان بھر کے بااثر لوگوں کے پاس اس اعلان جہاد کے ساتھ اس قسم کے خطوط بھیجے۔اورنگ آباد،حیدرآباد اور بیجاپور کے سجادہ نشینوں اور مشائخ کے نام خط میں لکھا

’’ خدمت والا میں ایک اعلان ملفوف ہے اسی اعلان کو اسی یقین کے ساتھ بھیجا جاتا ہے کہ آپ دین اسلام کو ترقی دینے اور نصرانیوں کو نیست و نابود کرنے میں ہر طرح کی ممکنہ کوشش عمل میں لائیں گے۔اس اعلان کو یہاں کے عالموں نے آیات قرآنیاں اور احادیث رسول ﷺ کا حوالہ دے کر مرتب کیا۔امید ہے آپ اس پر خود عمل کرتے ہوئے اس کی جگہ جگہ اشاعت بھی کریں۔‘‘(صحیفہ سلطان ص338 خط نمبر 276)

(تحریک آزادی ہند میں جہاد اور مدارس کا کردار از فیضان احمد عزیزی ناشر اسلامک اویرینس سوسائٹی کرلا ویسٹ ممبئی 70 ص65_66)

ملک کے نامی جنرلوں اور کمانڈروں سے اللہ اور رسول ﷺ کا واسطہ دے کر انگریزوں کی مدد نہ کرنے کی اپیل

ٹیپو سلطان نے جہاں سجادہ نشینوں کو ان کی خانقاہوں اور خلوت گاہوں سے نکال کر میدان جہاد میں لانے کی کوشش کی وہیں ملک کے نامی جنرلوں اور کمانڈروں کے پاس بھی یہ اعلان بھیج کر ان کی غیرت ملی بیدار کر کے بیدار کر کے انگریزوں کے خلاف متحد ہو کر صف آراء ہونے کی دعوت دی۔محمد بیگ خان ہمدانی جو دہلی میں نجف خان کا سب سے بڑا کمانڈر تھا اور اس کی وفات کے بعد بہت بارسوخ ہو گیا تھا اور شاہ عالم ثانی پر اس کا کافی اثر تھا اس کو ایک خط میں لکھا ’’ہمارے اپنے دین پاک کی مدد کے لئے ضروری ہے کہ تمام مسلمان متحد ہو جائیں اور نصرانیوں کی سرکوبی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھیں۔تا کہ دین محمدی دن بدن ترقی پذیر ہو۔مسلمانوں پر جو برا وقت آیا ہے اس کا بڑا سبب سلطنت ہندوستان (دہلی) کی کمزوری ہے۔اگر مسلمان اب بھی متحد ہو جائیں تو اگلی شان و شوکت پھر آ سکتی ہے۔اور اس وقت ان نصرانیوں کو کہیں پناہ نہ مل سکے گی۔لہٰذا امیران اسلام کو ایسی کاروائی نہ کرنی چاہئے کہ روز فردا میں پیغمبر ﷺ کے سامنے شرمسار ہوں۔‘‘(صحیفہ سلطان ص388 خط نمبر 332)

(بحوالہ تحریک آزادی ہند میں جہاد اور مدارس کا کردار از فیضان احمد عزیزی ناشر اسلامک اویرینس سوسائٹی کرلا ویسٹ ممبئی 70 ص66و67)

تاریخ ہند کا دردناک باب

تاریخ ہند کا یہ کتنا دردناک باب ہے کہ اسلامی ریاست میسور کا یہ بہادر سپوت مسلمان جنرلوں،کمانڈروں،سجادہ نشینوں،گدی نشینوں،علماء کرام،مشائخ کرام،جاگیرداروں،مسلمان روساء مسلمان والیان ریاست حتیٰ کہ مغل شہنشاہ شاہ عالم دہلی اور نظام آف دکن سمیت سلطنت قسطنطنیہ۔افغانستان۔ایران۔عرب ممالک تک کو انگریزوں کے خلاف اپیلیں کرتا رہا۔خدا کے واسطے دے دے کر بیدار ہونے کی دہائیاں دیتا رہا لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کی مدد کو نہ نکلا اور ظلم یہ کہ ہمسایہ میں مسلمانوں کی سب سے بڑی ریاست حیدرآباد دکن کا والی نظام غدار بن کر انگریز کے ساتھ مل کر اپنے ہی بھائی شیر میسور پر حملہ آور ہو گیا۔اور یوں 4 مئی 1799 کو دارالسلطنت سری رنگا پٹنم میں ٹیپو سلطان کو شہید کر کے ریاست میسور پر قبضہ کر لیا۔گیا اور پھر یہ فتوحات کا سلسلہ بڑھتا رہا۔یہاں تک 14 ستمبر 1803 کو مغل بادشاہ شاہ عالم ثانی نے خود انگریزوں کو چند لاکھ کے عوض غلام بننے کی دعوت دے دی۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے آج سے 83 برس پیشتر اس مردِ مجاہد کی جان فروشی، جذبۂ حرّیت اور ذوقِ شہادت کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے فرمایا تھا:۔

’’ہندوستان میں انگریزوں کا تسلط اسی رنگ میں ہوا۔یہاں کے حکمرانوں کو انہوں نے آپس میں لڑا دیا اور ان میں سے ہر ایک یہی سمجھتا رہا کہ ہم اپنے دشمن کو مار رہے ہیں اور کسی نے بھی یہ خیال نہ کیا کہ اپنے آپ کو مار رہے ہیں۔ایک انگریز مصنّف نے لکھا ہے کہ ہندوستان کو ہم نے فتح نہیں کیا بلکہ ہندوستانیوں نے ہندوستان کو ہمارے لئے فتح کیا ہے۔سارے ہندوستان میں صرف ایک شخص تھا جس نے اس حقیقت کو سمجھا اور دوسروں کو اُکسایا اور

ہوشیار کیا مگر کسی نے اس کی بات نہ سُنی اور اُس کی آواز بالکل رائیگاں گئی یہاں تک کہ ملک ہاتھ سے نکل گیا اور بعد میں افسوس سے ہاتھ کاٹنے لگے۔

انگریز بھی خوب سمجھتے ہیں کہ درحقیقت وہی ایک شخص تھا جس نے ان کی تدابیر کو سمجھا۔ کیونکہ ان کے دلوں میں اس کا اتنا بغض ہے کہ وہ اس کے نام پر اپنے کتوں کے نام رکھتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ گلی کُوچوں میں آوارہ پھرنے والے بچّے جب کسی کو چڑانا چاہتے ہیں تو اُسے ٹیپو ٹیپو کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور ان کو معلوم نہیں کہ ہندوستان میں صرف وہی ایک بادشاہ تھا جس نے اس خطرہ کو سمجھا جو یہاں اسلامی حکومت کو پیش آنے والا تھا۔ وہی تھا جس نے غیرت دکھائی اور غیرت پر جان قربان کر دی۔ سلطان ٹیپو نے جب انگریزوں کے بڑھتے ہوئے تسلّط کو دیکھا تو اُس نے چاروں طرف مسلمانوں کو خطوط لکھے کہ اسلامی عظمت کا نشان مٹ رہا ہے آؤ اکٹھے ہو جاؤ تا اسے بچایا جا سکے۔ اس نے ایک طرف ایران کی حکومت کو لکھا دوسری طرف افغانستان کی سلطنت کو۔ پھر اُس نے ترکوں کو بھی لکھا اور اس کے پہلو میں نظام کی جو حکومت تھی اُسے بھی متوجہ کیا اور یہاں تک لکھا کہ مت سمجھو کہ مَیں اپنی عظمت چاہتا ہوں اگر تمہارا یہ خیال ہو تو مَیں تمہارے ماتحت ہو کر لڑنے کو تیار ہوں لیکن خدا کے لئے اور اسلام کی خاطر آؤ متحد ہو جائیں۔ مگر جب بدقسمتی آتی ہے تو آنے والے خطرات سے انسان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں یہاں تک اُسے موت آ دباتی ہے۔ اُس وقت کے نظام نے خیال کیا کہ چونکہ انگریز میرے دوست ہیں اور اُن کی مدد سے مَیں ٹیپو کی حکومت کا خاتمہ کرنے والا ہوں اس لئے ڈر کر اُس نے مجھ پر تحریک کی ہے اور ایرانیوں اور افغانیوں اور ترکوں نے خیال کیا کہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہونے سے ہمیں کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ آخر اس بندۂ خدا نے اکیلے ہی مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں اس کا آخری فقرہ مَیں سمجھتا ہوں ایسا فقرہ ہے جسے تاریخ کبھی مٹا نہیں سکتی۔ بعض فقرات اپنے اندر ایسے پاکیزہ جذبات کو لئے ہوئے ہوتے ہیں کہ زمانے کے اثرات اور وقت کا بُعد انہیں مٹا نہیں سکتا۔ جس وقت اُس قلعہ کی بیرونی فصیل کو توڑ کر جس میں وہ تھا ایک طرف سے انگریز داخل ہوئے یا یُوں کہنا چاہیئے کہ بعض غدّار افسروں کی مدد سے وہ اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے تو اُس کا ایک جرنیل دَوڑ کر اُس کے پاس پہنچا۔ وہ اُس وقت دو فصیلوں درمیان کھڑا اپنی فوج کو لڑا رہا تھا کہ اُسے اُسکے جرنیل نے خبر دی کہ انگریز شہر میں داخل ہو گئے ہیں اور اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ آپ ہتھیار رکھ دیں اور اپنے آپ کو اُن کے سپُرد کر دیں وہ یقینا آپ کا اعزاز کریں گے۔ مگر جس وقت سلطان ٹیپو نے سُنا کہ انگریز شہر میں داخل ہو گئے ہیں اُس نے تلوار میان سے نکال لی اور خود لڑائی میں کود پڑا اور اُس نے کہا کہ گیدڑ کی سو سال کی زندگی سے شیر کی ایک گھنٹے کی زندگی بہتر ہوتی ہے۔

ایک انگریز افسر جو شریف دل رکھتا تھا باوجود اس کے کہ اس کے دشمنوں سے تعلق رکھتا تھا اپنے تذکرہ اور یادداشت میں بیان کرتا ہے کہ ہم نے متواتر اس کے سامنے یہ بات پیش کی ہم فتح پا چکے ہیں اب تم ہمارے ساتھ کہاں لڑ سکتے ہو بہتر ہے کہ ہتھیار ڈال دو مگر وہ نہ مانا یہاں تک کہ میدان میں ڈھیر ہو گیا۔ یہ اکیلا شخص تھا جس نے ہندوستان کی آئندہ حالت کو سمجھا اور مسلمانوں کو بیدار کرنے کی کوشش کی مگر کوئی اس کی بات کو نہ سمجھا اور اس کے نتائج آج ہم دیکھ رہے ہیں۔'' (الفضل 22 مئی 1936)

حضرت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی اصلی اور دائمی یادگار تو وہ حقیقی رُوحِ جہاد ہے جس کو قیامت تک قائم رکھنا دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہر خادم و عاشق کے لئے ضروری ہے مگر اِس وقت اُس عظیم بادشاہ کے عہدِ مبارک کی چند دوسری تاریخی یادگاروں کا تذکرہ کرنا مقصود ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپ کو احمدی سے بہت پیار تھا اس لئے آپ کے عہدِ مبارک میں کم از کم پانچ اہم یادگاروں کو آپ نے لفظ احمدی سے منسوب کیا

آپ کے عہدِ مبارک کی بعض نادر یادگاریں

مسجدِ اقصیٰ، مسجدِ احمدی، احمدی مہینہ، احمدی سکّہ اور جماعت احمدی

1۔مسجد اقصیٰ

سلطان شہیدؒ کی ایک اہم یادگاروں میں سے سرنگا پٹم کی عالی شان مسجد اقصیٰ ہے جو سرنگا پٹم میں شہید کے مقبرہ کے مغرب میں آج تک موجود ہے۔ یہ مسجد کسی زمانہ میں ببری رنگ سے مزیّن تھی مگر اب بالکل سادہ صورت میں ہے۔ تقسیم ہند تک قلعہ سرنگا پٹم کی دوسری مساجد کے ساتھ اِس مسجد کا انتظام بھی سرکاری سطح پر کیا جاتا تھا اوران کی نگہداشت کے لئے ایک مستقل شعبہ قائم تھا۔ جناب محمود بنگلوری صاحب اپنی مشہور ومعروف تالیف اورعہد ٹیپوؒ کی مستند ''تاریخ سلطنت خداداد میسور'' ایڈیشن اول 1934 میں لکھتے ہیں ''گنبد۔ مسجد اقصیٰ مسجد اعلیٰ اور قلعہ کے اندر کی چھوٹی مسجدیں ایک ناظم کے ماتحت ایک خاص محکمے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ابھی حال میں گنبد، مسجد اعلیٰ اور مسجد اقصیٰ میں میسور گورنمنٹ نے برقی روشنی کا انتظام کیا ہے۔''(صفحہ 625)

جناب محمود بنگلوری صاحب نے اپنی اس بلند پایہ اور محقّقانہ تالیف میں سلطان ٹیپو کے عہد کی اس تاریخی مسجد کا بار بار ذکر کرنے کے علاوہ صفحہ 612 پر اس کا فوٹو اور صفحہ 614 پر اس کا خاکہ بھی دیا ہے۔

2۔مسجد احمدی

''تاریخ سلطنت خداداد میسور'' کے ایک نقشہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ سرنگا پٹم کے اندر ایک مسجد ''احمدی مسجد'' کے نام سے موجود تھی جو سرنگا پٹم کے موجودہ ریلوے سٹیشن کے مغرب میں واقع تھی۔ (ملاحظہ ہو صفحہ 595)

3۔احمدی مہینہ

سلطان ٹیپوؒ کی تخت نشینی سے پہلے میسور میں مغلیہ زمانہ سے سن ہجری کا رواج چلا آتا تھا جس کی وجہ سے لگان کی وصولی میں بہت دقّت پیش آتی تھی کیوں کہ لگان فصلوں کی تیاری کے بعد لیا جاتا تھا ہجری مہینے آگے پیچھے ہو جاتے تھے اِس ضرورت کے پیش نظر سلطان شہیدؒ نے ایک نئی تقویم بنائی جس کے بعد مہینوں کے مندرجہ ذیل نئے نام تجویز کئے (1) احمدی (2) بہادری (3) جعفری (4) دارائی (5) ہاشمی (6) واسِی (7) زبرجدی (8) حیدری (9) طلوعی (10) یوسفی (11) بیاسی۔ (ملاحظہ ہو کتاب مذکور صفحہ 299)

4۔احمدی سکّہ

سلطان رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو سب سے قیمتی سکّہ رائج تھا وہ ''احمدی'' کہلاتا تھا۔ یہ سلطانی اشرفی تھی جس کے ایک جانب یہ الفاظ تھے:۔

''دینِ احمد در جہاں روشن زفتحِ حیدری است ضرب پٹن سال زبرجد 1291''

دوسری طرف یہ لکھا تھا:۔ ''ھو السلطان الوحید العادل تاریخ جلوس سال سخ سویم بہادری 9 سنہ جلوسی۔''

مؤلف ''تاریخ سلطنت خداداد میسور'' نے بڑی محنت وکاوش سے حاصل کرکے صفحہ 476 پر اس کا فوٹو بھی مثال کر دیا ہے۔

5۔''جماعت احمدی''

سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ''جماعت احمدی'' کے نام سے ایک فوج کا ذکر بھی مستند لٹریچر میں ملتا ہے۔ چنانچہ ''تاریخ سلطنت خداداد میسور'' میں بغاوتِ کورگ (1784ء) کے عنوان سے لکھا ہے کہ:۔ ''جب تمام قیدی سرنگا پٹم پہنچے تو اُن کو دعوتِ اسلام دی گئی۔ مؤرخ سلطانی لکھتا ہے کہ ان کے آگے مذہب اسلام پیش کیا گیا اور اس کے فوائد وبرکات سمجھائے گئے۔ یہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ان کو فوج میں داخل کر لیا گیا اور اس فوج کو جماعت احمدی کا نام دیا گیا۔ اس فوج کو آٹھ رسالوں پر تقسیم کرکے ان کو ببری کپڑے کی وردی سے آراستہ کیا گیا۔''(صفحہ 213۔214)

سلطان ٹیپو کا آخری یادگار فقرہ اور سیّدنا المصلح الموعودؓ کی نصیحت

حضرت سلطان ٹیپو رحمۃ اللہ علیہ کی پانچ نادر یادگاروں کا ذکر کرنے کے بعد بالآخر یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ سیّدنا المصلح موعود رضی اللہ عنہ نے۔۔۔3 مئی 1946 کو سلطان شہیدؒ کے زبان سے نکلے ہوئے آخری تاریخی اور یادگار فقرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

''درحقیقت سچّی بات یہی ہے کہ ہر غیرت مند انسان کے نزدیک شیر کی ایک گھنٹہ کی زندگی گیدڑ کی سوسال کی زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔ اگر ہندوستان کے ایک شکست خوردہ اور مردہ اسلام کی عزّت بچانے کے لئے جب کہ اس کی کوئی بھی عظمت باقی نہیں رہی تھی ایک مسلمان بادشاہ ایک گھنٹہ کی زندگی کو سو سال کی زندگی پر ترجیح دیتا ہے تو وہ کیسا احمدی ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ میری چالیس یا پچاس یا ساٹھ یا سو سال کی زندگی جس میں مَیں نوکری اور دوسروں کی غلامی کے سوا کوئی اَور کام نہیں کر سکوں گا وہ اسلام کے لئے مرجانے سے زیادہ بہتر ہے۔ یقیناً ایسا انسان نادان ہے، یقیناً وہ مجنون ہے، یقیناً اس کی عقل پر پردہ پڑا ہوُا ہے اور یقیناً اسلام کی راہ میں ایک منٹ لڑتے لڑتے مرجانا انسان کی اس سَوسالہ زندگی سے لاکھوں اور کروڑوں بلکہ اربوں گنا زیادہ بہتر ہے جو کسی اَور کام میں صرف ہو۔ اور یہ کام ایسا نہیں جو ہماری جماعت نہ کر سکے۔ سینکڑوں نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے اسلام کے لئے اپنی زندگیاں پیش کر کے اس بات کا ثبوت مہیّا کر دیا ہے کہ یہ کام ہماری طاقتوں اور قوتوں کے اندر ہے اور ہمارے اخلاص اور ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ ہم ان قربانیوں میں حصّہ لیں۔ اگر سینکڑوں نوجوان ایک کام کر سکتے ہیں تو وہ سینکڑوں اور ہزاروں نوجوان کیوں ایسا نہیں کر سکتے جو ابھی اس تحریک میں حصّہ نہیں لے سکے۔ پروانے آگ میں جلتے چلے جاتے ہیں مگر بعد میں آنے والے پروانے پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ وہ اَور زیادہ جوش اور زیادہ زور کے ساتھ آگ میں گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کیا انسان ہی ایسے گندے مقام پر ہے کہ قربانی کرنے والوں کی قربانی دیکھ کر اس میں جوش پیدا نہیں ہوتا اور وہ اس سے بھی زیادہ جوش سے آگے نہیں بڑھتا جس جوش سے ایک پروانہ آگ کی طرف بڑھتا ہے۔'' (الفضل 8 مئی 1946ء صفحہ 4)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت سلطان ٹیپو کی طرح آخر دم تک کفر و باطل کے خلاف روحانی تبلیغی جنگ میں ہمیشہ سرگرمِ عمل رہنے اور اسی راہ میں اپنی جانیں نچھاور کر دینے کی توفیق بخشے تا ہماری موت سے اسلام اور مسلمانوں کو زندگی ملے اور ہمارے خون سے حضرت مصطفیٰ ﷺ کا چمن پھر سے تروتازہ اور سرسبز و شاداب ہو جائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے نام مکتوب میں اس دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ مَیں تیری وَجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین''

(الحکم 21 فروری 1898ء جلد نمبر 2 نمبر 1۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ 103)



تربیت اولاد کے ذرائع ارشادات مبارکہ کی روشنی میں

مراسلہ مجلس انصار اللہ بھارت

ایک شادی شدہ جوڑے کے لیے اولاد کی نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی بیش بہا خزانے سے کم نہیں ہوتی اور اولاد نہ ہونے کا غم تو صرف بے اولاد لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔مگر جب اللہ تعالیٰ کسی جوڑے کو اولاد جیسی عظیم اور انمول نعمت سے نوازتا ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کی دی ہوئی نعمت کی اچھے رنگ میں تربیت کرے تا کہ وہ بچہ بڑا ہو کر دیندار بنے۔اللہ کے بتائے ہوئے احکامات پر عمل کرنے والا بنے۔اور یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ اس وقت ممکن ہے جب والدین اس بچے کی احسن رنگ میں تربیت کریں،اسے دین اور دنیا کی تعلیم دیں۔اسے اچھے اور برے میں فرق کرنا سکھائیں۔اسے اخلاق فاضلہ کی تعلیم دیں تا کہ جب وہ بچہ بڑا ہو تو وہ ہر غلط اور صحیح بات کی تمیز کر سکے۔ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اُس کی نیک اور صالح اولاد ہو۔قرآن کریم، حضرت نبی کریم ﷺ،حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشادات کی روشنی میں نیک اور صالح اولاد کے حصول کے لئے درج ذیل طریق اپنائے جاسکتے ہیں۔

دعاؤں سے کام لیا جائے۔

قرآن کریم میں ایک جگہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ذریعہ دعا سکھائی گئی ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً‌ ۚ اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَآءِ (آل عمران:39)اے میرے رب مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت،اولاد عطا کر۔یقیناً تُو بہت دعائیں سننے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے خود یہ دعا سکھائی کہ مَیں دعائیں سننے والا ہوں۔اس لئے تم بھی کہو کہ اے اللہ تُو دعا سننے والا ہے۔اس لئے ہماری دعائیں قبول کر اور ہمیں پاک اولاد بخش۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’پس وہ کام کرو جو اولاد کے لیے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو۔اگر تم اعلیٰ درجے کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 444-445)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ

’’ہر مرد و عورت کی جب شادی ہوتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اولاد ہو۔اگر شادی کو کچھ عرصہ گزر جائے اور اولاد نہ ہو تو بڑی پریشانی کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔مجھے بھی احمدیوں کے کئی خط روزانہ آتے ہیں جن میں اس پریشانی کا اظہار ہوتا ہے،دعا کے لیے کہتے ہیں۔لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اولاد کی خواہش ہمیشہ اس دعا کے ساتھ کرنی چاہئے کہ نیک صالح اولاد ہو جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اور اعمالِ صالحہ بجا لانے والی ہو۔اس کے لئے سب سے ضروری بات والدین کے لیے یہ ہے کہ وہ خود بھی اولاد کے لئے دعا کریں اور اپنی حالت پر بھی غور کریں۔بعض

ایسے ہیں جب دعا کے لیے کہیں اور ان سے سوال کرو کہ کیا نمازوں کی طرف تمہاری توجہ ہوئی ہے، دعائیں کرتے ہو؟ تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح توجہ ہونی چاہیئے اس طرح نہیں ہے۔ مَیں اس طرف بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ اولاد کی خواہش سے پہلے اور اگر اولاد ہے تو اس کی تربیت کے لئے اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہیئے تا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد سے نوازے یا جو اولاد موجود ہے وہ نیکیوں پر قدم مارنے والی ہو اور قرۃ العین ہو"۔

(الازھار لذوات الخمار، جلد سوم حصہ دوم، صفحہ 60)

تربیت اولاد کا بنیادی ذریعہ دعا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیئے............ ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 309۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اسی طرح ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز والدین کو اولاد کے لیے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: "آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ خیال بھی غلط ہے۔"

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 459۔ نظارت اشاعت ربوہ۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 25/ستمبر 2009ء بمقام مسجد بیت الفتوح لندن)

دوسرا ذریعہ ہے کہ والدین اپنے اندر نیکی و تقویٰ پیدا کریں

پس جب پاکیزہ اولاد کی خواہش ہو تو اس کے لئے دعا بھی ہونی چاہیئے لیکن ساتھ ہی ماں باپ کو بھی ان پاکیزہ خیالات کا اور نیک اعمال کا حامل ہونا چاہیئے جو نیکیوں اور انبیاء کی صفت ہیں۔ ہر ماں اور باپ کو وہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض دفعہ مائیں دینی امور کی طرف توجہ دینے والی ہوتی ہیں، عبادات کرنے والی ہوتی ہیں تو مرد نہیں ہوتے۔ بعض جگہ مرد ہیں تو عورتیں اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہیں۔ اولاد کے نیک ہونے اور زمانے کے بد اثرات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اولاد کی خواہش اور اولاد کی پیدائش سے بھی پہلے مرد عورت دونوں نیکیوں پر عمل کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کے واقعات میں ایک واقعہ ملتا ہے جس میں اولاد ہونے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک شخص کے لئے دعا ہے۔ لیکن اس دعا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مشروط کر دیا اور مشروط کیا اس شخص کے اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے سے۔ وہ شخص ابھی احمدی بھی نہیں تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں نہیں آیا تھا لیکن شاید اس کی کوئی نیکی تھی جس کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے لئے دعا کی۔ یہ منشی عطا محمد صاحب پٹواری ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں غیر احمدی تھا۔ دین سے دُور ہٹا ہوا تھا۔ ان کے ایک دوست تھے وہ انہیں احمدیت کی تبلیغ کیا کرتے تھے لیکن کہتے ہیں میں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ ایک دن انہوں نے مجھے بہت زیادہ اس بارے میں کہا اور میرے پیچھے پڑ گئے کہ میری باتیں سنو اور ان پہ غور کرو۔ مَیں نے کہا اچھا اگر آپ یہی کہتے ہیں تو میں آپ کو ایک دعا کے لئے کہتا ہوں۔ اگر وہ سنی گئی تو پھر میں غور کروں گا۔ آپ کہتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں تو ان کو میرے لئے دعا کے لئے کہیں اور دعا اس بات کی ہے کہ میری تین بیویاں ہیں کسی کی اولاد نہیں ہے۔ ایک کے بعد دوسری شادی مَیں نے کی تا کہ اولاد پیدا ہو۔ یہ دعا کریں کہ مجھے بیٹا عطا ہو اور بیٹا بھی پہلی بیوی سے ہو۔ کہتے ہیں یہ خط انہوں نے میری طرف سے لکھ دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ حضور نے دعا کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی ہے اور فرمایا کہ آپ کو بیٹا عطا ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ آپ زکریا والی توبہ کریں۔ منشی صاحب کہتے ہیں مَیں ان دنوں میں سخت بے دین تھا۔ شرابی کبابی اور راشی ہوا کرتا تھا۔ رشوت لینا میرا عام کام تھا۔ مجھے کیا پتا ہونا تھا کہ زکریا والی توبہ کیا ہوتی ہے۔ کہتے ہیں میں یہ پتا کرنے کے لئے کہ زکریا والی توبہ کیا ہے مسجد میں گیا تو مسجد کا امام مجھے مسجد میں دیکھ کر حیران ہوا کہ یہ شرابی کبابی کہاں سے آ گیا۔ لیکن بہرحال جب مَیں نے سوال کیا تو میرے سوال کا وہ جواب نہیں دے سکا۔ کہتے ہیں پھر مَیں مولوی فتح دین صاحب احمدی کے پاس دوسرے گاؤں میں گیا۔ ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ زکریا والی توبہ بس یہ ہے کہ بے دینی چھوڑ دو۔ حلال کھاؤ۔ نماز روزے کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا کرو۔ کہتے ہیں یہ سن کر مَیں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ شراب چھوڑ دی۔ رشوت لینی بند کر دی۔ نماز روزے کا پابند ہو گیا۔ کہتے ہیں چار پانچ مہینے کا عرصہ گزرا ہوگا کہ ایک دن میری بڑی بیوی رونے لگی۔ خیر اس کو دائی سے چیک کروایا تو اس نے جو بات کی اور وہ اس طرف شک کا اظہار تھا کہ شاید اولاد ہونے والی ہے۔ بہرحال اس کی بات سن کر میں نے اس سے کہا کہ میں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی ہے۔ یہ اولاد ہونے کی نشانی ہے۔ شک والی کوئی بات نہیں۔ کہتے ہیں کچھ عرصہ بعد حمل کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے تو مَیں نے لوگوں کو بتانا شروع کر دیا کہ میرے بیٹا پیدا ہوگا اور صحتمند اور خوبصورت بھی ہوگا۔ چنانچہ بیٹا پیدا ہوا۔ اور کہتے ہیں اس کے بعد میں نے بیعت کر لی اور اس علاقے کے بہت سے اَور لوگوں نے بھی بیعت کی۔

(ماخوذ از سیرت المہدی جلد 1 صفحہ 220-221 روایت نمبر 241)

تیسرا ذریعہ ہے کہ اولاد کو میڈیا کی برائیوں سے بچایا جائے

اس حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی چند ایک ہدایات۔

سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 23 ؍اپریل 2010ء کو سوئٹزرلینڈ میں احباب جماعت اور خصوصاً نوجوان نسلوں کی تربیت کے حوالہ سے ایک نہایت اہم خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں مختلف معاشروں میں پیدا ہونے والی اخلاقی کمزوریوں اور خصوصاً مغربی معاشرہ میں نئی ٹیکنالوجی کی وجہ سے پھیلنے والی مختلف اخلاقی برائیوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور ان کے سدّ باب کے لئے والدین کے علاوہ نظام جماعت اور ذیلی تنظیموں کو بھی اُن کی ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ حضور انور نے فرمایا:

’’......بعض دفعہ اولاد بھی خدا تعالیٰ کے حکموں کے مقابلے پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ بھی ایک شرک کی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے واضح حکم کا انکار کر کے اولاد کی بات ماننا بھی ایک قسم کا مخفی شرک ہے۔ بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد کو یہ چیزیں بھلا دیتی ہیں۔ کئی لوگ ہیں جو احمدیت سے دُور ہٹے ہیں تو اولاد کی وجہ سے۔ اولاد کے بے جا لاڈ پیار نے اور اولاد کی آزادی نے اولاد کو جب دین سے ہٹایا تو خود ماں باپ بھی دین سے ہٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایک جگہ فرماتا ہے کہ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ (المنافقون:10) اے مومنو! تمہیں تمہارے مال اور اولادیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں............‘‘۔

’’پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی سے توقع رکھی ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ، زنا، بدنظری، لڑائی جھگڑا، ظلم، خیانت، فساد، بغاوت

سے ہر صورت میں بچنا ہے۔ ہر وقت اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ میں ان برائیوں سے بچ رہا ہوں؟ بعض لوگ ان باتوں کو چھوٹی اور معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ اپنے کاروبار میں، اپنے معاملات میں جھوٹ بول جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک جھوٹ بھی معمولی چیز ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی شرک کے برابر ٹھہرایا ہے۔ زنا ہے، بدنظری وغیرہ ہے۔ یہ برائیاں آج کل میڈیا کی وجہ سے عام ہو گئی ہیں۔ گھروں میں ٹیلی وژن کے ذریعہ یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے ایسی ایسی بیہودہ اور لچر فلمیں اور پروگرام وغیرہ دکھائے جاتے ہیں جو انسان کو برائیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیاں بعض احمدی گھرانوں میں بھی اس برائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو روشن خیالی کے نام پر ان فلموں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر بعض بدقسمت گھر عملاً ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی بُرائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہو گئی ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں۔

بعض ماں باپ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جماعتی نظام کا کام ہے کہ ان کو اس بارے میں آگاہ کریں۔ اسی طرح انصاراللہ ہے، لجنہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے یہ تنظیمیں اپنی اپنی تنظیموں کے ماتحت بھی ان برائیوں سے بچنے کے پروگرام بنائیں۔ نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو جماعتی نظام سے اس طرح جوڑیں، اپنی تنظیموں کے ساتھ اس طرح جوڑیں کہ دین ان کو ہمیشہ مقدم رہے اور اس بارے میں ماں باپ کو بھی جماعتی نظام سے یا ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون کرنا چاہیئے۔ اگر ماں باپ کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے تو اپنے بچوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہوں گے۔ خاص طور پر گھر کے جو نگران ہیں یعنی مردان کا سب سے زیادہ یہ فرض ہے اور ذمہ داری ہے کہ اپنی اولادوں کو اس آگ میں گرنے سے بچائیں جس آگ کے عذاب سے خدا تعالیٰ نے آپ کو یا آپ کے بڑوں کو بچایا ہے اور اپنے فضل سے زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ دنیا خاص طور پر دوسرے مسلمان شدید بے چینی میں مبتلا ہیں کہ ان کو کوئی ایسی لیڈر شپ ملے جو ان کی رہنمائی کرے۔ لیکن آپ پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہوا ہے کہ زمانے کے امام کی بیعت میں آ کر رہنمائی مل رہی ہے۔ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے سے نیکیوں پر قائم رہنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے یہ سب فضل تقاضا کرتے ہیں کہ توجہ دلانے پر ہر برائی سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔ نیکیوں پر خود بھی قدم ماریں اور اولاد کو بھی اس پر چلنے کی تلقین کریں اور اس کے لئے کوشش کریں۔ خدا تعالیٰ کے اس ارشاد اور انذار کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم:7) اے مومنو! اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد کو بھی آگ سے بچاؤ۔

آج کل تو دنیا کی چمک دمک اور لہو و لعب، مختلف قسم کی برائیاں جو مغربی معاشرے میں برائیاں نہیں کہلاتیں لیکن اسلامی تعلیم میں وہ برائیاں ہیں، اخلاق سے دور لے جانے والی ہیں، منہ پھاڑے کھڑی ہیں جو ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لینے کی کوشش کرتی ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا پہلے روشن خیالی کے نام پر بعض غلط کام کئے جاتے ہیں اور پھر وہ برائیوں کی طرف دھکیلتے چلے جاتے ہیں۔ تو یہ نہ ہی تفریح ہے، نہ آزادی بلکہ تفریح اور آزادی کے نام پر آگ کے گڑھے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے، مومنوں کو کھول کر بتا دیا کہ یہ آگ ہے۔ یہ آگ ہے، اس سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنی اولادوں کو بھی بچاؤ۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جو اس معاشرے میں رہ رہے ہیں ان کو بھی میں کہتا ہوں کہ یہ تمہاری زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے کہ اس لہو و لعب میں پڑا جائے، یہی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے تمہارے میں اور غیر میں فرق ہونا چاہیئے۔'' (خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 23/اپریل 2010ء بمقام سوئٹزرلینڈ) (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 14/مئی

2010ء)

چوتھا ذریعہ یہ ہے کہ بچپن سے ہی بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں

ماحول کے اثرات بچوں کے ذہنوں پر کیسے اثر انداز ہوکر اُن کے کردار کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اس ضمن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں نقل کا مادہ رکھا ہوا ہے جو بچپن سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ فطرت میں ہے۔ اس لئے بچہ کی فطرت میں بھی یہ نقل کا مادہ ہے۔ اور یہ مادہ جو ہے یقیناً ہمارے فائدے کے لئے ہے لیکن اس کا غلط استعمال انسان کو تباہ بھی کر دیتا ہے یا تباہی کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ یہ نقل اور ماحول کا ہی اثر ہے کہ انسان اپنے ماں باپ سے زبان سیکھتا ہے، یا باقی کام سیکھتا ہے اور اچھی باتیں سیکھتا ہے، اور اچھی باتیں سیکھ کر بچہ اعلیٰ اخلاق والا بنتا ہے۔ ماں باپ نیک ہیں، نمازی ہیں، قرآن پڑھنے والے ہیں، اُس کی تلاوت کرنے والے ہیں، آپس میں پیار اور محبت سے رہنے والے ہیں، جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہیں تو بچے بھی اُن کے زیرِ اثر نیکیوں کو اختیار کرنے والے ہوں گے۔ لیکن اگر جھوٹ، لڑائی جھگڑا، گھر میں دوسروں کا استہزاء کرنے کی باتیں، جماعتی وقار کا بھی خیال نہ رکھنا یا اس قسم کی برائیاں جب بچہ دیکھتا ہے تو اس نقل کی فطرت کی وجہ سے یا ماحول کے اثر کی وجہ سے پھر وہ یہی برائیاں سیکھتا ہے۔ باہر جاتا ہے تو ماحول میں، دوستوں میں جو کچھ دیکھتا ہے، وہ سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے بار بار میں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے جو پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 ردسمبر 2013ء بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن) (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 3 رجنوری 2014ء)

پانچواں ذریعہ یہ ہے کہ کم عمر بچوں میں موبائل فون کا غیر ضروری استعمال روکا جائے

جدید ٹیکنالوجی بشمول موبائل فون کے غلط استعمال کے نتیجے میں بچوں کے کردار پر جو منفی اثرات مرتّب ہو سکتے ہیں، اُن کے بارے میں تنبیہ کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے احمدی نوجوانوں اور بچوں کو نصیحت کرتے ہوئے، جرمنی میں ہونے والے اطفال الاحمدیہ کے اجتماع کے موقع پر، ارشاد فرمایا:

''پھر آج کل یہاں بچوں میں ایک بڑی بیماری ہے ماں باپ سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں موبائل لے کر دو۔ دس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو موبائل ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہیئے۔ آپ کونسا بزنس کر رہے ہیں؟ آپ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جس کی منٹ منٹ کے بعد فون کر کے آپ کو معلومات لینے کی ضرورت ہے؟ پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کو فون کرنا ہے۔ اگر ماں باپ کو آپ کے فون کی فکر نہیں ہے تو آپ کو بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ فون سے پھر غلط باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فون سے لوگ رابطے کرتے ہیں جو پھر بچوں کو ورغلاتے ہیں گندی عادتیں ڈال دیتے ہیں اس لئے فون بھی بہت نقصان دہ چیز ہے اس میں بچوں کو ہوش نہیں ہوتی کہ وہ انہی کی وجہ سے غلط کاموں میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے اس سے بھی بچ کر رہیں۔ ٹی وی کا پروگرام جیسا کہ میں نے ابھی بات کی ہے اس میں بھی کارٹون یا بعض پروگرام جو معلوماتی ہوتے ہیں وہ دیکھنے چاہئیں۔ لیکن بیہودہ اور لغو پروگرام جتنے ہیں اس سے بچنا چاہیئے۔''

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ جرمنی۔ 16 رستمبر 2011ء) (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9 رمارچ 2012ء)

چھٹا ذریعہ یہ ہے کہ غیر اخلاقی ٹیلی وژن پروگرام بلاک کردیئے جائیں

تفریح کی غرض سے نہ صرف بچے بلکہ بڑے بھی گھنٹوں ٹیلی وژن کے آگے بیٹھتے ہیں جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں میں بُرائیوں کو بُرا سمجھنے کی حِس ختم ہوجاتی ہے۔ چنانچہ غیر اخلاقی ٹیلی وژن پروگرام دیکھنے اور بے حیائی کی خطرناک راہ پر چلنے سے بچنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس شیطان کے حملے سے بچنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسن قول ضروری ہے۔''

اس ضمن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان کی آیت 70 میں 'قولِ سدید' کے قرآنی حکم کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''پھر سچائی کے معیار کے حصول کی نصیحت کے ساتھ مزید تاکید یہ فرمائی کہ جن مجالس میں سچائی کی باتیں نہ ہوں، گھٹیا اور لغو باتیں ہوں ان سے فوراً اٹھ جاؤ۔ جہاں خدا تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف باتیں ہوں ان مجالس میں نہ جاؤ۔ اب یہ گھٹیا اور لغو باتیں اس زمانے میں بعض دفعہ لاشعوری طور پر گھروں کی مجلسوں میں یا اپنی مجلسوں میں بھی ہو رہی ہوتی ہیں۔ نظام کے خلاف بات ہوتی ہے۔ کئی دفعہ مَیں کہہ چکا ہوں کہ عہدیداروں کے خلاف اگر باتیں ہیں، اگر نیچے اُس پر اصلاح نہیں ہو رہی تو مجھ تک پہنچائیں۔ لیکن مجلسوں میں بیٹھ کر جب وہ باتیں کرتے ہیں تو وہ لغو باتیں بن جاتی ہیں۔ کیونکہ اس سے اصلاح نہیں ہوتی۔ اُس میں فتنہ اور فساد اور جھگڑے مزید پیدا ہوتے ہیں۔ پھر اس زمانے میں ٹی وی پر گندی فلمیں ہیں۔ انٹرنیٹ پر انتہائی گندی اور غلیظ فلمیں ہیں۔ ڈانس اور گانے وغیرہ ہیں۔ بعض انڈین فلموں میں ایسے گانے ہیں جن میں دیوی دیوتاؤں کے نام پر مانگا جا رہا ہوتا ہے، یا اُن کی بڑائی بیان کی جا رہی ہوتی ہے جس سے ایک اور سب سے بڑے اور طاقتور خدا کی نفی ہو رہی ہوتی ہے۔ یا یہ اظہار ہو رہا ہو کہ یہ دیوی دیوتا جو ہیں، بت جو ہیں، یہ خدا تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ یہ بھی لغویات ہیں، شرک ہیں۔ شرک اور جھوٹ ایک چیز ہے۔ ایسے گانوں کو بھی نہیں سننا چاہئے۔''

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا:

''پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (حٰم سجدہ: 37) اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی بہکا دینے والی بات پہنچی ہے، ایسی باتیں شیطان پہنچائے جو احسن قول کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی بہت زیادہ دعا کرو۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھو۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ یہ امید دلاتا ہے جو سننے والا اور جاننے والا ہے کہ اگر نیک نیتی سے دعائیں کی گئی ہیں تو یقیناً وہ سنتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/اکتوبر 2013ء بمقام مسجد بیت الہدیٰ، سڈنی۔ آسٹریلیا) (مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 8/نومبر 2013ء)

لغو باتوں (جن میں ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ بھی شامل ہیں) سے اعراض کرنے کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ نے کئی مواقع پر نصائح فرمائی ہیں۔ چنانچہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمایا:

''پھر لغو باتیں ہیں۔ ان لغو باتوں کے لئے مَیں خاص طور پر بچوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لغو باتیں صرف وہ باتیں ہی نہیں جو بڑی بوڑھیاں بیٹھ کر کرتی ہیں۔ وہ تو کرتی ہیں اُن کو اس سے روکنا ہی ہے، لیکن دس بارہ سال کی عمر کی لڑکیوں سے لے کے نوجوان لڑکیوں تک کے لئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ ہے یہ آج کل لغویات میں شامل ہو چکا ہے۔ اگر آپ لوگ سارا دن ایسے پروگرام دیکھ رہی ہیں جس میں کوئی تربیت نہیں ہے تو یہ لغویات ہے۔ انٹرنیٹ جو ہے، اُس میں بعض دفعہ ایسی جگہوں پر چلی جاتی ہیں جہاں سے پھر آپ واپس نہیں آسکتیں اور بے حیائی پھیلتی چلی جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایسے معاملات آجاتے ہیں کہ غلط قسم کے گروہوں میں لڑکوں نے لڑکیوں کو کسی جال میں پھنسا لیا اور پھر اُن کو گھر چھوڑنے پڑے اور اپنے خاندان کے لئے بھی، جماعت کے لئے

بھی بدنامی کا باعث ہوئیں۔اس لئے انٹرنیٹ وغیرہ سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔اس کے علاوہ بھی ذہنوں کو زہریلا کرنے کے لئے انٹرنیٹ پر بہت سارے پروگرام ہیں۔ٹی وی پر بے حیائی کے بہت سارے پروگرام ہیں۔ایسے چینل والدین کو بھی بلاک کر کے رکھنے چاہئیں جو بچوں کے ذہنوں پر گندے اثر ڈالتے ہوں۔ایسے مستقل لاک (lock) ہونے چاہئیں۔اور جب بچے ایک دو گھنٹے جتنا بھی ٹی وی دیکھنا ہے دیکھ رہے ہیں تو بیشک دیکھیں لیکن پاک صاف ڈرامے یا کارٹون۔اگر غلط پروگرام دیکھے جا رہے ہیں تو یہ ماں باپ کی بھی ذمہ واری ہے اور بارہ تیرہ سال کی عمر کی جو بچیاں ہیں اُن کی بھی ہوش کی عمر ہوتی ہے،اُن کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس سے بچیں۔آپ احمدی ہیں اور احمدی کا کردار ایسا ہونا چاہئے جو ایک نرالا اور انوکھا کردار ہو۔پتہ لگے کہ ایک احمدی بچی ہے۔‘‘

(خطاب برموقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 17 ستمبر 2011ء)(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 16 نومبر 2012ء)



جاگ اے شرمسار! آدھی رات

چوہدری محمد علی مضطرؔ عارفی

جاگ اے شرمسار! آدھی رات
اپنی بگڑی سنوار آدھی رات

یہ گھڑی پھر نہ ہاتھ آئے گی
باخبر، ہوشیار! آدھی رات

وہ جو بستا ہے ذرّے ذرّے میں
کبھی اس کو پکار آدھی رات

اس کے دربارِ عام میں جا بیٹھ
سب لبادے اتار آدھی رات

دو گھڑی عرضِ مدّعا کر لے
وقت ہے سازگار آدھی رات

بابِ رحمت کو کھٹکھٹانے دے
میرے پروردگار! آدھی رات

شدّتِ غم میں کچھ کمی کر دے
اب تو اے غمگسار! آدھی رات

کھلتے کھلتے کُھلے گا بابِ قبول
عرض کر بار بار آدھی رات

اپنے داتا کے در پہ آیا ہے
ایک اُمیدوار آدھی رات

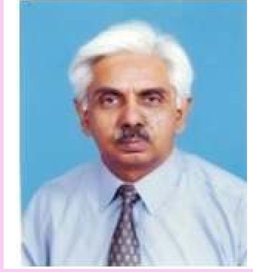
ہوش و صبر و قرار کا دامن
ہو گیا تار تار آدھی رات

میری فریاد کا جواب تو دے
بول اے کِردگار! آدھی رات

بے کسوں کو تری کریمی کا
آ گیا اعتبار آدھی رات

اشک در اشک جھلملانے لگا
میرا قرب و جوار آدھی رات

کس لیے بے قرار ہے مضطرؔ
کس کا ہے انتظار آدھی رات

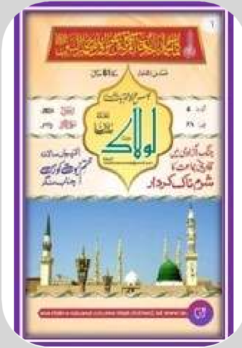


بیسویں صدی کے دوران عالم اسلام کی رہنمائی کے لئے
حضرت مصلح موعودؓ کا علمی اور قلمی جہاد (قسط اوّل)

بشیر احمد طاہر کنساس۔امریکہ



عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ، ملتان کے ترجمان رسالہ ''لولاک'' کی اپریل 2024 کی اشاعت میں احراری مولوی معزالدین کے مضمون کی دوسری قسط شائع ہوئی ہے جس میں مولوی صاحب نے حسب سابق کتر و بیونت سے کام لیتے ہوئے تاریخ ہند پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے پرہیز نہیں کیا۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکی کی بلاوجہ شرکت کا موضوع ہو یا ترکی کا معاہدہ سیورے ہو، بیسویں صدی کے دوران عالم اسلام کی صورتحال ہو یا تحریک خلافت ہو یا ترک موالات کی گاندھی جی کی ہندوانہ چال ہو یا عراق میں نازی جرمنی اور اٹلی کی مداخلت ہو، برصغیر کی سیاست ہو یا تحریک پاکستان، مسئلہ فلسطین ہو یا مسئلہ کشمیر، موصوف، وقتاً فوقتاً اپنے مضامین میں تاریخی حقائق کا مثلہ کرنے سے نہیں چوکتے اور جماعت احمدیہ اور اس کے رہنماؤں کے مثبت کردار کو مسخ کرنے کی ایک لا حاصل کوشش کرتے رہتے ہیں۔



یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلافت احمدیہ نے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت سے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا شدہ علم و عرفان کی روشنی میں تاریخ کے ہر موڑ پر امت مسلمہ اور مسلمانان برصغیر کی مناسب اور قبل از وقت راہ نمائی فرمائی اور اسے تاریخ کا حصہ بنا دیا۔ مگر برا ہو تعصب کا جو ہر حسینؓ کو ہی کافر و مفسد قرار دے دیتا ہے۔ وہ کیا سچ بات کہی تھی جناب نعیم صدیقی صاحب نے ''عشق کی نگری کا یہ دستور ہے کلمہ خیر کہئے اور گالیاں کھائیے۔ پھول برسائیے اور کانٹوں سے دامن بھریئے۔ موتی لٹائیے اور پتھر کھائیے۔ بے لوث خدمت کیجئے اور مجرم ٹھہریئے۔ راستی کے مسلک پر چلئے اور تعزیر بھگتئے۔'' (المودودی مصنف نعیم صدیقی صفحہ 25 الفیصل ناشران و تاجران کتب اردو بازار لاہور مطبع تعریف پرنٹر بار پنجم)

ماہنامہ لولاک کی اس علمی خیانت پر کنساس امریکہ میں موجود ہمارے سکالر جناب بشیر احمد طاہر صاحب نے فوری طور پر محاکمہ کیا ہے اور بیسویں صدی کے دوران عالم اسلام اور برصغیر کے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے امام جماعت احمدیہ کے علمی اور قلمی جہاد کی روشنی میں تاریخ کے اصل حقائق قارئین قندیل حق کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے سلسلہ وار مضامین تحریر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ادارہ نہایت شکریہ کے ساتھ اس علمی تحقیق کی پہلی قسط قارئین کے لئے پیش کر رہا ہے (مدیر قندیل حق)

حضرت مصلح موعود مرزا بشیر الدین محمود احمد، خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے 52 سالہ طویل دور خلافت (1914 تا 1965) کے دوران عالم اسلام کی رہنمائی اور مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ایک فقید المثال علمی اور قلمی جہاد کیا۔ جس کی تفاصیل آپ کی کتب اور دیگر تحریرات، خطبات، تقاریر اور ارشادات کی شکل میں محفوظ کر دی گئی ہیں۔ ان تفاصیل کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ کسی ایک مضمون میں اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا قارئین ''قندیل حق'' کے لئے حضرت مصلح موعود کی کتب اور دیگر تحریرات پر مبنی آپ کے اس علمی اور قلمی جہاد کے چند اہم پہلوؤں کا مختصر جائزہ پیش کرنے کی

خاطر سلسلہ وار مضامین شروع کئے جارہے ہیں۔ یہ اس سلسلے کا پہلا مضمون ہے۔

حضرت مصلح موعود نے عالم اسلام کی رہنمائی اور حقوق کے تحفظ کے حوالے سے جن اہم معاملات اور امور کے بارے میں کتب لکھیں، پمفلٹ تحریر کئے اور اخبارات اور رسائل میں مضامین لکھے، ان میں سے چند اہم امور درج ذیل ہیں: 1۔ خلافت عثمانیہ اور عرب ممالک کی صورتحال۔ 2۔ تحریک خلافت اور ترک موالات۔ 3۔ عراق میں نازی جرمنی اور اٹلی کی مداخلت کے موقع پر رہنمائی۔ 4۔ مسئلہ فلسطین اور اسرائیل کا قیام۔ 5۔ تحریک شدھی ملانہ کے خلاف جہاد۔ 6۔ برصغیر کے مسلمانوں اور دیگر اقوام کے باہمی تعلقات۔ 7۔ رسول اکرم ﷺ کی عزت اور ناموس کا تحفظ اور مسلمانوں کا فرض۔ 8۔ مسلمانوں کے حقوق، آزادی اور ان کی انفرادی اور قومی ذمہ داریاں۔ 9۔ سیاسی اور قومی معاملات اور ہندوستان کی تحریک آزادی۔ 10۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے رہنمائی اور خدمات۔ 11۔ تحریک آزادی کشمیر۔ 12۔ قیام پاکستان کے بعد قومی معاملات اور ملکی ترقی کے حوالے سے رہنمائی۔

زیر نظر مضمون میں بیسویں صدی کے دوران خلافت عثمانیہ اور عرب ممالک کی صورتحال، تحریک خلافت اور ترک موالات، عراق میں نازی جرمنی اور اٹلی کی مداخلت کے موقع پر رہنمائی، اور مسئلہ فلسطین اور اسرائیل کے قیام کے بارے میں حضرت مصلح موعود کی رہنما تحریروں کی روشنی میں بیسویں صدی کے دوران حالات و واقعات کا تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔

ا۔ خلافت عثمانیہ اور عرب ممالک کی صورتحال کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کی رہنمائی

حضرت مصلح موعود نے 9 نومبر 1914ء کو ”جماعت احمدیہ“ کے عنوان سے ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں حضرت مصلح موعود نے جنگ عظیم اوّل کے دوران ترکی کے جنگ میں بحیثیت جرمنی کے حلیف شامل ہونے پر تبصرہ کیا ہے۔ اس وقت ترکی کی سلطنت تمام اسلامی دنیا میں واجب احترام تھی۔ لیکن مسلمانان ہند نے ترکی کے جرمنی کا حلیف بننے کے اقدام کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اسے اس لڑائی میں غیر جانبدار رہنے کا مشورہ دیا لیکن ترکوں نے اس مشورہ کو حقارت سے ٹھکرا دیا۔

اس مضمون میں آپ نے ترکی کی جنگ میں شرکت کو بے وجہ اور بے سبب قرار دیا ہے اور افراد جماعت کی رہنمائی کے لئے خلافت ترکیہ کے بارے میں جماعت کی پالیسی کی وضاحت کی ہے اور افراد جماعت کو ترکی کے اس فیصلے کی حمایت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے حوالے سے بتایا کہ حضرت اقدسؑ سلطان ترکی کے دعویٰ خلافت کو غلط قرار دیتے ہیں اس کی حکومت سے انگریزوں کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں لہٰذا جماعت احمدیہ کو گورنمنٹ برطانیہ سے وفاداری اور اس کی اعانت کرنی چاہیئے اور اس کا خیر خواہ ہونا چاہیئے۔ نیز احباب جماعت کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ وہ دوسروں کو بھی یہ سمجھاتے رہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ کی فرمانبرداری ان کا مذہبی فریضہ ہے۔ کیونکہ جس امن سے ہم گورنمنٹ برطانیہ کے ماتحت زندگی بسر کر رہے ہیں وہ امن ہرگز کسی اسلامی یا غیر اسلامی سلطنت میں ہمیں نہیں مل سکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نہایت دوراندیشی سے جماعت کو وقتی فوائد اور سطحی جذبات سے بچتے ہوئے صحیح قرآنی تعلیم کے مطابق طرز عمل اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

”پس میں تمام جماعت کو اس اعلان کے ذریعے سے یہ اطلاع دیتا ہوں کہ اپنے امام کے حکم کے ماتحت ہر طرح سے گورنمنٹ برطانیہ (حکومت

وقت ۔ناقل) کے خیر خواہ رہیں اور ہر ممکن طریق سے اس کی مدد اور اعانت کرتے رہیں ۔۔۔ میں اپنی جماعت کو اس امر کی بھی تاکید کرتا ہوں کہ وہ آجکل دعاؤں اور آہ وزاری پر بہت زور دیں اور اپنے نفوس میں تبدیلی پیدا کریں۔

(یہ مضمون ریویو آف ریلیجنز قادیان کی جلد نمبر 13 شمارہ نمبر 11 کے صفحات نمبر 421 تا 427 پر شائع ہوا اور یہ انوار العلوم میں بھی شامل ہے۔دیکھیں جلد 2، کتاب نمبر 6'' جماعت احمدیہ''،صفحہ نمبر 145 تا 152)

18 ستمبر 1919 کو حضرت مصلح موعود نے ''ترکی کا مستقبل'' کے عنوان سے ایک اور کتاب تحریر فرمائی۔ وہ ایک ایسا وقت تھا جب کہ ترکی حکومت خطرے میں تھی۔ اس کتاب میں آپ نے اتحاد ملت کے ہر موقع سے پوری طرح فائدہ اٹھانے کے لئے نہایت مدبرانہ رہنمائی کرتے ہوئے مختلف الخیال مسلمانوں کے اتحاد و اجتماع کے لئے آپ نے یہ رہنما اصول بیان فرمایا کہ:

میرے نزدیک اس جلسہ کی بنیاد صرف یہ ہونی چاہئے کہ ایک مسلمان کہلانے والی سلطنت کو۔۔۔ ہٹا دینا یا ریاستوں کی حیثیت دینا ایک ایسا فعل ہے جسے ہر ایک فرقہ جو مسلمان کہلاتا ہے ناپسند کرتا ہے اور اس کا خیال بھی اس پر گراں گزرتا ہے۔

ترک سلطنت اور مرکز اسلام۔حجاز۔ کے متعلق نہایت متوازن رہنمائی کرتے ہوئے حضور نے فرمایا: عرب کی غیرت قومی جوش مار رہی ہے اور اس کی حریت کی رگ پھڑک رہی ہے۔۔۔۔ تیرہ سو سال کے بعد اب وہ پھر اپنی اپنی چار دیواری کا آپ حاکم بنا ہے اور اپنے حسن انتظام اور عدل وانصاف سے اس نے اپنے حق کو ثابت کر دیا ہے اس کے متعلق کوئی نئی تجویز نہ کامیاب ہو سکتی نہ کوئی معقول انسان اس کو قبول کر سکتا ہے۔

صرف جلسوں اور لیکچروں سے کام نہیں چل سکتا نہ روپیہ جمع کر کے اشتہاروں اور ٹریکٹوں کے شائع کرنے سے۔۔۔۔ بلکہ ایک باقاعدہ جدوجہد سے جو دنیا کے تمام ممالک میں اس امر کے انجام دینے کے لئے کی جاوے۔ یہ زمانہ علمی زمانہ ہے اور لوگ ہر ایک بات کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں ۔۔۔۔ پس اس مشکل کام کو پورا کرنے کے لئے باقاعدہ انتظام ہونے چاہیئے۔۔۔۔ بے فائدہ کام دانا کا کام نہیں۔

اس کے بعد حضور نے ترکوں یا اسلام کے خلاف بغض وتعصب کی وجہ بیان کی ہے اور اس صورت حال کی تبدیلی کے لئے حضور نے یہ رہنمائی فرمائی کہ:

مسلمان اپنی غلطی سے تائب ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور خود اسلام کو سمجھیں اور اس کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور دوسروں کو آگاہ کریں تا کہ وہ نکبت وادبار جو اس وقت مسلمانوں پر آ رہا ہے وہ دور ہو۔۔۔۔ اگر مذہب کی خاطر انہوں نے تبلیغ نہیں کی اگر خدا کے حکم کے ماتحت اس بے نظیر تعلیم کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا تو اب اپنی حیات کے قیام کے لئے ہی کچھ کوشش کریں۔ کیونکہ ان کی زندگی اور اسلام اب لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔

(انوار العلوم جلد 4، کتاب نمبر 14، ''ترکی کا مستقبل'')

جنگ عظیم اوّل کے خاتمے کے بعد فاتح اتحادی ممالک کی اتحادی افواج اور سلطنت عثمانیہ اور مسلم دنیا کے درمیان 10 اگست 1920 کو معاہدہ سیورے (Treaty of Sevres) کیا گیا۔ اس معاہدے میں فاتح اتحادی ممالک نے دولت عثمانیہ (ترکی) سے صلح کی جو شرائط طے کیں وہ انتہائی ذلت آمیز تھیں۔ ان کی رو سے سلطنت ترکی کے حصے بخرے کر دیئے گئے۔ اس کی بحری وبری اور ہوائی افواج نہایت محدود کر دی گئیں۔ اور اس پر بعض اور کڑی پابندیاں بھی لگا دی گئیں۔ ان حالات میں ترکی کی سلطنت کے ساتھ صلح کی شرائط کے مسئلہ پر غور کرنے اور مسلمانوں کے لئے آئندہ طریق عمل سوچنے اور تجویز کرنے کے لئے یکم ودو جون 1920 کو الٰہ آباد میں خلافت کمیٹی کے تحت ایک کانفرنس کا انعقاد کیا جانا مقرر ہوا۔ جمیعۃ العلما

ہند کے مشہور لیڈر جناب مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے 30 مئی 1920 کو حضرت مصلح موعود کی خدمت میں ایک خط کے ذریعے اس کانفرنس میں اپنے خیالات کے اظہار کے لئے دعوت دی چنانچہ حضور نے ”معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ روّیہ“ کے عنوان سے ایک دن میں یہ مضمون تحریر فرمایا اور اسے راتوں رات چھپوا کر حضرت مولانا سیّد محمد سرور شاہ صاحب، حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب اور حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ بھجوادیا۔“(تاریخ احمدیت جلد نمبر 5 صفحہ 263۔264)

حضرت مصلح موعود نے اپنے اس مضمون میں معاہدہ ترکیہ کے نقائص کی نشاندہی فرما کر اس کے بداثرات سے بچنے کے لئے مسلمانوں کے سامنے بعض تجاویز پیش فرمائی تھیں۔حضور نے نہایت مدلل انداز میں اپنے موقف کو پیش کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ جو تجاویز ہجرت، جہاد عام اور گورنمنٹ سے قطع تعلق کرنے کی پیش کی جارہی ہیں۔ یہ ناقابل عمل اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے والی ہیں۔حضور نے اپنی طرف سے یہ تجویز فرمایا کہ مسلمان متفق اللسان ہو کر اتحادی حکومتوں پر یہ بات واضح کردیں کہ چونکہ انہوں نے ترکوں سے صلح کی شرائط اپنے تجویز کردہ قواعد کے خلاف رکھی ہیں اور اس معاہدہ میں مسیحی تعصب دکھائی دیتا ہے۔ نیز ان شرائط میں سرمایہ داروں (Capitalists) کے مفادات کو مدنظر رکھا گیا ہے لہٰذا مسلمان اس فیصلہ کو ناپسند کرتے اور اسے تبدیل کرنے کی اپیل کرتے ہیں۔

اس مضمون میں حضور نے مذکورہ تجویز کے علاوہ اسلام اور مسلمانوں کی ترقی و بہبود کے لئے بلا تاخیر ایک عالمگیر لجنہ اسلامیہ (یعنی مؤتمر عالم اسلامی) قائم کرنے کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ یاد رہے کہ اس تجویز پر عمل درآمد اس وقت ہوا جب کہ 1926 میں سعودی عربیہ کے فرمانروا عبدالعزیز آل سعود نے اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ اور خدمات کے لئے مؤتمر العالم الاسلامی کے قیام کا اعلان کیا۔ یہ تنظیم اس وقت تک قائم ہے۔

اس کے بعد اس قسم کی کئی دیگر تنظیمیں بھی قائم کی جا چکی ہیں جن میں چند نمایاں نام درج ذیل ہیں:

1۔رابطہ عالم اسلامی 2۔اسلامی کانفرنس کی تنظیم (او آئی سی) 3۔تنظیم تعاون اسلامی (معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ روّیہ۔انوار العلوم جلد 5 کتاب نمبر 11)

1920 میں ترکی کی دولت عثمانیہ کے خاتمہ کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں نے ترک موالات کا نعرہ بلند کیا۔حضرت مصلح موعود نے اپنے مضمون معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ روّیہ میں مسلمانوں کو اس تحریک ترک موالات کے نقصانات سے بروقت آگاہ فرمادیا تھا۔مگر افسوس کہ اس وقت کے مسلمانوں نے اس پرخلوص آواز پر توجہ نہ دی اور کانگرسی لیڈر مسٹر گاندھی کی قیادت میں یکم اگست 1920 سے برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کا منظم پروگرام شروع کر کے ملک میں ایک ایسی آگ لگا دی کہ جس سے ملک کا کوئی صوبہ اور ضلع محفوظ نہ رہا۔مسلمان اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ کر افغانستان کی طرف ہجرت کرنے لگے۔

ان حالات میں حضرت مصلح موعود نے 1920 میں ”ترک موالات اور احکام اسلام“ نامی یہ کتاب تصنیف فرمائی اور ان خیالات کو جو حضور معاہدہ ترکیہ اور مسلمانوں کا آئندہ روّیہ میں پیش فرما چکے تھے قرآن اور احادیث نبویہ کی روشنی میں بڑی شرح و بسط کے ساتھ ایک بار پھر اس کتاب میں پیش فرمایا۔حضور کی یہ تصنیف دسمبر 1920 ہی میں شائع ہوئی تھی۔(تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 267 تا 270)

حضور نے اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا۔۔۔۔میں نے یہ رسالہ محض ہمدردئی احباب کو مدنظر رکھ کر لکھا ہے اور امید کرتا ہوں کہ اس کے ذریعے ہر ایک وہ شخص جو قرآن کریم اور ارشادات نبوی کا شیدائی ہے ترک موالات کے مسئلہ کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کے قابل ہوجائے گا۔

حضور نے اس لاجواب تصنیف میں ترک موالات کے معانی اور ترک موالات کے بارے میں مسلمان علماءُ کی طرف سے دیئے گئے فتووں میں پیش

کردہ آیات کے حقیقی مفہوم کو تفصیل کے ساتھ پیش فرمایا ہے اور ترک موالات کی تائید میں دیئے جانے والے دلائل کا پرزور انداز میں رد فرمایا ہے۔

حضور نے قرآن کریم کی رو سے ترک موالات کے چار نقصانات اور ترک موالات کے متعلق قرآن کریم کے دو بنیادی احکام بیان کرتے ہوئے اپنا یہ نقطہ نظر پیش فرمایا ہے کہ ترک موالات کی کوئی صورت بھی اس زمانہ میں جائز نہیں اور اس وقت بالخصوص حکومت کے خلاف اس کا وجوب تو الگ رہا اس کے جواز کا فتویٰ دینا بھی ظلم اور تعدی ہے۔

1925 میں عرب کے حالات خانہ جنگی کی وجہ سے خراب تھے امیر ابن سعود حاکم نجد مکہ مکرمہ پر قابض تھے اور جدہ کی بندرگاہ جہاں حاجیوں کے جہاز آکر ٹھہرتے تھے پر شریف علی کا قبضہ تھا۔ اور دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ ان مخدوش حالات کی وجہ سے ہندوستان میں علمائے اسلام کے سامنے اس سال حج بیت اللہ کے جواز یا عدم جواز کا سوال پیش تھا۔ اس پر جون 1925 میں مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے حضور نے ’’حج بیت اللہ اور فتنہ حجاز‘‘ کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ جس میں آپ نے فرمایا:

میں اپنے تمام دوستوں کو شروع مضمون میں ہی بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس سال حج کرنا فتنہ کا موجب ہے اور شریعت کے حکم کے ماتحت اس حج کے ارادہ میں التوا کرنا بہتر ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ حج بہر صورت اور ہر حالت میں فرض نہیں ہے بلکہ اسی وقت اور اسی پر فرض ہوتا ہے جب اور جس شخص میں بعض شرائط پائی جائیں اور انہی شرائط میں سے ایک امن کا وجود بھی ہے۔

1925 میں حجاز عرب کی حالت اور امیر ابن سعود اور شریف علی کی باہم چپقلش اور اس کی وجوہ بیان کرنے کے بعد حضور نے ترکی کے جنگ عظیم میں شامل ہونے کے اثرات اور مغربی اقوام کے ردعمل کو عام فہم انداز میں بیان کرتے ہوئے آخر میں شریف مکہ اور انگریزوں کے تعلقات پر سیر حاصل بحث فرمائی۔

خاندان ابن سعود کے تاریخی حالات اور اس ضمن میں مشہور عرب رہنما محمد بن وہاب کی اصلاحی تحریک کا ذکر کر کے فرمایا:

مندرجہ بالا حالات سے یہ امور بخوبی روشن ہو جاتے ہیں کہ موجودہ جنگ حجاز کوئی نئی جنگ نہیں بلکہ یہ ایک ڈیڑھ سو سالہ پرانا قصہ ہے۔ پچھلے ڈیڑھ سو سال میں قریباً بغیر وقفے کے وہابیوں نے سب عرب پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے مگر سنیوں نے ان کا مقابلہ کیا ہے۔

آخر میں حضور نے دعا فرمائی کہ:

اللہ تعالیٰ اس فتنہ و فساد میں سے ایسے خیر و خوبی کے پہلو پیدا کرے کہ اسلام کا بول بالا ہو اور حجاز مسیحی اثر سے بالکل پاک رہے اور دجال کا رعب خانہ خدا میں رہنے والے لوگوں کے دلوں سے دور رہے۔ (انوار العلوم جلد 9 کتاب ’’حج بیت اللہ اور فتنہ حجاز‘‘، 6)

2۔ عراق میں نازی جرمنی اور اٹلی کی مداخلت کے موقع پر رہنمائی

پہلی جنگ عظیم کے بعد عراق 1932 میں تیکنیکی طور پر آزاد ہو چکا تھا اور اس پر شریف مکہ حسین کے بیٹے فیصل کی حکومت قائم کر دی گئی تھی۔ جب کہ 1930 میں عراق اور برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کی رو سے امن کے زمانہ میں برطانیہ بصرہ اور حبانیہ کے قریب اپنے ہوائی اڈے رکھے گا۔ اور اسے عراق کی سرزمین میں سے اپنی افواج اور ان کے لئے رسد گذارنے کی سہولت ملے گی۔ اس معاہدہ کے مطابق اگر برطانیہ کو کسی سے جنگ درپیش ہو تو اس صورت میں اسے جنگی مقاصد کے لئے عراق کی بندرگاہیں، دریا، اور ذرائع مواصلات اور ہوائی اڈے استعمال

کرنے کا اختیار مل جائے گا۔

جب دوسری جنگ عظیم کا آغاز ہوا تو عراق کی حکومت نے جرمنی سے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے لیکن جب اٹلی جرمنی کے اتحادی کے طور پر جنگ میں شامل ہوا تو عراق نے اس سے اپنے سفارتی تعلقات ختم نہیں کئے اور دوسری جنگ عظیم کے دوران عراق میں اٹلی کے سفارت خانے کو محوری طاقتیں یعنی اٹلی اور جرمنی اپنے پروپیگنڈا کے لئے استعمال کر رہی تھیں۔ دوسری جنگ عظیم کے شروع ہونے سے ذرا قبل مفتیٔ اعظم فلسطین نے بھی عراق میں پناہ لے لی تھی اور وہ بھی برطانیہ اور اتحادی قوتوں کے خلاف بیانات دے رہے تھے۔ اور ان کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ برطانیہ نے اپنے وہ وعدے پورے نہیں کئے تھے جو اس نے پہلی جنگ عظیم کے دوران کئے تھے۔ اس پس منظر میں مارچ 1941 میں رشید علی عراق کے وزیر اعظم بن گئے۔ رشید علی جرمنی کی نازی حکومت سے ملے ہوئے تھے اور انہوں نے کچھ اعلیٰ افسران کے ساتھ مل کر جرمنی کے ساتھ تعاون کرنے کا ایک منصوبہ بنایا۔ اس صورتحال میں عراق میں بادشاہ کے قائم مقام امیر عبداللہ عراق سے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔

برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر چرچل نے اس صورتحال میں ہندوستان کے وائسرائے کو کہا کہ وہ وہاں سے کچھ افواج بصرہ بھجوائیں، چنانچہ انہوں نے ایک بریگیڈ جو کہ ملایا جانے کیلئے تیار تھا بصرہ بھجوا دیا۔ دو مزید بریگیڈ بھجوانے کی تیاری ہو رہی تھی اور اس کے لئے عراق کے وزیر اعظم رشید علی کو مطلع کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب تک بصرہ میں پہلے سے اتاری گئی افواج وہاں سے کہیں منتقل نہیں کر دی جاتیں وہ بصرہ میں مزید فوج اتارنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ لیکن برطانیہ کی حکومت نے اپنی افواج کو حکم دیا کہ وہ بصرہ میں مزید فوج اتارنا شروع کر دیں۔ وزیر اعظم رشید علی جرمنی کی مدد پر انحصار کر رہے تھے لیکن ابھی وہ پوری طرح مدد پہنچانے کی پوزیشن میں نہیں آئے تھے کہ ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہو گئی اور رشید علی کی افواج عراق میں موجود برطانیہ کی افواج کے خلاف متحرک ہو گئیں۔ عسکری لحاظ سے یہ کوئی عقلمندی کا فیصلہ نہیں تھا کہ مناسب طاقت جمع کئے بغیر ایک طاقتور دشمن سے ٹکر لے لی جائے۔

اس صورتحال میں مسلمان برطانیہ سے نالاں تھے کہ اس نے پہلی جنگ عظیم کے دوران عربوں سے کئے گئے وعدے پورے نہیں کئے تھے اور اس وقت دوسری جنگ عظیم کے دوران برطانیہ اپنے اتحادیوں سمیت جرمنی اور اس کے اتحادیوں کے ساتھ نبرد آزما تھا۔ لیکن کیا اس موقع پر یہ عقلمندی ہوتی کہ نازی جرمنی سے اتحاد کر کے انہیں یہ دعوت دی جائے کہ وہ عرب ممالک میں آ کر برطانیہ کے خلاف جنگ کریں یا اس کے نتیجہ میں برطانیہ کی برتری کے نیچے سے نکل کر ایک بدتر حاکم کے ماتحت جانے کا اندیشہ تھا۔ اور اس بات کا بھی اندیشہ تھا کہ مغربی افواج کی جنگ عرب ممالک میں لڑی جائے۔ ان کی آبادی، ان کے گاؤں، ان کے شہر بمباری اور ہر طرح کے نقصانات کا نشانہ بنیں گے اور جو فائدہ ہوگا وہ بڑی طاقتوں میں سے کسی ایک کا ہوگا۔

یہ موقع تھا کہ اس بات کو اندھے جذبات کی بجائے دور اندیشی اور عقل سے حل کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت مصلح موعود نے قوم کی رہنمائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں آپ نے 25 مئی 1941 کو ریڈیو پر خطاب کیا۔ آپ کی یہ تقریر آل انڈیا ریڈیو سٹیشن لاہور سے نشر ہوئی اور اسے دہلی اور لکھنؤ کے سٹیشنوں سے بھی نشر کیا گیا۔ آپ نے عراق میں ہونے والی جنگ کے بارے میں فرمایا:

''اس فتنہ کے نتیجے میں ترکی گھر گیا ہے، ایران کے دروازے پر بھی جنگ آ گئی ہے، شام جنگ کا راستہ بن گیا ہے، عراق جنگ کی آماجگاہ بنا ہوا ہے، افغانستان جنگ کے دروازے پر آ کھڑا ہوا ہے اور سب سے بڑا خطرہ یہ پیدا ہو گیا ہے کہ وہ مقامات (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) جو ہمیں ہمارے وطنوں، ہماری جانوں اور ہماری عزتوں سے بھی زیادہ عزیز ہیں جنگ ان کی سرحدوں تک آ گئی ہے۔۔۔۔ اور یہ سب کچھ ہمارے چند بھائیوں کی غلطی سے ہوا ہے۔۔۔ ان حالات میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو اس کی ابتدا میں ہی دبا دینے کی کوشش کرے۔ ابھی وقت ہے کہ جنگ کو پرے

دھکیل دیا جائے کیونکہ ابھی عراق اور شام میں جرمنی اور اٹلی کی فوجیں کسی بڑی تعداد میں داخل نہیں ہوئی ہیں۔اگر خدانخواستہ بڑی تعداد میں فوجیں یہاں داخل ہوگئیں تو یہ کام آسان نہیں رہے گا۔جنگ کی آگ سرعت کے ساتھ صحرائے عرب میں پھیل جائے گی۔۔۔''

''میرے نزدیک عراق کا موجودہ فتنہ صرف مسلمانوں کے لئے تازیانہ عبرت نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی تمام اقوام کے لئے باعث تشویش اور فکر کا موجب ہے کیونکہ عراق میں جنگ کا دروازہ کھل جانے کی وجہ سے جنگ ہندوستان کے قریب آ گئی ہے اور ہندوستان اب اس طرح محفوظ نہیں رہا جس طرح پہلے تھا۔جو فوج عراق پر قابض ہو،عرب یا ایران کی طرف سے آسانی سے ہندوستان کی طرف بڑھ سکتی ہے۔پس ہندوستان کی تمام اقوام کو اس وقت آپس کے جھگڑے بھلا کر اپنے ملک کی حفاظت کی خاطر برطانوی حکومت کی مدد کرنی چاہیئے۔''

(''عراق کے حالات پر آل انڈیا ریڈیو سے تقریر''،مطبوعہ الفضل 27 مئی 1941،دیکھیں انوار العلوم،جلد 16،کتاب نمبر 5)۔

3۔مسئلہ فلسطین اور اسرائیل کے حوالے سے رہنمائی

فلسطین کی تقسیم کا منصوبہ اقوام متحدہ کی ایک تجویز تھی جس میں برطانوی مینڈیٹ کے اختتام پر فلسطین کی تقسیم کی سفارش کی گئی تھی۔ 29 نومبر 1947 کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اس منصوبے کو قرارداد 181 (II) کے طور پر منظور کیا گیا۔(تفصیل کے لئے دیکھیں : wikipedia.org)

فلسطین کی تقسیم سے لے کر آج تک فلسطینی مسلمان جن تکلیف دہ حالات سے گزر رہے ہیں اور انہیں جس تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا ہے،امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی کی فراست،دوراندیشی اور عمیق نظر نے اسے پہلے دن سے ہی دیکھ لیا تھا۔اس سلسلہ میں آپ کی چند اہم تحریروں کا مختصر ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔جن سے ارض فلسطین کی تاریخی حیثیت،مختلف ادوار میں یہود،عیسائیوں اور مسلمانوں کے اس سر زمین پر قبضہ کی تفصیلات،1948 میں فلسطین کی دو حصوں میں تقسیم اور اسرائیل کا قیام اور مستقبل میں ہونے والے امکانی واقعات اور اس سرزمین پر مسلمانوں کے دوبارہ غلبہ حاصل کرنے کی حکمت عملی کے بارے میں آگاہی حاصل ہوسکتی ہے۔

ارض فلسطین کی حیثیت از روئے قرآن اور بائبل

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد نے سورۃ انبیاء کی آیت نمبر 106 ''ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون'' کی تفسیر میں فلسطین کی تاریخ اور مختلف ادوار میں ہونے والے واقعات اور ادوار حکومت کے بارے میں بہت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ بالآخر فلسطین پر مسلمانوں کا غلبہ کب اور کیسے وقوع پذیر ہوگا۔مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے آپ بیان فرماتے ہیں:

''(اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے ہم نے زبور میں کچھ شرائط بیان کرنے کے بعد یہ بات لکھ چھوڑی ہے کہ ارض مقدس کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے اس میں عبادت گذار بندوں کے لئے ایک پیغام ہے اور ہم نے تجھ کو ساری دنیا کی طرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔مطلب یہ ہے کہ بائبل میں جو یہ پیشگوئی تھی کہ صرف خدا کے نیک بندے ارض مقدس میں رہیں گے اس سے کوئی اس وقت دھوکا نہ کھائے جبکہ بنی اسرائیل اس ملک پر غالب آجائیں گے۔کیونکہ اس پیشگوئی میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اگر کوئی وقفہ پڑا تو پھر خدا کے بندے اس ملک پر غالب آجائیں گے اس لئے فرماتا ہے کہ عبادت گذار بندوں کے لئے اس میں ایک پیغام ہے یعنی مسلمانوں کو تو ہوشیار کردے کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ پھر بنی اسرئیل اس پر قابض ہوجائیں گے اس

لئے یہاں عابدین کا لفظ داؤدؑ کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا اور بتایا کہ میرے بندوں کو کہہ دے کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ اگر کسی وقت تم نے میرے عباد بننے میں کمزوری دکھائی تو پھر اللہ تعالیٰ یہودیوں کو اس ملک میں واپس لے آئے گا۔

لیکن مسلمانوں کو چاہیے کہ پھر عبادت گذار بن جائیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ پھر غالب آ جائینگے اور ان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رسول کریم ﷺ سب زمانوں کے لئے رحمت ہیں اور رسول کریم ﷺ کا زمانہ اس وقت ختم نہیں ہو جاتا جب بنی اسرئیل فلسطین پر قابض ہوں۔ بلکہ اس کے بعد بھی وہ زمانہ ہے جس کے لئے رسول کریم ﷺ رحمت ہیں۔ پس مایوس نہیں ہونا چاہیے جب دوبارہ رحمت الٰہی جوش میں آ جائیگی مسلمان دوبارہ فلسطین میں غالب آ جائیں گے۔ (تفسیر کبیر جلد 8 ص 105 تا 114 نیا ایڈیشن یو کے)

حضرت مصلح موعود نے فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں زبور کی جس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کا ذکر زبور باب 37 آیت 1 تا 11 میں آتا ہے''۔ اسی طرح زبور باب 37 آیت 29 میں لکھا ہے۔''صادق زمین کے وارث ہونگے اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے''۔

مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وعدہ ارض مقدس کے متعلق بنی اسرائیل سے کیا گیا تھا۔ یہ کوئی غیر مشروط وعدہ نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ نیکی اور تقویٰ اور صلاحیت کی شرط لگائی گئی تھی اور انہیں کھلے طور پر بتا دیا گیا تھا کہ اگر تم نے شرارتوں پر کمر باندھ لی اور بدکرداریوں کو اپنا شیوہ بنا لیا تو یہ ملک تم سے چھین لیا جائے گا۔'' (تفصیل کے لئے دیکھیں استثناء باب 28 آیت 63، 64) مگر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو یہ بھی خبر دے دی کہ اس عذاب کے بعد بنی اسرائیل نے اپنے اندر تبدیلی پیدا کی تو ان پر پھر رحم کیا جائیگا۔ چنانچہ فرمایا۔''خداوند تیرا خدا تیری اسیری کو پلٹ کر تجھ پر رحم کریگا اور پھر کر تجھ کو سب قوموں میں سے جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھ کو پراگندہ کیا ہو جمع کرے گا اگر تیرے آوارہ گروہ دنیا کے انتہائی حصوں میں بھی ہوں تو وہاں سے بھی خداوند تیرا خدا تجھ کو جمع کر کے لے آئیگا۔ (استثناء باب 30 آیت 3 و 4)۔

مگر اس کے بعد پھر دوبارہ ایک تباہی کی خبر دی گئی اور بتایا گیا کہ یہود پھر سرکش ہو جائیں گے اور پھر ان پر الٰہی عذاب نازل ہوگا اور وہ اس ملک سے نکال دیئے جائنگے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ نے اس کی بھی پیشگوئی کی۔ (دیکھیں استثناء 32 آیت 16 تا 25)۔

اس پیشگوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: غرض حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ بنی اسرئیل کو دو تباہیوں کی خبر دی گئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ اس ملک پر تمہارا قبضہ دائمی نہیں ہوگا۔ بلکہ پہلے تمہارا قبضہ ہوگا اور پھر تم نکالے جاؤ گے۔ پھر تمہارا قبضہ ہوگا اور پھر تم نکالے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام کس شان اور عظمت سے پورا ہوا۔ اس کی تفصیل سورۃ بنی اسرائیل (آیات 5 تا 9) کی تفسیر کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل، تفسیر کبیر جلد 6 ص 257 تا 450 نیا ایڈیشن یو کے)

سورۃ الانبیاء اور سورۃ بنی اسرائیل کی مندرجہ بالا آیات کی مفصل تفسیر کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ اس تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے اس جگہ مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں:

1۔ یہ ملک یہود سے چھین کر ایک اور قوم کو دے دیا جائے گا۔ 2۔ کچھ عرصے کے بعد پھر یہ ملک یہود کو واپس مل جائے گا۔ 3۔ کچھ عرصے کے بعد یہ پھر ان سے چھین لیا جائے گا۔ 4۔ اس کے بعد یہ ملک پھر واپس کیا جائے گا۔ مگر یہود کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ بلکہ موسوی سلسلے کے ماننے والوں یعنی عیسائیوں کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ 5۔ اگر پھر یہ شرارت کی گئی (اب اس میں عیسائی بھی شامل ہو گئے کیونکہ وہ بھی یہودیوں کا ایک گروہ تھے۔) تو پھر یہ زمین ان سے چھین لیجائے گی اور ایک اور قوم کو دے دی جائے گی یعنی مسلمانوں کو''۔

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ موجودہ دور میں فلسطین یہود کو کیوں ملا؟ حضرت مصلح موعود تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں ’’پھر آگے چل کر (اللہ تعالیٰ)فرماتا ہے کہ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا (الاسراء105)۔پھراس کے بعد ایک اور وقت آئے گا۔کہ یہودیوں کو دنیا کے اطراف سے اکٹھا کر کے فلسطین میں لا کر بسا دیا جائے گا چنانچہ وہ وقت اب آیا ہے۔جب کہ یہودی اس جگہ پر قبضہ کئے ہوئے ہیں۔کراچی اور لاہور میں جب بھی گیا ہوں مسلمان مجھ سے پوچھتے رہے ہیں کہ یہ تو خدائی وعدہ تھا کہ یہ سرزمین مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گی۔پھر یہودیوں کو کیسے مل گئی۔میں نے کہا۔کہاں وعدہ تھا۔قرآن میں تو لکھا ہے کہ۔پھر یہودی بسائے جائیں گے۔کہنے لگے۔اچھاجی یہ تو ہم نے کبھی نہیں سنا۔میں نے کہا تمہیں قرآن پڑھانے والا کوئی ہے ہی نہیں تم نے سننا کہاں سے ہے۔میری تفسیر پڑھو تو اس میں لکھا ہوا موجود ہے۔تو یہ جو وعدہ تھا کہ پھر یہودی ارض کنعان میں آجائیں گے قرآن میں لکھا ہوا موجود ہے۔سورہ بنی اسرائیل رکوع 12 میں یہ لکھا ہوا ہے۔کہ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا (الاسراء105۔جب وہ آخری زمانہ کا وعدہ آئے گا۔پھر ہم تم کو اکٹھا کر کے اس جگہ پر لے آئیں گے‘‘۔

’’تو اس وقت یہود کا عارضی طور پر قبضہ جس میں صرف چند سال گذرے ہیں اسلام کے منسوخ ہونے کی علامت کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو اس کے صادق ہونے کی علامت ہے۔جب اس نے خود یہ پیشگوئی کی ہوئی تھی کہ ایک دفعہ مسلمانوں کو نکالا جائے گا اور یہودی واپس آئیں گے تو یہودیوں کا واپس آنا اسلام کے منسوخ ہونیکی علامت نہیں اسلام کے سچا ہونے کی علامت ہے۔کیونکہ جو کچھ قران نے کہا تھا وہ پورا ہو گیا۔باقی رہا یہ کہ پھر عبادی الصالحون کے ہاتھ میں کس طرح رہا؟۔سواس کا جواب یہ ہے کہ عارضی طور پر قبضہ پہلے بھی دو دفعہ نکل چکا ہے۔اور عارضی طور پر اب بھی نکلا ہے۔اور جب ہم کہتے ہیں کہ ’’عارضی طور پر‘‘ تو لازماً اس کے معانی یہ ہیں کہ پھر مسلمان فلسطین میں جائیں گے اور بادشاہ ہوں گے اور لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے اور لازماً اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ سارا نظام جس کو یو۔این۔او کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جارہا ہے۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے گا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں۔اور پھر اس جگہ پر لا کر مسلمانوں کو بسائیں۔دیکھو حدیثوں میں یہ پیشگوئی آتی ہے۔حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ فلسطین کے علاقے میں اسلامی لشکر آئے گا اور یہودی اس سے بھاگ کر پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے۔اور جب کوئی مسلمان سپاہی اس پتھر کے پاس سے گذرے گا تو وہ پتھر کہے گا کہ اے مسلمان خدا کے سپاہی میرے پیچھے ایک یہودی کافر چھپا ہوا ہے اس کو مار جب رسول کریم ﷺ نے یہ بات فرمائی تھی اس وقت کسی یہودی کا فلسطین میں نام ونشان بھی نہیں تھا۔اس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے رسول کریم ﷺ پیشگوئی فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں یہودی اس ملک پر قابض ہوئے مگر پھر خدا مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور اسلامی لشکر اس ملک میں داخل ہونگے اور یہودیوں کو چن چن کے چٹانوں کے پیچھے ماریں گے۔پس عارضی میں اس لئے کہتا ہوں کہ۔ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔کا حکم موجود ہے مستقل طور پر تو فلسطین عبادی الصالحون کے ہاتھ میں رہنی ہے۔سو خدا تعالیٰ کے عبادی الصالحون محمد ﷺ کی امت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائیں گے۔نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں نہ ایچ بم کچھ کر سکتے ہیں۔نہ روس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے چاہے دنیا کتنا زور لگالے۔ (تفسیر کبیر جلد 8 ص105 تا114 نیا ایڈیشن یوکے)

1947 میں جب اقوام متحدہ میں تقسیم فلسطین کی تجویز زیر غور آئی تو حضرت مصلح نے اس پر تبصرہ کرنے کے لئے 27 نومبر 1947 کو روزنامہ الفضل لاہور میں ’’تقسیم فلسطین کے متعلق روس اور یونائیٹڈ سٹیٹس کے اتحاد کا راز‘‘ کے عنوان سے ایک اداریہ تحریر کیا جس میں آپ نے بڑی تفصیل سے امت مسلمہ کو تقسیم فلسطین کے سلسلے میں ہونے والے بین الاقوامی دجالی مکروفریب سے آگاہ کر دیا تھا۔اس اداریہ کے چند اہم نکات یہاں بیان کئے

جاتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود عربوں کے حوالے سے اور اسرائیل کے قیام کی اچانک حمایت کرنے کے بارے میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''یہ بات لوگوں کے لئے معمہ بن رہی ہے کہ روس جو کل تک عربوں کی دوستی کا دم بھر رہا تھا یکدم تقسیم فلسطین کا حامی کیوں ہو گیا ہے۔ جب کہ اس وقت سب سے زیادہ رقابت روس اور یونائیٹڈ سٹیٹس میں ہے اور یونائیٹڈ سٹیٹس سب سے زیادہ تقسیم فلسطین کا حامی ہے۔ جس چیز کا یونائیٹڈ سٹیٹس حامی ہو روس کے خطرات اس کے متعلق بہت نمایاں ہونے چاہئیں لیکن پچھلے چند ہفتوں سے یکدم روس نے پلٹا کھایا ہے اور وہ اس معاملہ میں یونائیٹڈ سٹیٹس کی پوری مدد کر رہا ہے مگر انگلستان جو دوسرے معاملات میں یونائیٹڈ سیٹیٹس کا ساتھ دے رہا ہے اس معاملہ میں اس کے خلاف چل رہا ہے۔ یہ کایا پلٹ کیو ہوئی ہے؟ اس کے سمجھنے کیلئے بعض گزشتہ واقعات کے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

اس کے بعد حضرت مصلح موعود نے روس میں بالشویک بغاوت اور روسی انقلاب میں روسی یہودیوں کے کردار پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور لکھا ہے کہ ''سٹالن اصل میں یہودی ہے اسی طرح اور کئی سوویٹ لیڈر یہودی ہیں۔ کچھ ایسی پارٹیاں بھی روس میں ہیں جو سٹالن اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ہیں وہ کبھی کبھی یہ آواز اٹھاتی ہیں کہ موجودہ حکومت یہودیوں کی تائید کرتی ہے اور جب یہ آواز ذرا بلند ہونے لگتی تو سویٹ گورنمنٹ ظاہر داری کے طور پر یہودیوں کو کسی قدر دبا دیتی ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ سوویٹ گورنمنٹ خود اس سکیم کی تائید میں ہے لیکن ہم یہ یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ سوویٹ گورنمنٹ اس تحریک سے فائدہ ضرور اٹھانا چاہتی ہے۔ سویٹ گورنمنٹ کی یہ سوچی ہوئی اور فیصلہ شدہ سکیم ہے کہ وہ کسی طرح میڈی ٹرینین (Medi Terranean) پر قبضہ کرے۔ میڈی ٹرینین پر قبضہ کرنے کے بعد انگلستان اور امریکہ کا تصرف ایشیا پر بالکل ختم ہو جاتا ہے اور مشرقی یورپ اور ایشیا پر اثر پیدا کر لینے کے بعد مغربی یورپ اور امریکہ کی طاقت بالکل ٹوٹ جاتی ہے۔'' اس کے بعد حضرت مصلح موعود نے مشرق وسطیٰ میں روسی اثر و رسوخ میں اضافے کی صورت میں روس کو ہونے والے فوائد کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے وہ تقسیم فلسطین کی حمایت کے لئے آمادہ ہوا ہے۔ بعد ازاں آپ لکھتے ہیں کہ ''دوسرا رخ اس کشمکش کا یہ ہے کہ امریکہ کی اقتصادی مشین بہت حد تک یہودیوں کے قبضہ میں ہے''۔ جس کی وجہ آپ نے یورپی مما لک سے ایک بڑی تعداد میں امریکہ آ کر بس جانے والے یہودیوں کو قرار دیا ہے۔

اداریہ کے آخری حصہ میں حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ ''بظاہر دونوں حکومتیں (روس اور امریکہ) ایک مقصد کی حمایت کر رہی ہیں لیکن دونوں حکومتیں اس لئے اس لئے ایک مقصد کی حمایت کر رہی ہیں کہ روس سمجھتا ہے کہ اب میرا کافی اثر فلسطین پر ہو چکا ہے اور میں فلسطین سے اپنی مرضی کا کام لے سکتا ہوں اور امریکہ یہ سمجھتا ہے کہ فلسطین کی تمام ترقی میری ہی امداد پر منحصر ہے اس لئے میں جس طرح چاہوں گا فلسطین کی یہودی آبادی سے کام لوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا کہ دونوں میں سے کس کا اندازہ صحیح ہے۔ بہر حال دونوں کا مقصد ایک ہے گو ایک دوسرے کے خلاف ہے۔ دونوں ہی قوموں کا مقصد یہ ہے کہ فلسطین کو دوسری قوم سے جنگ کے وقت اپنے اڈہ کے طور پر استعمال کریں۔ روس یہ خیال کرتا ہے کہ میری تدبیر کامیاب ہو چکی اور اب فلسطین کا اڈہ میرے کام آئے گا اور امریکہ یہ سمجھتا ہے کہ میری سکیم زیادہ مؤثر ہے اور فلسطین کا یہودی مجھ سے آزاد ہو کر روس کی طرف نہیں جا سکتا۔ انگریز یہ دیکھ رہا ہے اس کا مقام ان دونوں سکیموں میں کہیں بھی نہیں اس لئے اب وہ فلسطین کی تقسیم کا مخالف ہو رہا ہے لیکن امریکہ کے ڈر کے مارے مخالفت کر بھی نہیں سکتا اس لئے وہ غیر جانبدار حیثیت اختیار کر رہا ہے مگر اوپر کی تفاصیل سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ درحقیقت سب نفسا نفسی کی مرض میں مبتلا ہیں۔ عربوں اور مسلمانوں سے کسی کو ہمدردی نہیں ہے۔ مسلمان صرف اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکتا ہے اور اور اسے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش

کرنی چاہیئے۔''(الفضل لاہور 27 نومبر 1947 بحوالہ ''الفضل کے اداریہ جات''، انوار العلوم، جلد 19، صفحہ نمبر 304 تا 311)

حضرت مصلح موعود نے مسلمانوں کے لئے تقسیم فلسطین کے منفی اثرات کے حوالے سے مئی 1948 میں ہی امت مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لئے'' الکفر ملة واحدة'' کے نام سے ایک کتابچہ تحریر فرمایا، جس میں امت مسلمہ کو انتباہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''فلسطین ہمارے آقا اور مولیٰ کی آخری آرام گاہ کے قریب ہے جن کی زندگی میں بھی یہودی ہر قسم کے نیک سلوک کے باوجود بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے ان کی ہر قسم کی مخالفتیں کرتے رہے، اکثر جنگیں یہود کے اکسانے پر ہوئی تھیں۔ کسریٰ کو رسول کریم ﷺ کے قتل کروانے پر انہوں نے ہی اکسایا تھا۔ خدا نے ان کا منہ کالا کیا مگر انہوں نے خبث باطن کا اظہار کیا۔ غزوہ احزاب کی لیڈری یہود ہی کے ہاتھ میں تھی۔ سارا عرب اس سے پہلے کبھی اکٹھا نہ ہوا تھا۔ مکہ والوں میں ایسی قوت انتظام تھی ہی نہیں۔ یہ مدینہ سے جلاوطن شدہ یہودی قبائل ہی کا کارنامہ تھا کہ انہوں نے سارے عرب کو اکٹھا کر کے مدینہ کے سامنے لا ڈالا۔ خدا نے ان کا بھی منہ کالا کیا مگر یہود نے اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ رسول کریم ﷺ کے اصل دشمن تو مکہ والے تھے مگر مکہ والوں نے کبھی دھوکے سے آپ کی جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ اس کے مقابلہ میں بدبخت یہودی جس کو قرآن کریم مسلمان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیتا ہے اس نے رسول کریم ﷺ کو اپنے گھر بلایا اور صلح کے دھوکہ میں چکی کا پاٹ کوٹھے پر سے پھینک کر آپ کو مارنا چاہا خدا تعالیٰ نے آپ کو اس منصوبہ کی خبر دی اور آپ سلامت وہاں سے نکل آئے۔ یہودی قوم کی عورت نے آپ کی دعوت کی اور زہر ملا ہوا کھانا آپ کو کھلایا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے اس موقع پر بھی بچا لیا۔ مگر یہودی قوم نے اپنا اندرونہ ظاہر کر دیا۔ یہی دشمن ایک مقتدر حکومت کی صورت میں مدینہ کے پاس سر اٹھانا چاہتا ہے شائد اس نیت سے کہ اپنے قدم مضبوط کر لینے کے بعد وہ مدینہ کی طرف بڑھے جو مسلمان یہ خیال کرتا ہے کہ اس بات کے امکانات بہت کم ہیں اس کا دماغ خود کمزور ہے۔''

آپ نے مزید فرمایا کہ ''سوال فلسطین کا نہیں مدینہ کا ہے، سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ کا ہے۔ سوال زید و بکر کا نہیں سوال خود محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کا ہے دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان باوجود ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر اکٹھا نہیں ہو گا؟ ہمارے لئے یہ سوچنے کا موقع آ گیا ہے کہ کیا ہم کو الگ الگ اور باری باری مرنا چاہیئے یا اکٹھے ہو کر فتح کے لئے کافی جدوجہد کرنی چاہیئے۔''

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ایک دفعہ پھر فلسطین میں آباد ہوں گے لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے آباد ہوں گے۔ یہود نے آزاد حکومت کا وہاں اعلان کر دیا ہے لیکن اگر ہم نے تقویٰ سے کام نہ لیا تو پھر یہ پیشگوئی لمبے وقت تک پوری ہوتی چلی جائے گی اور اسلام کے لئے ایک نہایت خطرناک دھکا ثابت ہو گی۔''(الکفر ملة واحدة انوار العلوم جلد 19 صفحہ 571 تا 574)

انہیں کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد نور اللہ مرقدہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ ''اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں جب تقسیم فلسطین کا ظالمانہ فیصلہ ہوا تو اس سے پہلے وہ کون سی آواز تھی جس نے سارے عالم کو خبردار اور متنبہ کیا تھا اور جس سے عرب دنیا میں بھی اور عرب سے باہر بھی ایک تہلکہ مچ گیا تھا یہ دردمندانہ انتباہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ کی آواز تھی۔ آپ نے دل دہلا دینے والا ایک پمفلٹ (الکفر ملة الواحدہ) لکھ کر کثرت سے شائع کیا جس میں مسلمانوں کو متنبہ کیا اور بتایا کہ تم اس گمان میں نہ رہو کہ آج مغرب تمہارا دشمن ہے تو مشرق تمہارا دوست ہو گا یا مشرق تمہارا دشمن ہے تو مغرب تمہارا دوست ہو گا فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں۔ یہ اپنی دشمنیاں اسلام سے دشمنی کی وجہ سے بھلا بیٹھے ہیں اور ایک ہو گئے ہیں۔ کیا تم میں غیرت نہیں ہے کیا تم میں اسلام کی ایسی محبت نہیں ہے کہ جس کی خاطر تم اپنی دشمنیوں کو بھلا کر ایک ہو جاؤ۔ تو آپ نے ایک اور

مضمون لکھا اور اسے بڑی کثرت سے شائع فرمایا۔‘‘

(خطبہ جمعہ،فرمودہ15 مارچ 1985،خطبات طاہر،جلدنمبر 4)

مگر افسوس استعماریت نے سازشوں کے نئے جال بن کرامت مسلمہ کوان دجالی دھندلکوں سے بیدار کرنے والی آواز کے خلاف ہی کھڑا کرا دیا۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر اس راز سے پردہ ہٹاتے ہوئے ذکر فرمایا تھا کہ حضور کی ان کاوشوں پر استعماری طاقتیں کس طرح تلملا اٹھیں تھیں۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ’’اس وقت عرب دنیا کا جو حال تھا اور جس طرح وہ احمدیت کی ممنون احسان تھی۔ایک اقتباس پڑھ کر سناتا ہوں جس سے نہ صرف عرب دنیا کے (جماعت احمدیہ کی خدمات کے حوالہ سے) خیالات کا پتہ چلتا ہے بلکہ استعماری طاقتوں نے اس پر کیا ردعمل دکھایا اور حضرت مصلح موعود کی آواز کو کیا اہمیت دی اس کا ذکر بھی اس سے ملتا ہے۔

عراق کے ایک مشہور اور بزرگ صحافی الاستاذ علی الخیاط آفندی جن کا ایک مشہور ومعروف اور موقر اخبار’’الانباء‘‘ کے نام پر نکلتا ہے لکھتے ہیں ’’یہ غیر ملکی حکومتیں ہمیشہ کوشش کرتی ہیں کہ مسلمانوں میں مختلف نعرے لگوا کر منافرت پیدا کی جائے اور بعض فرقے احمدیوں کی تکفیر اور ان پر نکتہ چینی کے لئے کھڑے ہوجائیں۔مجھے اس کی پوری پوری اطلاع ہے کہ درحقیقت یہ سب کاروائی استعماری طاقتیں کروارہی ہیں کیونکہ فلسطین کی گزشتہ جنگ کے ایام میں 1948 میں استعماری طاقتوں نے خود مجھ کو اس معاملہ میں آلہ کار بنانے کی کوشش کی تھی۔ان دنوں میں ایک ظرافتی پرچے کا ایڈیٹر تھا اور اس کا انداز حکومت کے خلاف نکتہ چینی کا انداز تھا چنانچہ انہی دنوں مجھے ایک غیر ملکی حکومت کے ذمہ دار نمائندہ مقیم بغداد نے ملاقات کے لئے بلایا اور کچھ چاپلوسی کے طور پر میرے انداز نکتہ چینی کی تعریف کرنے کے بعد مجھے کہا کہ آپ اپنے اخبار میں قادیانی جماعت کے خلاف زیادہ سے زیادہ دل آزار طریق پر نکتہ چینی جاری رکھیں کیونکہ یہ جماعت دین سے خارج ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب 1948 میں ارض مقدسہ کا ایک حصہ کاٹ کر صیہونی حکومت کے سپرد کر دیا گیا تھا اور اسرائیلی سلطنت قائم ہوئی تھی اور میرا خیال ہے کہ مذکورہ بالا سفارت خانہ کا یہ اقدام درحقیقت ان دو ٹریکٹوں کا عملی جواب تھا جو تقسیم فلسطین کے موقع پر اسی سال جماعت احمدیہ نے شائع کئے تھے۔جس میں استعماری طاقتوں اور صیہونیوں کی ان سازشوں کا انکشاف کیا گیا تھا جن میں فلسطینی بندر گاہوں کو یہودیوں کے سپرد کردینے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔مجھے پورا یقین ہے کہ جب تک احمدی مسلمانوں کی جماعت میں اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے۔جن سے استعماری طاقتوں کی پیدا کردہ حکومت اسرائیل کو ختم کرنے میں مدد ملے تب تک استعماری طاقتیں بعض لوگوں اور فرقوں کو اس بات پر آمادہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گی کہ وہ احمدیوں کے خلاف اس قسم کی نفرت انگیزی اور نکتہ چینی کرتے رہیں تاکہ مسلمانوں میں اتحاد نہ ہو سکے۔‘‘

(الانباء 21 ستمبر 1951 بحوالہ مجلہ التقویٰ ستمبر اکتوبر 1989۔بحوالہ خطبہ جمعہ،فرمودہ15 مارچ 1985،خطبات طاہر،جلدنمبر 4)

فلسطین آج جن حالات سے گزر رہا ہے وہ خلیفۃ المسیح الثانی کے انتباہ کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہیں اور وہ فلسطینی قوم کا کالا مقدر بن کر 2024 تک پھیل گئے ہیں۔آپ نے فرمایا تھا’’قرآن کریم اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ایک دفعہ پھر فلسطین میں آباد ہوں گے لیکن یہ نہیں کہا گیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے آباد ہونگے۔یہود نے آزاد حکومت کا وہاں اعلان کر دیا ہے لیکن اگر ہم نے تقویٰ سے کام نہ لیا تو پھر یہ پیشگوئی لمبے وقت تک پوری ہوتی چلی جائے گی اور اسلام کے لئے ایک نہایت خطرناک دھکا ثابت ہوگی۔‘‘

(الکفر ملۃ واحدۃ انوارالعلوم جلد 19 صفحہ 571 تا 574)

(جاری ہے)





اگر بیماری کسی نبی کے جھوٹا ہونے کا ثبوت ہے تو پھر ہمیں سچے انبیاء کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔

مراسلہ۔عبدالخالق محسن فاروقی صاحب

سانحہ ارتحال

فیس بک کی جانی پہچانی شخصیت اور نڈر مبلغ و پرجوش داعی الی اللہ مکرم ومحترم عبدالخالق محسن فاروقی صاحب آج بعد از نماز فجر درس قرآن سنتے ہوئے بوجہ ہارٹ اٹیک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ آپ کے ساتھ 2014 میں تعارف ہوا۔آپ کو ایک پرجوش داعی الی اللہ پایا۔جب بھی کبھی کسی غیر احمدی کے ساتھ علمی گفتگو کی ضرورت پڑی آپ ہمیشہ خوش دلی کے ساتھ حاضر ہو جاتے تھے۔مکرم ظیف سید صاحب اور خاکسار نے کچھ دوستوں کے مشورہ سے احمدی مناظرہ گروپ 2014ء میں بنایا تھا۔غیر از جماعت مخالف علماء اکثر احمدیوں کو کسی موضوع پر بات چیت کیلئے اپنے گروپ قادیانی مناظرہ گروپ میں دعوت دیتے تھے۔لیکن وہاں پر مناظرے کا ماحول ٹھیک نہ تھا جب دلائل سے شکست ہوتی تو انکے علماء ہمیشہ الزام تراشی اور بدزبانی پر اتر آتے تھے جس کی وجہ سے احمدی مناظر کو وہاں بات چیت جاری رکھنا ممکن نہ تھا۔اس وجہ سے احمدی مناظرہ گروپ بنایا گیا۔مکرم عبدالخالق محسن فاروقی صاحب ہمارے مناظر تھے۔آپ نے کافی دفعہ اس گروپ میں مختلف موضوعات پر مخالفین احمدیت سے مناظرے کیے۔قران و حدیث ﷺ سے دلائل دے کر بڑی مدلل گفتگو کرتے تھے۔

آپ بے شمار خوبیوں کے مالک اور ایک اچھے نظم خواں تھے۔مختلف عہدوں پر جماعتی خدمات کی بھی توفیق ملی اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اعلیٰ جنتوں میں داخل فرمائے۔آپکے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور آپکی فیملی کو صبر و جمیل عطا فرمائے۔اور آپکی اولاد کو آپکی نیکیاں ہمیشہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین خدا رحمت کند ایں عاشقانہ پاک طینت را۔(ادارہ)

اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام قرآنِ کریم میں انبیاء کی سُنت بیان فرماتا ہے اور اُن کے مخالفین کی سُنت بھی بیان فرماتا ہے۔انبیاء کی سُنت تو یہ ہے کہ اُن سے ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاتا ہے، اُنہیں چور کہا جاتا ہے، ٹھگ کہا جاتا ہے، مجنون کہا جاتا ہے، جادوگر کہا جاتا ہے۔غرض کوئی ایسا عیب نہیں جو اُن کی طرف منسوب نہ کیا جاتا ہو اس مضمون کی بہت سی آیات قرآنِ کریم میں موجود ہیں ۔ اور دوسری طرف مُخالفین کی سُنت یہ ہے کہ وہ ہر نبی پر بالکل وہی اعتراضات کرتے ہیں جو اُس سے پہلے انبیاء پر اُن کے مخالفین کرتے چلے آئے ہوتے ہیں ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" ما یقال لك الا ما قد قیل الرسل من قبلك (سورۃ حٰم السجدہ آیت 44) یعنی تُجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا۔

چنانچہ وہی سُنت آج بھی وقت کے نبی سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مخالفین کی طرف سے دہرائی جارہی ہے۔بہت سارے اعتراضات کے ساتھ ساتھ ایک اعتراض معاندین کی طرف سے یہ کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب کو بہت سی

بیماریاں لاحق تھیں جن میں سے کثرتِ پیشاب اوردردِسروغیرہ شامل ہیں۔اس لئے ہم کسی ایسے شخص کوخدا کا سچا نبی کیسے تسلیم کرلیں جسے بیماریوں نے گھیر لیا ہو۔

اِس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہر نبی ’’بشر‘‘ ہوتا ہے اور بیمار ہونا ایک بشری عمل ہے،اس لئے انبیاء کا بیمار ہونا اُن کے صادق ہونے میں رُکاوٹ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا کہ نبی بیمار ہی نہیں ہوسکتا ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول اپنے پاک کلام میں نقل نہ فرماتا کہ’’**واذا مرضت فھو یشفین** (سورۃ الشعرا آیت 81) یعنی اور جب مَیں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شِفاء دیتا ہے۔اب کیا معترضین حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی انکار کریں گے؟؟؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ بیماری اور صحت یہ ہر بشر کے ساتھ لازم وملزوم ہیں چاہے وہ نبی ہو یا غیر نبی۔

دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ مُخبرِ صادق سیّد الانبیاء حضرت اقدس مُحمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب نازل ہوگا تو دو زرد چادروں میں لپٹا ہو گا۔اور تعبیر کی کُتب میں زرد رنگ بیماری کی علامت ہوتا ہے۔پس آنحضرت ﷺ کا سچے مسیح کے متعلق یہ فرمانا کہ جب وہ نازل ہوگا تو دو زرد چادروں میں لپٹا ہوگا، سے مُراد یہ ہے کہ اُسے دو بیماریاں ہوں گی۔اور یہ اس سچے مسیح کی صداقت کی نشانی کے طور پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ورنہ زرد رنگ اور دو چادریں بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔پس اگر سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو بیماریاں (کثرتِ پیشاب اور دورانِ سَر) نہ ہوتیں تو تب بھی معترضین یہ اعتراض کرتے کہ آنحضرت ﷺ نے تو سچے مسیح کی یہ نشانی بتا رکھی ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں لپٹا ہوگا۔آپ کے مرزا صاحب کو تو کوئی بیماری نہیں لہٰذا ہم انہیں کیسے سچا مان لیں؟ یعنی ہر لحاظ سے اعتراض کرنا ہی کرنا ہے، بیماری ہو تب بھی اور اگر نہ ہو تب بھی۔

اب خاکسار معزز قارئین کے سامنے ایک نبی کی ایسی ایسی خطرناک، غلیظ اور متعفّن بیماریوں کے متعلق ذکر کرتا ہے جن کے متعلق مخالفینِ احمدیّت کو بھی انکار نہیں اور جو اِن کی کُتب میں لکھی ہوئی ہیں۔صرف کتب ہی میں نہیں بلکہ حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔یاد رہے کہ ہم احمدی مسلمان اِن تمام کہانیوں کو من گھڑت اور جھوٹا تسلیم کرتے ہیں۔ہمارے نزدیک یہ ایک نبی کے شایانِ شان ہو ہی نہیں سکتا۔سُنئے کیا لکھا ہے!!! حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کا ذکر ابن ماجہ، حدیث 1279 میں ہے کہ’’منگل کے دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مرض اور تکلیف سے نجات ملی۔بدھ کے دن وہ تکلیف میں مبتلا ہوئے، اور جزام اور برص (کوڑھ) بدھ کے دن یا بدھ کی رات ظاہر ہوا۔‘‘

اس طرح تاریخ طبری میں حضرت ایوب علیہ السلام کے بارہ میں لکھا ہے!

’’آپ کے جسم میں تعفن ہوگیا، جس کی وجہ سے بستی والوں نے آپ کو باہر نکال دیا۔‘‘(تاریخ طبری جلد اول، صفحہ 226)

حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق تفسیر حسینی میں لکھا ہے!" ان کے جسم میں متعفّن زخم پڑ گئے اور ان میں کیڑے بھی پڑ گئے۔جو لوگ ان پر ایمان لائے تھے مرتد ہو گئے۔جس گاؤں اور مقام میں حضرت ایوب علیہ السلام جاتے وہاں سے وہ مرتد انہیں نکال دیتے اور صرف بی بی رحیمہ ان کی خدمت میں رہیں۔سات سال، سات مہینے، سات دن اور سات ساعت ایوب علیہ السلام اس بلا میں مبتلا رہے اور بعضوں نے کہا اٹھارہ برس رہے۔"

(تفسیر حسینی المعروف قادری جلد دوم صفحہ 64)

امام فخرالدین رازی سورہ انبیاء تفسیر زیر آیت 84 یوں لکھتے ہیں!

حضرت ایوب سجدے میں گرے ہوئے تھے کہ شیطان نے زمین کی طرف سے ان کے ناک میں پھونک ماری جس سے آپ کے جسم سے پاؤں تک

زخمی ہوگئے۔ اور ان سے ناقابل برداشت کھجلی شروع ہوگئی۔ آپ اپنے ناخنوں سے کھجلاتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ناخن جھڑ گئے۔ پھر مٹی کے ٹھیکروں اور پتھروں سے کھجلاتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے جسم کا گوشت علیحدہ ہوگیا اور اس میں بدبو پڑ گئی۔ گاؤں والوں نے آپ کو روڑی پہ ڈال دیا۔ (زیر آیت سورۃ انبیاء 84)

معزز قارئینِ کرام! ایک ایسا خدا کا نبی جو!

1) بقول ابنِ ماجہ کے، جزام اور کوڑھ جیسی خطرناک اور خبیث بیماریوں میں مُبتلا ہو۔

2) بقول تاریخِ طبری کے، اُن گندی اور غلیظ بیماریوں کی وجہ سے جسم میں بدبُو پڑ گئی ہو۔ اور اُس تعفّن کی وجہ سے بستی والے اُس نبی کو اُس بستی سے باہر نکال دیں۔

3) بقول تفسیر حسینی کے، اُس نبی کے جسم میں تعفّن زدہ زخم پڑ گئے ہوں اور صرف زخم ہی نہیں بلکہ اُن میں کیڑے بھی پڑ گئے ہوں۔ اور پھر وہ لوگ جو آپ پر ایمان لائے تھے اِن غلیظ بیماریوں کی وجہ سے مُرتد بھی ہوجائیں اور اس نبی کو وہاں رہنے کی اجازت بھی نہ ہو بلکہ جس گاؤں اور مقام میں حضرت ایوب علیہ السلام جاتے وہاں سے بیماریوں کی وجہ سے نکال دیئے جاتے۔

4) بقول تفسیر رازی کے، ایک نبی خدا کے حضور سجدہ ریز ہو اور شیطان کو اس بات کی قُدرت اور طاقت مِل جانا کہ وہ اُن کے ناک کے نتھنوں میں پھونک مارے جس کے نتیجے میں سر سے پاؤں تک اُس خدا کے پاک نبی کے زخم پڑ جانا، اور اُن سے ناقابلِ برداشت کھجلی شروع ہونا، پھر اُس صادق نبی کا اپنے ناخنوں سے اپنے جسم پر کھجلی کرنا یہاں تک کہ کھجلی کرتے کرتے ناخن جھڑ جانا، پھر مٹی کے ڈھیلوں اور پتھروں سے کُھجلانا یہاں تک کہ ایک نبی اللہ کے جسم کا گوشت علیحدہ ہوجانا اور اُس میں بدبُو پڑ جانا اور اُس ناقابلِ برداشت بدبُو کی وجہ سے گاؤں والوں کا حضرت ایوب نبی اللہ علیہ السلام کو ایک رُوڑی پہ پھینک آنا!!!

اِن تمام باتوں کے باوجود حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر بھی خدا کے صادق نبی۔ ہے کوئی مُخالفِ احمدیّت جو اِن تمام غلیظ ترین حالتوں کے باوجود حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر ذرّہ برابر بھی شک کرے؟؟؟

جب کہ دوسری طرف خدا تعالیٰ کا ایک اور نبی سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود و مہدئ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مندرجہ بالا کوئی ایک بیماری نہ ہونا اور نہ ہی اوپر بیان کی گئی کوئی ایک حالت میں مُبتلاء ہونا، پھر بھی مُخالفین اُنہیں جھوٹا کہیں تو کیا یہ منافقت نہیں؟؟؟ کیا کثرتِ پیشاب اور دورانِ سر اوپر بیان کی گئیں بیماریوں سے زیادہ سنگین اور غلیظ بیماریاں ہیں؟؟؟ پھر حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے سچے نبی کیوں؟ اور سیّدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کے سچے نبی کیوں نہیں؟؟؟ کیا یہ مُخالفینِ احمدیّت کا کُھلا تضاد نہیں؟؟؟

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مخالفینِ احمدیّت کوئی ایسا اعتراض سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نہیں کر سکتے جو پہلے سے کسی نہ کسی نبی پر اُس کے مخالفین نے نہ کیا ہو۔ کیونکہ قرآن سچا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ "تُجھے کچھ نہیں کہا جاتا مگر وہی جو تُجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا"۔۔۔ اسی مضمون کو سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ایک منظوم کلام میں یوں بیان فرماتے ہیں!

انبیاء کے طور پر حُجت ہوئی اُن پر تمام

اُن کے جو حملے ہیں اُن میں سب نبی ہیں حصّہ دار

فاعتبروا یااولی الابصار!!! کیا تُم میں ایک بھی رجلِ رشید باقی نہیں؟؟؟





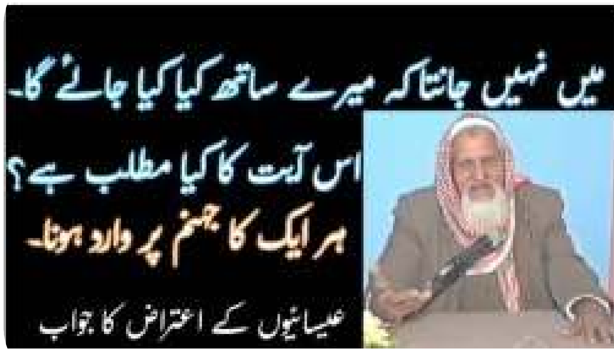
مولوی حاجی محمد سلطان خان سے پادری مولوی حاجی محمد سلطان خان پال افغانی

بننے کی ہاری ہوئی داستان کا روح فرسا حال

فوتگی سے چند دن قبل مولانا اسحٰق جھالوی صاحب کی عیسائی دلائل پر لاچاری اور انبیائے کرام پر تہمت عظیم باندھنے اور

برطانوی ہند میں مولویان کرام کے پادری بننے کے عوامل کی تفاصیل

تحریر علی مانسہروی



فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے جناب مولانا اسحاق جھالوی صاحب برصغیر پاک وہند میں ایک ممتاز عالم دین کی حیثیت کے حامل تھے ابھی حال ہی میں ان کا ارتحال ہوا ہے۔آپ کی منفرد خصوصیت یہ تھی کہ دیوبندی، بریلوی، وہابی اور شیعہ سبھی ان سے خوش تھے اور سبھی ان سے ناراض تھے۔اپنا جداگانہ نقطہ ءنظر رکھتے تھے،لگی لپٹی بغیر صاف اور سیدھی بات کرنے کے قائل تھے،جس فرقے کا ،جہاں تک پوائنٹ آف ویو ان کو درست معلوم ہوتا وہ قبول کر لیتے اور اس کا برملا اعلان بھی کر دیتے۔اس لئے جس وقت وہ جس فرقے کے نقطہ ءنظر کو سراہ رہے ہوتے اُس وقت وہ فرقہ اُن سے خوش ہو جاتا مگر جب دوسرے موقعہ پر کسی دوسری بات کی نفی کرتے تو وہی فرقہ اُن کے لتے لیتا نظر آتا تھا۔اور یوں معتوبیت محبوبیت کی یہ ترتیب اُن کی زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہی۔جبکہ آج کی حاضر دنیا میں تو معتبر اصول بقول ماہنامہ تجلی دیوبند کے ایڈیٹر اور مشہور دیوبندی عالم دین جناب عامر عثمانی صاحب یہ ہے کہ "اپنی کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگان دیوبند نے سیکھا ہی نہیں،انہوں نے یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہے جاؤ اور کسی کی مت سنو"

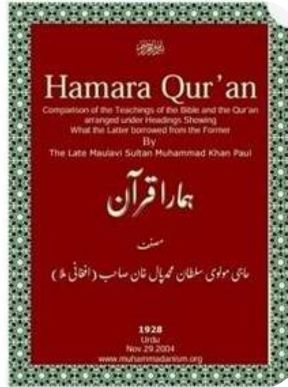
(ماہنامہ تجلی دیوبند دسمبر 1972 بحوالہ زلزلہ از مولانا ارشد القادری وطمانچہ بجواب دھماکہ از مولانا خلیل اشرف قادری رضوی ص238)

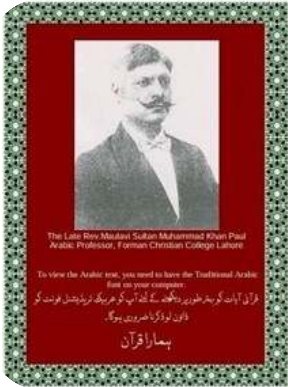
یہی وہ بات ہے جس کو ایک عام مولوی کبھی قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔صرف اور صرف اپنے فرقے کا دفاع اور اس کے لئے خواہ حقائق کو چھپانا پڑے یا حقائق کو جھٹلانا پڑے۔ایسی ہی ایک صورت حال کا ذکر انہوں نے اپنے فوت ہونے سے چند دن پہلے کیا جو آج کا ہمارا موضوع ہے ۔

اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل انہوں نے برطانوی ہند میں عیسائی پادریوں کی حکومتی سرپرستی میں تبلیغ اور اسلام پر تابڑ توڑ حملے اور مسلمان علماء کی لاچاری اور دلائل سے مغلوب ہو کر عیسائیت قبول کرنے اور اسلام سے ارتداد کی دکھی داستان کو موضوع گفتگو بنایا اور بتایا کہ کس طرح ایک بہت بڑے افغانی پٹھان مسلمان مولوی صاحب، پادریوں سے مناظرہ کرنے گئے اور ہار کر عیسائیت قبول کر لی۔

آج کے پاکستان میں موجود علمائے کرام یا بقول انجنیئر محمد علی مرزا صاحب نام نہاد عاشقان رسول ﷺ کے لئے یہ بریکنگ نیوز دیتا چلوں کہ یہ واقعہ اس وقت وقوع پذیر ہو رہا تھا جب بریلی میں احمد رضا خان بریلوی اعلیٰ حضرت بقلم خود موجود تھے،جین حیات تھے اور زمین کے ساکن ہونے پر

دھڑ ادھڑ خامہ فرسائی فرمارہے تھے تو دوسری طرف تھانہ بھون میں جناب حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب عورتوں کے لئے بہشتی زیور کے قیمتی نکات کھوجنے میں مصروف تھے۔اس وقت بہت سے نامی گرامی مولویوں سے پادری بننے والوں میں یہ بھی شامل ہوئے اور نہ صرف شامل ہوئے بلکہ چوٹی کے اسلام مخالفین میں شمار ہوئے۔اور اگر کسی پاکستانی عاشق رسول کو درد محسوس ہو تو ان کی کتب کے ٹائیٹل کو دیکھنے کی بھی زحمت گوارا کیجئے گا آپ کو خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ حیات مسیح علیہ السلام کے عقیدہ نے امت کو کیا عظیم نقصان پہنچایا ہے؟ اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جیسے ایک سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ کو بھیج کر کیسے کیسوں کو نتھ ڈال کر اسلام کا دفاع کیا اور کسر صلیب کی۔جی اگر آپ کو یہ توفیق نہیں تو میں آپ کو دکھائے دیتا ہوں۔مندرجہ فوٹو ان کی قرآن عظیم کے خلاف انتہائی زہریلی کتاب ’’ہمارا قرآن‘‘ کی ہے جس کے ٹائیٹل پر ان کی اپنی مونچھوں والی بغیر داڑھی کے فوٹو بھی اور نام بھی دیکھا جا سکتا ہے جو انہوں نے لکھا ہے





’’پادری مولوی حاجی محمد سلطان خان پال افغانی‘‘

مولوی حاجی محمد سلطان خان پال افغانی کیسے پادری بنے اسی کا ذکر کرتے ہوئے مولوی محمد اسحاق جھالوی صاحب فرماتے ہیں کہ افغانی مولوی حاجی محمد سلطان خان کو مناظروں کا بہت شوق تھا امرتسر میں ایک عیسائی پادری سے کفارہ پر مناظرہ تھا۔پادری نے کہا کہ وہ قرآن سے ثابت کرتے ہیں کہ کفارہ برحق ہے چنانچہ انہوں نے سورہ مریم کی آیت

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا (مریم 72) کی تلاوت کی اور بتایا کہ آپ کے تمام تراجم میں اور تمام تفاسیر میں یہی لکھا ہوا کہ تم میں سے ہر کوئی جہنم میں داخل ہوگا اور یہ تیرے رب کا پکا اور حتمی اور آخری فیصلہ ہے پادری نے اس کی وضاحت پوچھی کہ مولوی صاحب بتاؤ کہ جہنم میں کون جائے گا؟ گنہگار ناں۔تو ثابت ہوا کہ سب گنہگار ہیں۔تو یوں تمہارے نبی بھی گنہگار ہوئے۔اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ سب گنہگار ہیں اور گناہ کے اسی داغ کو دھو یا یسوع مسیح کے کفارہ نے۔اور یوں بقول مولوی اسحاق جھالوی صاحب یہ مولوی پادری کو مسلمان بناتے بناتے خود پادری بن گئے اور پھر پادری ہی نہیں پادریوں کے سرخیل گنے جانے لگے اور اسلام کے خلاف بہت سی کتب کے مصنف بنے۔

چند دن قبل احمدی مبلغ جناب مبارک ثانی صاحب کی ضمانت پر راولپنڈی سے تعلق رکھنے والے مفتی حنیف قریشی صاحب مجمع کو چیخ چیخ کر بتا رہے تھے کہ اس ملزم عظیم نے قادیانی تحریف شدہ قرآن ،تفسیر صغیر تقسیم کی ہے۔اب اس علم کے سمندر کو کوئی بتائے کہ سرکار جب آپ خود بتا رہے ہیں کہ یہ ہے ہی احمدی ترجمہ اور تفسیر تو پھر تحریف کیسے ہوگئی؟ اس بندہ خدا کو شاید اتنا بھی معلوم نہیں کہ جب آپ تحریف کہہ رہے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ پہلے ایک چیز موجود تھی بعد میں کسی نے اس کو چینج کر دیا اور جب ترجمہ کیا ہی کسی احمدی نے ہے تو اُس نے اس کو اپنے فہم کے مطابق لکھا ہوگا جیسے بریلوی، دیوبندی ،شیعہ اور اہل قرآن نے اپنے اپنے فہم کے مطابق اپنے تراجم کئے اور وہ اس وقت مارکیٹ میں موجود ہیں۔آپ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط ہے مگر آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ تحریف شدہ قرآن ہے۔ایف آئی آر میں تو کہیں متن میں تحریف کا ذکر نہیں بہرحال مولوی صاحب ہیں کچھ بھی کہہ سکتے ہیں ۔یہ تو سرراہ ذکر آ گیا اصل بات جس کی طرف توجہ دلانی ہے وہ یہ ہے کہ کل جس سوال پر ایک حاجی مولوی محمد سلطان خان پادری بنا تھا آج بھی جواب طلب ہے۔اس کا جواب اگر کسی کے پاس ہے تو صرف جماعت احمدیہ کے پاس۔کیونکہ مولوی اسحاق صاحب نے اپنے اس وی لاگ میں پادری صاحب

کا قصہ سنانے کے بعد اس سوال کا جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے جو کہ اعتراض کا جواب تو نہ ہو سکی بلکہ تمام انبیائے کرام سمیت تمام متقین کے خلاف ایک نئی چارج شیٹ ضرور ہے ۔آپ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب تو یہی ہے کہ اللہ کا حتمی فیصلہ ہے کہ سب جہنم میں جائیں گے یعنی جہنم کے عذاب کا مزہ چکھیں گے۔مگر ہوگا یہ کہ جہنم کے اوپر ایک پل بنا ہوا ہوگا جس کا نام پل صراط ہوگا۔سب دنیا جہنم کے اوپر واقع اس پل پر سے گزر کر جہنم کراس کرے گی۔جو تو بد ہوں گے وہ پل پر سے نیچے گر جائیں گے اور جو نیک لوگ ہوں گے وہ اس جہنمی پل صراط پر سے جہنم کا کچھ نہ کچھ مزہ چکھتے ہوئے گزر جائیں گے۔پھر جو زیادہ نیک ہوں گے وہ جلدی گزر جائیں اور جو کم نیک ہوں گے وہ آہستہ آہستہ باہر نکلیں گے اور اس کے لئے وہ کہتے ہیں کہ کوئی کچھوے کی سپیڈ سے تو کوئی خرگوش کی سپیڈ اور کوئی گھوڑے کی سپیڈ سے تو کوئی اونٹ کی سپیڈ سے گزرے گا۔ تاہم گزرے گا ہر کوئی جہنم کی آگ سے۔

جھالوی صاحب تو یہ فرما کر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو چکے۔انہیں تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر سوال تو اپنی جگہ پر پھر بھی موجود ہے کہ اگر کوئی کچھ لمحے کے لئے ہی سہی۔ داخل تو ہوگا ناں۔پھر وہ جو امیونیٹی ہے معصومیت کی اور جنتی ہونے کی وہ تو ہٹ گئی ناں خواہ کچھ لمحوں کے لئے ہی سہی۔یہی وہ مقام ہے جہاں آپ کو صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی جماعت تمام انبیائے کرام اور تمام متقین کے دفاع میں سیسہ پلائی دیوار بنی کھڑی نظر آتی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے آنحضور ﷺ کی غلامی میں آپ ﷺ کے دفاع اور قرآن کریم کی حقانیت کو دلائل اور براہین سے غالب کرنے کے لئے مبعوث کیا ہے۔ہر دجالی فتنے اور گمراہی کے دھندلکوں کے خلاف سیرت رسول ﷺ کے روشن چراغ روشن کرنے کے لئے بھیجا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ سورۃ مریم آیت 72 کا یہ ترجمہ ہی غلط ہے اور ہمارے سید و مولا حضرت محمد ﷺ،تمام انبیائے کرام اور تمام متقین اولیائے کرام کی صریحاً توہین ہے۔چنانچہ آپ کا

کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ

دوستو ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دن
مشرق و مغرب میں ہیں یہ دیں کے پھیلانے کے دن
اس چمن پر جبکہ تھا دورِ خزاں وہ دن گئے
اب تو ہیں اسلام پر یارو بہار آنے کے دن
ظلمت و تاریکی و ضد و تعصب مٹ چلے
آگئے ہیں اب خدا کے چہرہ دکھلانے کے دن
جاہ و حشمت کا زمانہ آنے کو ہے عنقریب
رہ گئے تھوڑے سے ہیں اب گالیاں کھانے کے دن



ترجمہ وتفسیر ہی اس بھیانک غلطی کی راہ میں دیوار بنا اور پادریوں کی یلغار رک گئی مگر افسوس مولوی آج بھی اسی توہین آمیز ترجمہ پر کھڑا ہے اور پھر بھی جماعت احمدیہ کے ترجمہ کو تحریف شدہ قرار دے رہا ہے۔

اس لئے مفتی صاحب سوچ لیں آپ اپنے مولویان کو تو پادری بننے سے روک نہیں سکے پھر کہاں کا دفاع اسلام اور کہاں کے مجاہد اسلام؟ زبانی زبانی اپنے محلے میں اپنے لشکر کے ساتھ تو وہ بھی شیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے ہمت ہے تو پوری دنیا میں نکلو اور دیکھو کس پادری کے مقابلہ کی سکت رکھتے ہو؟ اگر یہ جرات ہے یا طاقت ہے تو صرف اور صرف امام مہدی علیہ السلام کے شیروں کو۔امریکہ سے افریقہ تک۔ایشیا سے یورپ تک ساتوں براعظموں میں قرآن ہاتھوں میں لئے اسلام کے دفاع پر کمر بستہ نگر نگر گلی گلی شکار ہونے کے لئے شکار پر جھپٹنے کے لئے بے چین نظر آتے ہیں۔آج اسلام احمدیت کی مساجد پر سورج غروب نہیں ہوتا۔اس لئے مبارک ثانی صاحب کی ضمانت پر منہ سے جھاگ گرانے سے بہتر ہے اپنے گریبان میں جھانکو اور غور کرو کہ کل کہیں کعبہ کو پاسبان اسی صنم خانے سے نہ مل جائیں؟

''مولویوں کے زرداری مفتی نعیم احمد آف بنوری ٹاؤن کراچی کی کالی میراث، جرائم اور ناجائز دولت کے گورکھ دھندے''

جرأت ڈیسک بدھ 19 اکتوبر 2022



کچھ عرصہ قبل جنرل حمید گل کی بیوی نے تھانہ کوہسار میں شکایت درج کی تھی کہ اس کا بیٹا جائیداد کے معاملہ پر اس کو یعنی اپنی والدہ اور اپنی بہن کو مارتا پیٹتا ہے اس پر جناب جاوید چوہدری صاحب کا ایک کالم نظر سے گزرا کہ جنرل صاحب نے جہاد افغانستان کے نام پر جو ڈالر امریکہ سے کمائے وہ حرام کی کمائی آج ان کے بچوں کو کتوں کی طرح لڑا رہی ہے۔ اور اب مفتی نعیم صاحب کے بچے جائیداد کے تنازعہ پر عدالتوں میں گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ ایک ویب سائٹ پر یہ خبر نظر سے گزری کہ

آل سعود سے ملنے والے ریال، مفتی نعیم کی اولاد میں فساد کا سبب

26 اکتوبر 2022

شیعہ نیوز: شیعہ کافر کے فتوے بنوری ٹاؤن کراچی سے مفت میں نہیں آتے تھے بلکہ آل سعود کے ریال ملنے کی وجہ سے آتے تھے یہ وہی مدرسہ ہے جہاں سب سے پہلے یزید لعین کی شان میں کتاب لکھی گئی تھی اور آج ناصبی اسی کتاب کو پڑھ کر امیر یزید کے نعرے لگا رہے ہیں مفتی نعیم بنوری ٹاؤن کراچی والے کی صرف بینک میں موجود 5 ارب روپے سے زائد کی نقد رقوم اولاد میں بٹوارے کو لیکر تنازعہ کے بعد کورٹ میں پیش کر دی گئی۔

تفصیلات کے مطابق جامعہ بنوریہ کراچی کے مہتمم اور دیوبند عالم دین مفتی محمد نعیم کی موت کے بعد ان کی اولاد کے درمیان والد کی مختلف بینکوں میں موجود اربوں روپے کی نقد رقوم کے بٹوارے کو لیکر اختلافات سامنے آ گئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق مفتی محمد نعیم کی وراثت میں 5 ارب 34 کروڑ 14 لاکھ 27 ہزار 147 روپے کی نقد رقوم موجود ہیں۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ مفتی نعیم نے جامعہ بنوریہ کے نام پر الائیڈ بینک میں 1 اور فیصل بینک میں 3 علیحدہ علیحدہ اکاؤنٹس کھلوا رکھے تھے۔ جن میں 5 ارب روپے سے زائد رقوم موجود ہیں جس کے بٹوارے کو لیکر ان کی اولاد کے درمیان اختلافات شدت اختیار کر گئے ہیں اور جائیداد میں حصے کے حصول کی خاطر معاملہ عدالت تک پہنچ چکا ہے واضح رہے کہ مفتی نعیم چند ماہ قبل کورونا وائرس سے متاثر ہو کر انتقال کر گئے تھے''

https://shianews.com.pk/al-saud-say-milnay-walay-riyal-mufti-naeem/

مندرجہ بالا خبر کی مزید تفتیش کی تو جرات کا مندرجہ ذیل آرٹیکل سامنے آ گیا

''☆ مولانا کے پاس صرف کیش کی صورت میں 53 کروڑ 41 لاکھ 4 ہزار 271 روپے مختلف بینکوں میں موجود تھے۔ یہ رقم صرف چار بینک

کھاتوں میں تھیں۔



☆مفتی نعیم اور بچوں نے کب کتنا ٹیکس دیا، ہائیکورٹ میں ریکارڈ پر بھاری رقم کے سامنے آنے کے بعد ایف بی آر اور انکم ٹیکس حکام نے تا حال کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟

☆مفتی نعیم مرحوم اور صاحبزادوں کا لیاری گینگ وار اور شاہد بکک سے تعلق نے کس طرح فردوس کالونی کی لال مسجد کے مہتمم مولانا عبدالصمد سومرو کی جان لی؟ سنسنی خیز حقائق منظر عام پر

جامعہ بنوریہ العالمیہ سائٹ، مدارس کی دنیا کا وہ بھیانک چہرہ ہے، جسے پہچانتے ہوئے احادیث مبارکہ میں علمائے سو کے متعلق تمام وعیدیں یاد آجاتی ہیں۔ دولت کی حرص اور زمینوں کی بھوک نے مفتی نعیم مرحوم اور ان کے پورے خاندان کو ایک ایسی پستی میں دھکیل دیا ہے کہ خود علمائے کرام کا ایک بڑا طبقہ اُن سے دوری کو اپنی نیک نامی کے لیے ضروری سمجھتا ہے۔ علمائے دیوبند کی شاندار تاریخ پر یہ ٹولہ ایک نحوست بن کر چپک گیا ہے۔ حالیہ دنوں میں جامعہ بنوریہ سے متعلق ایسے گھناؤنے حقائق سامنے آئے ہیں کہ دینی طبقے نے اپنے دانتوں میں انگلیاں دبالی ہیں۔ مفتی نعیم مرحوم نے جامعہ بنوریہ کے نام پر ایک ایسی بھیانک دنیا بنائی کہ جو اُن کی موت کے بعد بھی اسی گھناؤنے پن کے ساتھ پوری طرح آباد ہے اور دینی طبقے کو منظم طور پر اپنے پنجے میں لے کر اُنہیں برباد کیے جارہی ہے۔ مفتی نعیم مرحوم کی موت کے بعد اُن کے خاندان میں کسی علمی میراث کا تذکرہ نہ ہوا بلکہ وہاں جو جھگڑے سامنے آئے وہ ناجائز دولت کی تقسیم کے تھے۔ مولانا رومؒ نے فرمایا ہے کہ ریشم کا کیڑا ریشم میں اور تعفن کا کیڑا تعفن میں رہتا ہے۔ مفتی نعیم مرحوم نے مولویوں کے زرداری بننے کی آرزو پالی تو وہ تعفن کی اسی دنیا میں رہے۔ اُن کے بچے بھی مفتی نعیم کی حرص و ہوس کی اسی کالی وراثت کو دانتوں سے پکڑے ہوئے ہیں تو وہ بھی اسی طرح آلودہ نان و نمک رہتے ہیں۔

مفتی نعیم مرحوم کی موت کے بعد خود اُن کے بیٹے مفتی نعمان نے عدالت سے رجوع کرتے ہوئے اپنے والد کی جائیداد کے بٹوارے کی درخواست دائر کی۔ اس ضمن میں عدالت نے جب مفتی نعیم کی جائیداد کا تخمینہ لگانے کو کہا تو جو حقائق سامنے آئے، اس نے خود ہائیکورٹ کے منصفین کو بھی ہکا بکا کر دیا۔ مولانا کے پاس صرف کیش کی صورت میں 53 کروڑ 41 لاکھ 4 ہزار 271 روپے مختلف بینکوں میں موجود تھے۔ یہ رقم صرف چار بینک کھاتوں میں تھیں۔ جن میں الائیڈ بینک لمیٹڈ سائٹ برانچ کا ایک کھاتا، فیصل بینک کی سائٹ برانچ کے دو کھاتے اور فیصل اسلامک سیونگ گروتھ فنڈ کا ایک کھاتا شامل ہے۔ جرأت کے مستند ذرائع کے مطابق یہ چار کھاتے صرف وہ تھے، جو خاندان کے اندر تنازع کا باعث بنے، اس کے علاوہ رقوم کا ایک بہت بڑا خزانہ وہ بھی ہے جو مفتی نعیم نے مختلف صورتوں میں کھپایا ہوا تھا۔ (جس کی سنسنی خیز تفصیلات الگ شائع کی جائیں گی)۔ مزید براں خاندان کے بچوں کے پاس پہلے سے موجود رقم کو کہیں پر بھی تقسیم کے گوشوارے میں نہیں لایا گیا۔ بلکہ وہ رقم جس کے پاس جیسے تھی، اُسی صورت میں ہضم کر لی گئی۔ ایسی مختلف رقوم کو جرأت نے اپنے تحقیقی ذرائع سے کھوجنے کی کوشش کی تو نہایت چشم کشا ہند سے برآمد ہوئے۔ (ان تفصیلات کو شواہد کے ساتھ الگ شائع کیا جائے گا)۔ سردست ان چار کھاتوں میں موجود رقم کے حوالے سے جس پہلو کو ابھی تک نظر انداز کیا گیا، وہ یہ ہے کہ اس آمدنی پر مفتی نعیم اور اس کے خاندان نے کب کتنا ٹیکس دیا۔ اور ہائیکورٹ میں ریکارڈ پر اس بھاری رقم کے سامنے آنے کے بعد ایف بی آر اور انکم ٹیکس حکام نے تا حال کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟ (جرأت کی تحقیقاتی ٹیم نے اس پر فریق بننے کا فیصلہ کیا ہے اور اس حوالے سے ایف بی آر کے حکام کو متوجہ کرنے کے لیے اپنی قانونی ٹیم سے صلاح مشورے شروع کر دیئے ہیں)۔ یہ مفتی نعیم کی مذہب کی آڑ میں بنائی ہوئی بھیانک دنیا کا محض ایک پہلو ہے۔ مذہب کو حرص و ہوس کے لیے استعمال

کرنے والے ان جھوٹے مدعیان کے لیے بڑی بوڑھیوں کا یہ فقرہ حسب حال ہے کہ کیسا خدا، کیسا نبی، پیسہ خدا پیسہ نبی۔

جامعہ بنوریہ سے متعلق ایسے گھناؤنے حقائق سامنے آئے ہیں کہ دینی طبقے نے اپنے دانتوں میں انگلیاں دبالی ہیں۔مفتی نعیم مرحوم نے جامعہ بنوریہ کے نام پر ایک ایسی بھیانک دنیا بنائی کہ جو اُن کی موت کے بعد بھی اسی گھناؤنے پن کے ساتھ پوری طرح آباد ہے اور دینی طبقے کو منظم طور پر اپنے پنجے میں لے کر اُنہیں برباد کیے جارہی ہے۔علمائے کرام نے اپنی نیک نامی کے لیے ان سے دوری اختیار کرنا ضروری سمجھ لیا۔

مفتی نعیم مرحوم نے مذہب کی آڑ میں ایسی بھیانک دنیا تشکیل دینے کے لیے انتہائی گھناؤنے ہتھکنڈے استعمال کیے۔اس ضمن میں کراچی میں موجود جرائم کی دنیا سے ایک تال میل قائم کی۔ایم کیو ایم کے زمانہ عروج میں موجود دہشت گردوں کو اپنے پے رول پر رکھا۔ایک مذہبی تنظیم کے زبردست دینی کاز کے لیے سرگرم نوجوانوں کو اپنے آلودہ مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ایک سابق گورنر سندھ کے ساتھ تعلق قائم کر کے سائٹ سمیت بہت سے علاقوں کے کاروباری حضرات کو خوف کے ماحول میں رکھ کر دولت سمیٹی۔یہی وہ خفیہ تال میل تھی، جس کے نتیجے میں بلدیہ ٹاؤن فیکٹری کا سانحہ رونما ہوا۔اس فیکٹری میں لگی آگ سے اپنے آلودہ ہاتھوں سے جیبوں کو گرم رکھنے کے لیے مفتی نعیم مرحوم بھی متحرک ہوئے۔کراچی میں پڑے لاشے ان کی حرص کو معدوم نہ کر سکے۔فیکٹریوں میں اُٹھتے دھویں نے ان کی دولت کی ہوس ختم نہ کی۔نشانہ کشی (ٹارگٹ کلنگ) کی وارداتوں نے بھی ان کے ہوسناک دلوں کو ٹھنڈا نہیں کیا۔اس کے بالکل برعکس طور پر یہ ساری وارداتیں ان کو مزید کٹھور اور مزید حریص بنانے کا باعث بنیں۔اس ضمن میں حقائق اتنے بھیانک ہیں کہ اسے بیان کرتے ہوئے بھی قے آنے لگتی ہے۔مذکورہ تمام پہلوؤں کی تفصیلات الگ الگ طور پر شائع کرنے کا تقاضا کرتی ہے۔جسے قسط وار قارئین کے سامنے بے نقاب کیا جائے گا۔اس حوالے سے یہ تمام حقائق منظر عام پر لائیں جائیں گے کہ کس طرح مفتی نعیم مرحوم اور ان کے صاحبزادوں نے لیاری گینگ وار کو استعمال کیا۔شاہد بکک سے مولانا اور ان کے بچوں کا کیا تعلق تھا؟ اس تعلق نے کس طرح فردوس کالونی کی لال مسجد کے مہتمم مولانا عبدالصمد سومرو کی جان لی؟ یہ واقعہ کس پلاٹ پر قبضہ خالی کرانے کی مہم کا نتیجہ تھا؟ مفتی نعیم مرحوم نے اپنے ہی ساتھی کی جان جانے کے بعد اُس کی نماز جنازہ پڑھنا اور پڑھانا بھی کیوں گوارا نہیں کیا؟ ایک مذہبی تنظیم کے زبردست کاز سے وابستہ کن کن نوجوانوں کو کہاں کہاں کن کن وارداتوں میں استعمال کیا گیا؟ مولانا عبدالحمید تونسوی اور ان جیسے مختلف ادوار میں جنم لیتے کردار مفتی نعیم مرحوم اور ان کے بیٹوں کے پاس کیا کردار ادا کرتے ہیں؟ پھر ان کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اب تک مفتی نعیم مرحوم کی حرص وہوس نے کتنے لوگوں کی جانیں لی ہیں۔یہ تمام حقائق الگ الگ موضوع بحث بنائیں جائیں گے۔

چار کھاتے صرف وہ ہیں جو خاندان کے اندر تنازع کا باعث بنے، اس کے علاوہ رقوم کا ایک بہت بڑا خزانہ وہ بھی ہے جو مفتی نعیم نے مختلف صورتوں میں کھپایا ہوا تھا۔مزید براں خاندان کے بچوں کے پاس پہلے سے موجود رقم کو کہیں پر بھی تقسیم کے گوشوارے میں نہیں لایا گیا۔بلکہ وہ رقم جس کے پاس جیسے تھی، اُسی صورت میں ہضم کر لی گئی۔ایسی مختلف رقوم کو جرأت نے اپنے تحقیقی ذرائع سے کھوجنے کی کوشش کی تو نہایت چشم کشا ہندسے برآمد ہوئے۔

مفتی نعیم مرحوم اور ان کے بچے مجرمانہ سرگرمیوں کا حصہ دراصل زمینوں پر قبضے کی گھناؤنی مہم کے باعث بنے۔بنوریہ کے نام سے سائٹ پر قائم مدرسے کا بیشتر حصہ دراصل غیر قانونی ہے۔یہی نہیں اس مدرسے پر تعمیرات بھی کسی نقشے اور منظوری کے بغیر ہے۔ضوابط کے خلاف قائم مدرسے کی تعمیرات کے اندر ایسے ذیلی ادارے بھی بنالیے گئے ہیں جن کے کمرے کرایوں پر دیے جاتے ہیں اور جہاں مشکوک سرگرمیوں کے عینی شاہدین بھی موجود ہیں۔یہی نہیں بنوریہ سائٹ کے ساتھ بنوریہ ریسٹورنٹ کی زمین بھی انتہائی ناجائز طور پر نابینا بھائیوں سے ہتھیائی گئی۔اس حوالے سے جرأت کی جاری تفتیش کے حقائق بھی جلد منظر عام پر لائے جائیں گے۔واضح رہے کہ مفتی نعیم مرحوم کے ناجائز قبضوں کی داستان کا یہ صرف ایک پہلو ہے۔وگرنہ سائٹ

اور کراچی بھر میں مفتی نعیم اور ان کے بچوں نے ان گنت جگہوں پر قبضے کر رکھے ہیں۔اس حوالے سے سالم زمینوں پر قبضے اور قبضے چھڑانے کے نام پر کی جانے والی وارداتیں الگ موضوع بنائیں گے، یہاں صرف یہ پہلو پیش نظر رہنا چاہئے کہ مساجد پر قبضوں کے ذریعے اس سے ملحق خالی جگہوں کو ہتھیانے کا عمل جامعہ بنوریہ میں ایک صنعت کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔اس حوالے سے ان کے طریقہ واردات کا یہ پہلو واضح رہنا چاہئے کہ جامعہ بنوریہ کسی بھی مسجد پر قبضے سے پہلے مذکورہ مسجد کے اندر پہلے سے موجود انتظامیہ کے خلاف ایک گروپ اور محاذ کھڑا کرتی ہے،اس دوران وہ مسجد یا مدرسے کے دونوں فریقوں کو اپنی حمایت کا الگ الگ یقین دلاتے ہوئے اُن سے اپنی ثالثی منواتے ہیں۔جب وہ فریقین سے اس انجینئرڈ رضامندی کو حاصل کر لیتے ہیں تو پھر مسجد کے امام،موذن اور انتظامیہ کو اپنی مرضی سے تبدیل کر دیتے ہیں۔اگر اس کی مزاحمت ہوتو پھر وہ اپنے کچھ افراد کی کہیں نہ کہیں تعیناتی ضرور کرواتے ہیں۔اس معاملے میں ایک گھناؤنا انکشاف یہ بھی ہوا ہے کہ مفتی نعیم مرحوم اور ان کے بیٹوں نے باقاعدہ مسجد کا مصلیٰ بیچنا شروع کیا۔اس سے مراد مسجد کے امام کی تعیناتی ہے۔وہ جس مسجد میں بھی فتنے کا کوئی بیج بوتے ہیں تو سب سے پہلے وہاں اپنے امام کی تعیناتی پر زور دیتے ہیں۔اگر مسجد پوش علاقے کی ہو، جہاں مستقل بنیادوں پر چندے میسر آتے ہوں تو پھر اپنے ہی امام کو وہ اس منصب کو فروخت کرتے ہیں۔ نمائندہ جرأت کو مستند ذرائع سے ایسے پانچ اماموں سے گفتگو کرنے کا موقع ملا جنھوں نے تسلیم کیا کہ وہ بنوریہ کے ذمہ داران کو امامت کا منصب حاصل کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے رقوم دے چکے ہیں۔جرأت کے پاس موجود بے شمار رسیدوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بنوریہ ماہانہ بنیادوں پر اپنی زیر تحویل مساجد سے مختلف مدات میں رقوم اینٹھتی ہے۔"

https://juraat.com/19/10/2022/90376/

امتہ الباری ناصر

حوصلے جواں رکھنا گرچہ رات بھاری ہے
صبحِ نَو کے سانسوں کی سب مہک ہماری ہے
دسترس میں رہتا ہے کارواں زمانے کا
ہرصدی ہماری تھی ہر صدی ہماری ہے
اپنی دُھن میں رہتے ہیں مست ہیں قلندر ہیں
مات بھی ہماری ہے جیت بھی ہماری ہے
عاقبت بنانے کو جان پیش کرتے ہیں
سلسلہ چلانا تو رب کی ذِمہ داری ہے
کچھ حسین یادوں کو نیند سے اٹھایا ہے
ہم نے یوں شبِ ہجراں جاگ کر گزاری ہے
بے خبر نہیں ہے وہ چاہتوں کی شدّت سے
چاند نے بھی ساری رات آنکھ میں گزاری ہے

حوصلے جواں رکھنا گرچہ رات بھاری ہے
صبحِ نَو کے سانسوں کی سب مہک ہماری ہے
دسترس میں رہتا ہے کارواں زمانے کا
ہرصدی ہماری تھی ہر صدی ہماری ہے
اپنی دُھن میں رہتے ہیں مست ہیں قلندر ہیں
مات بھی ہماری ہے جیت بھی ہماری ہے
عاقبت بنانے کو جان پیش کرتے ہیں
سلسلہ چلانا تو رب کی ذِمہ داری ہے
کچھ حسین یادوں کو نیند سے اٹھایا ہے
ہم نے یوں شبِ ہجراں جاگ کر گزاری ہے
بے خبر نہیں ہے وہ چاہتوں کی شدّت سے
چاند نے بھی ساری رات آنکھ میں گزاری ہے


جذبات الحق

مشرقی بنگال سے گورداسپور تک،
1250 میل لمبے عجب سفر کی غضب کہانی (قسط دوئم)
مراسلہ شاہین سانگلوی

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ امیر جماعت ہائے احمدیہ بنگال نے برہمن بڑیہ مشرقی بنگال سے قادیان ضلع گورداسپور تک طول وطویل سفر کیا جس میں آپ نے مولانا شبلی نعمانی، مولوی عبداللہ ٹونکی، مولوی عبدالباری فرنگی محلی، مولوی عین القضاۃ صاحب، مولوی احمد رضا خان بریلوی، مولوی عبدالحق تفسیر حقانی، مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری اور حکیم محمد حسین قریشی صاحبان سے ان کے گھروں پر حاضر ہوکر ملاقات کی اور سوال وجواب کی محافل برپا کیں۔

اس سفر کی خاص بات یہ ہے کہ یہ سفر حضرت مولانا سید محمد عبدالواحد صاحب امیر جماعت برہمن بڑیہ نے اپنے احمدی ہونے اور بیعت کرنے سے پہلے کیا۔ جب آپ جماعت کا لٹریچر پڑھ چکے اور آپ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر ہو چکا تو آپ بیعت کرنے سے پہلے ایک لمبے سفر پر نکل کھڑے ہوئے۔ برصغیر کے ممتاز علمائے کرام کے گھروں پر جا کر ان سے ملاقات کی اور جماعت احمدیہ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نکتہ نظر ان کے سامنے پیش کیا۔ آپ خود برصغیر کے چوٹی کے عالم دین اور چوٹی کے علمائے کرام کے شاگرد تھے چنانچہ ان علمائے کرام سے بڑی دلچسپ محافل ہوئیں۔ اور ہر محفل کے بعد آپ کا یہ یقین اور راسخ ہوتا چلا گیا کہ جو انہوں نے بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارادہ کیا ہے بالکل درست ہے اور جماعت احمدیہ کے دلائل کا کسی بھی مولوی اور ملاں کے پاس سنجیدہ جواب نہیں ہے۔ چنانچہ آپ 1250 میل کا طول وطویل سفر کرتے کرتے اور ایک ایک جید مولوی سے بحث ومباحثہ کرتے کرتے قادیان کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ قادیان پہنچ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس وقت تک اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور قدرت ثانیہ کا اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء سے ظہور ہو چکا تھا، چنانچہ آپ خلیفۃ المسیح الاول حضرت حکیم نورالدین رضی اللہ عنہ کے در دولت پر حاضر ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کر کے قافلہ مسیح میں شامل ہو گئے۔

بنگال میں آپ کی تبلیغ سے ایک ہزار 1000 طالبان حق کو سلسلہ حقہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہماری یہ نہایت خوش نصیبی ہے کہ وفات سے کچھ عرصہ قبل آپ نے آپ تک پیغام احمدیت پہنچنے سے لے کر قبول احمدیت سے پہلے کے طول وطویل سفر تک کی مکمل تفصیل لکھ دی تھی جسے حکیم محمد عبداللطیف شاہد منشی فاضل تاجر کتب مین بازار گوال منڈی لاہور نے ''جذبات الحق'' کے نام سے دسمبر 1966 میں شائع فرمادیا۔ ہمارے خیال میں یہ ایک انتہائی قیمتی تحریر اور ازدیاد ایمان کرنے والی کتاب ہے چنانچہ ہمارے بھائی شاہین سانگلوی نے ادارہ قندیل کے لئے اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کر کے افادہ عام کے لئے پیش کرنے کے لئے ارسال کیا ہے۔ پہلا حصہ جس میں آپ تک پیغام پہنچنے کی اور ابتدائی مخالفت اور لوکل سطح پر ہونے والے مناظروں کی تفصیل تھی گزشتہ شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اب دوسرا حصہ پیش ہے جس میں برصغیر کے 7 بڑے علماء سے ان کی فرودگاہوں پر ہونے والی ملاقات اور جماعت کے حوالے سے گفتگو کا دلچسپ احوال موجود ہے۔ (مدیر قندیل حق)

بیان سفر ہندوستان وپنجاب اور اکابر علماء سے گفتگو وبحث

اگرچہ سلسلہ احمدیہ کی حقیقت مجھ پر کھل گئی تھی اور اس میں تشفیٔ خاطر و شرحِ صدر بھی حاصل ہو گیا تھا تاہم چونکہ بنگالہ کے اکثر خاص و عام کہا کرتے تھے کہ ہندوستان و پنجاب کے اکثر نامی گرامی علماء اس طریقہ سے نفرت کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتے۔ اس لئے میرے دل میں اکثر یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ شاید ان علماء کی تحقیق میں کوئی وجہ دقیق اس طریقہ کے بطلان پر حاصل ہوئی ہو تو جب تک بالمشافہ ان علماء سے اس طریقہ کے بارے میں گفتگو نہ کر لوں۔ ہرگز اس طریقہ میں داخل نہ ہوں گا۔ اور بعض اوقات یہ بھی خیال آتا تھا کہ قادیان میں جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی صحبت میں رہے ہوئے ہیں۔ ان کی عملی حالت اور روحانی کیفیت بھی بچشمِ خود دیکھ لینی چاہیئے کہ کیسی ہے تا کہ ہر طرح اطمینان و تسکین خاطر حاصل ہو جائے۔ پس میرے احمدی ہونے میں مذکورہ بالا دونوں باتیں حائل تھیں۔ اور دونوں ایک سفر دراز کو چاہتی تھیں۔ میں ہر سال اعادہ کرتا تھا کہ اس مہینے کی تعطیل میں وہ سفر کروں۔ لیکن تعطیل کے شروع ہونے سے پہلے ہی میری طبیعت خراب ہو جاتی تھی۔ اور میں بیمار ہو جاتا تھا۔ لیکن 1912 عیسوی کے اکتوبر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلِ خاص سے مجھے اس سفر کی توفیق عطا کی اور میری طبیعت بھی بفضلہٖ تعالیٰ اچھی رہی۔ بعون الٰہی خاکسار مندرجہ ذیل تین دوستوں کو ساتھ لے کر عازمِ سفر ہوا۔ (1) مولوی امداد علی (2) قاری دلاور علی (3) دھانو منشی۔

اول ہم لوگ مقام برہمن بڑیہ سے روانہ ہو کر شہر کلکتہ پہونچے۔ چونکہ سُنا گیا تھا کہ مولانا شبلی نعمانی اس وقت لکھنو میں ہیں۔ اس لئے کلکتہ سے روانہ ہو کر پہلے لکھنؤ گیا۔ اور وہاں مرزا کبیر الدین احمد صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کے مکان پر فروکش ہوا۔ اگرچہ مرزا صاحب اپنی ملازمت پر گئے ہوئے تھے اور گھر میں موجود نہ تھے۔ پھر بھی ان کے بھائی صاحب بہت ہی خاطر و تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ تیسرے پہر کو میں نے ان کو بتایا کہ میری اصل غرض لکھنؤ آنے کی یہ ہے کہ مولانا شبلی صاحب سے مل کر تخلیہ میں کچھ باتیں کروں اس کے لئے کون سا وقت موزوں ہو گا۔ یہ سُن کر انہوں نے اپنی انجمن احمدیہ کا ایک مطبوعہ فارم نکال کر مولانا شبلی کے نام ایک خط لکھا کہ بنگال سے ایک عالم ہمارے یہاں تشریف لائے ہیں اور جناب سے ملاقات کے خواہش مند ہیں براہِ عنایت مطلع فرمائیں کہ جناب سے ملنے کا کون سا وقت موزوں ہو گا۔ یہ خط جب لکھا جا چکا تو میرے دل میں خیال گذرا کہ یہ لوگ یہاں قادیانی مشہور ہیں۔ پس اگر میں ان کے ذریعہ سے مولانا شبلی سے ملنے گیا تو وہ ہرگز شرح صدر کے ساتھ مجھ سے نہ ملیں گے۔ اور یہ بات میں نے مرزا کبیر الدین صاحب کے برادر عزیز پر ظاہر کی اور کہا کہ صرف ایک راہبر میرے ساتھ کر دیں۔ تا کہ مولانا شبلی کا گھر مجھے دکھا کر چلا آوے۔ مَیں خود ان سے حسب دلخواہ ملنے کی تدبیر کر لوں گا۔ پس انہوں نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ اور ایک نوجوان کو جو شاید ان کا بھانجہ تھا میرے ساتھ کر دیا۔ وہ میرے ہمراہ مولانا شبلی صاحب کے مکان تک گیا اور مجھے جگہ دکھا کر چلا آیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ مولانا کے دروازے پر سائن بورڈ پر لکھا ہوا ہے کہ جو صاحب مجھ سے ملاقات کرنا چاہیں وہ چار بجے کے بعد تشریف لاویں۔ اتفاقاً اس وقت چار ہی بجے تھے پس میں مولوی امداد علی کو ساتھ لئے ہوئے جو میرے ہمراہ تھے مولانا شبلی کے حجرہ میں جا پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ مولانا میرے حسب دلخواہ تنہا بیٹھے ہوئے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ مولانا شبلی صاحب سے تنہائی میں ملنے کی وجہ یہ تھی کہ سابق میں جب وہ علی گڑھ کالج کے عربی پروفیسر تھے اس وقت میں نے ان کے پاس ایک جوابی پوسٹ کارڈ میں یہ سوال لکھ بھیجا تھا کہ اس وقت عیسٰی علیہ السلام کے حیات و وفات کے بارہ میں علماء کے درمیان سخت اختلاف ہے پس اس کے متعلق جناب کی کیا رائے ہے۔ بیّنو اتو جروا؟ انہوں نے اس کے جواب میں اس طرح کی عبارت لکھی تھی۔ قرآن کریم سے بظاہر تو عیسٰی علیہ السلام کا وفات پانا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن ہمارے علماء کا مذہب یہ ہے کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اور قریب قیامت کے وہ پھر دنیا میں نازل ہوں گے۔ انتہیٰ۔

ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سوال و جواب میں کس قدر بُعد ہے۔

اور اصل سوال جوان کی رائے کے متعلق تھا۔لوگوں کے خوف سے اس کا جواب انہوں نے نہ دیا۔جب یہی بات میں نے اُن سے بالمشافہ پوچھی تو انہوں نے کچھ اور ہی جواب دیا جیسا کہ عنقریب عرض کروں گا۔علاوہ اس کے میں نے بعض لوگوں کی زبانی سُنا تھا کہ مولانا شبلی صاحب اس مسئلے یعنی وفاتِ مسیح میں احمدیوں کے موافق ہیں اور لوگوں کے خوف سے اقرار نہیں کرتے۔اسی لئے مَیں نے ان سے تخلیہ میں ملنے کا انتظام کیا تھا تا کہ وہ اقرار کرنے میں خوف نہ کریں۔لیکن انہوں نے اقرار نہ کیا۔ کیوں کر کرتے۔کیونکہ جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور صرف انسانوں کا ڈر ہو۔ایسے شخص سے حق کا علانیہ اقرار کرانا بہت مشکل ہے۔

مکالمہ بامَولانا شِبلی نعمانی



الغرض مولانا شبلی صاحب کو ان کی نشست گاہ میں تنہا پا کر مَیں بہت خوش ہوا۔اور سمجھا کہ شاید وہ حق کا اقرار کر لیں گے۔کہ واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔خاکسار نے ان کے سامنے جا کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عرض کیا۔جس کے جواب میں انہوں نے وعلیکم السلام کہا۔اور بیٹھنے کی تواضع کی۔ایک کوچ پر جو وہاں بچھی ہوئی تھی بیٹھنے کے لئے کہا اور میرے بیٹھ جانے کے بعد دریافت کرتے رہے۔کہ وطن کہاں ہے اور کیا شغل رکھتا ہوں۔میں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ بندے کا مکان جس حصہٗ ملک میں ہے وہاں جناب کا سا عالم میسر نہیں۔پس اگر جناب اجازت دیں تو بندہ اپنے بعض شبہات عرض کرے۔تا اس کا حل ہو جاوے۔مولوی صاحب نے اجازت دے دی۔تب خاکسار نے پوچھا کہ قادیانی عقائد کے بارے میں جناب کی کیا تحقیق ہے۔مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ مذاہبِ باطلہ میں سے ہے اور یہی اکثر علماء وقت کی رائے ہے۔پس میں نے کہا کہ جناب نے کبھی اس مذہب کی تردید میں کچھ تحریر بھی فرمایا۔یا نہیں؟ جس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ نہیں۔میں نے اس بارہ میں کبھی کچھ نہیں لکھا۔پھر خاکسار نے کہا کہ لکھنا تو ضرور چاہیئے تھا۔آخر کیوں نہیں لکھا۔مولانا نے جواب دیا کہ مَیں نے تجربہ کیا ہے کہ جب کبھی کسی باطل مذہب کی تردید کی جاتی ہے تو وہ مذہب اور بڑھتا ہے اور اگر خاموشی اختیار کی جاوے تو از خود بتدریج مٹ جاتا ہے۔چنانچہ میں نے تاریخ طبری میں پڑھا ہے کہ بغداد میں شیعوں اور سُنیوں کے درمیان بڑا جھگڑا تھا۔سُنّی جب تک کہ شیعوں کو دبانے کی غرض سے ان پر حملے کرتے رہے شیعہ اور ترقی کرتے جاتے تھے۔اور جب سُنّیوں نے سکوت اختیار کیا۔تب سے شیعہ از خود کمزور ہونے لگے اور ان میں تنزل شروع ہو گیا۔

خاکسار نے کہا کہ جناب کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء سلف نے مذاہبِ باطلہ کی تردید میں جو کتابیں لکھی ہیں وہ بیجا تھیں علاوہ بریں میں نے صواعقِ محرقہ کے آغاز میں دو حدیثیں دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے **اذا ظهر الفتن او قال البدع و سب اصحابي فليظهر العالم علمه فمن لم يفعل ذٰلك فعليه لعنه الله و الملئكته و الناس اجمعين لا يقبل الله منه فرضاً و لا عدلاً**؟ یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا۔جب ظاہر ہوں فتنے یا فرمایا بدعتیں اور گالی دینا میرے اصحاب کو۔پس چاہیئے کہ ظاہر کرے عالم اپنے علم کو اس پر۔پس جس نے نہ کیا یہ پس اوپر اس کے لعنت اللہ تعالیٰ کی ہے اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی۔نہ قبول کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے عبادات کو نہ نفل نہ فرض۔انتہیٰ۔اور اگر فرضاً جناب کی دلیل کو تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی چپ رہنا اس وقت مفید ہوتا جب جناب تمام علماء ہند کو اپنے ساتھ متفق کر لیتے اور سب کے سب خاموش رہتے اور بغیر اس کے فقط جناب کے چپ رہنے سے کیا فائدہ ہوگا جب کہ ہمیشہ ہر طرف سے تردید کی دھوم مچ رہی ہے جو عیاں ہے۔میری یہ دلیل سُن کر مولانا شبلی صاحب نے خاموشی اختیار کر لی اور اتنی دیر تک سکوت میں رہے کہ جب پھر جواب کی امید باقی نہ رہی۔تو خاکسار نے

دوسری بات پوچھی جو یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیات و وفات کے متعلق عام علماء میں بڑا اختلاف ہے اور احمدی عقائد کے لوگ شد و مد کے ساتھ وفات عیسیٰ علیہ السلام ثابت کرتے ہیں۔ جس کا جواب دینا مشکل ہو رہا ہے۔ جناب کی تحقیق اس بارہ میں کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ اس کے متعلق کوئی یقینی بات نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ ادھر بات تو مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ ہے یعنی یہودیوں نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ان کو صلیب دیا اور اُدھر فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ بھی ہے یعنی جب کہ وفات دے دی تو نے مجھ کو اے پروردگار میرے فقط تو ہی نگہبان رہا اوپر ان کے یعنی نصاریٰ کے۔ انتہیٰ۔

خاکسار نے کہا کہ اسی عقیدہ کو ٹھیک کرنے کے لئے اس قدر دور سے جناب کے پاس آیا۔ اب جب جناب بھی فرماتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں کہا جا سکتا۔ تو آپ فرمائیے کہ اس کے لئے کہاں اور کس کے پاس جاؤں؟ اس پر مولانا نے فرمایا کہ کیا یہ ضروری ہے کہ شریعت کے ہر ایک مسئلہ کو ٹھیک کر لیا جاوے۔ چنانچہ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے مسئلے میں حضرت امام مالک صاحب فرماتے ہیں الاستواء معلوم و الکیفیت مجھول و السوال عنه بدعة و الایمان به واجب۔ یعنی استواء کے معنی سب کو معلوم ہیں اور کیفیت اس کی مجہول ہے یعنی نامعلوم اور سوال کرنا اس سے بدعت ہے اور ایمان لانا ساتھ اس کے واجب ہے۔ انتہیٰ۔

پس خاکسار نے کہا کہ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ صفات باری تعالیٰ میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے ساتھ بے چون بے چگون ہے۔ پس اگر اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے بارے میں کہا جاوے کہ ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے تو بے شک بجا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ ایک نبی جلیل القدر تھے۔ مگر جنسِ بشر سے تھے۔ اور بشر کے لئے حیات و وفات ایک معمولی امر ہے۔ پس یہ مسئلہ نظیر اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کی نہیں ہو سکتی۔ اس پر بھی مولانا شبلی صاحب سکوت کر گئے اور اس قدر دیر تک سکوت میں رہے کہ جب جواب کی امید باقی نہ رہی تو پھر خاکسار نے بعد توقف بسیار کے تیسری بات پوچھی۔ جو یہ تھی کہ نزولِ مسیح کی حدیث تو صحیح بخاری میں بھی ہے جس کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اس میں لفظ نزول کے کیا معنی ہیں۔ خصوصاً بعد ثبوت وفات مسیح کے اور احمدی لوگ تو وفات مسیح ثابت کرنے کے بعد ہی اس کو پیش کرتے ہیں جس کا جواب دینا بہت مشکل ہوتا ہے۔ مولانا شبلی صاحب نے جواب دیا کہ یہ سب حدیثیں اخبار احاد سے ہیں جو یقینی نہیں ہیں خاکسار نے کہا کہ اکثر حدیثیں تو اخبار احاد ہی میں سے ہیں۔ متواتر کہاں ہیں اور ہیں بھی تو بہت ہی کم قطع نظر اس کے اخبار احاد کے بھی تو معنی ہوتے ہیں مہمل تو نہیں ہیں اور کلام تو معنی ہی میں ہے مفید یقین و مفید ظن ہونے میں تو نہیں ہے اس پر بھی مولانا شبلی نے سکوت فرمایا اور یہ تیسرا سکوت تھا مخفی نہ رہے کہ ان سکوتوں پر خاکسار مولوی شبلی کی مدح و ستائش ہی کرتا ہے کیونکہ عالم کی شان ایسی ہی ہونی چاہیئے کہ جس امر میں جواب معقول کی راہ معقول نہ ہو سکوت اختیار کرے اور اب تو نا اہلوں کا زمانہ آ پڑا ہے کہ سکوت کرنے کو موجب ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ اس مثل کے مصداق ہیں۔ ''ملّا آں باشد کہ چپ نشود۔'' دانشمند حقیقت رس لوگ سمجھتے ہیں کہ ایسے موقعوں پر سکوت نہ کرنا موجب ننگ و عار ہے۔''

مکالمہ با مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی

مولانا شبلی صاحب سے باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ یکا یک ایک شخص معمّر و معمّم آ گئے جن کو میں نے ان کی صورت سے نہ پہچانا۔ اسی عرصہ میں اور بھی دس بارہ آدمی باہر سے آ کر فرش زمین پر بیٹھ گئے۔ چونکہ مولانا شبلی صاحب نے اس اوّل شخص کو بہت اعزاز کے ساتھ بٹھایا اس وجہ سے میں نے سمجھا کہ یہ شخص یہاں کا کوئی معزز مولوی ہے۔ پس جب مَیں نے ان بزرگ سے ان کا اسم گرامی و دولت خانہ دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ''ٹونک'' اس پر

مَیں نے کہا کہ وہی ٹونک نا جو ایک چھوٹی سی اسلامی ریاست ہے۔ میری طرف سے یہ تفتیش سُن کرانہوں نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ کسی قدر ترش رو سے ہو گئے۔ جس کی وجہ مَیں نے کچھ نہ سمجھی یہاں تک گفتگو ہوئی کہ اُن دس بارہ آدمیوں میں سے ایک شخص جو نیم مولوی سا نظر آتا تھا کھڑا ہو کر ادب سے کہنے لگا کہ آپ کے مخاطب مولینا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی ہیں یہ سُن کر مَیں پھڑک اٹھا اور اُن سے مصافحہ کر کے کہا کہ آپ تو اس وقت میرے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہیں کیونکہ خاکسار آپ کا نام نامی بہت دنوں سے سنتا رہا اور آپ کی ملاقات کا بڑا اشتیاق رکھتا تھا۔ آپ کے لکھنؤ میں مل جانے کا مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ مفتی صاحب ممدوح نے بھی میرا حال دریافت کیا۔

میں نے انہیں بھی وہی جواب دیا۔ جیسا مولانا شبلی صاحب کو دیا تھا اور چند شبہات کے پیش کرنے کی اجازت طلب کی۔ لیکن میری یہ درخواست سُن کر وہ کچھ گھبرا سے گئے اور صاف لفظوں میں اجازت نہ دی۔ اس پر مولانا شبلی صاحب کسی قدر مسکرا کر کہنے لگے کہ مولوی صاحب کو اَور تو کچھ پوچھنا نہیں۔ فقط قادیانی مذہب کے متعلق کچھ دریافت کرنا ہے یہ سُن کر مفتی ٹونکی صاحب کسی قدر زہر خندی کے ساتھ بآہستگی گویا ہوئے کہ قادیانی مذہب کے متعلق کیا پوچھیں گے۔ ان کے اس سوال کو مَیں نے اجازت پر حمل کر کے کچھ پوچھنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے میں نے کہا کہ جناب نے قادیانی مذہب کے ردّ میں کبھی کچھ لکھا ہے۔ انہوں نے کہا ''نہیں'' میں نے پھر کہا کہ کیوں نہیں لکھا میں نے تو آپ کا دستخط مرزا صاحب کے مخالفین کے بعض فتاویٰ تکفیر پر دیکھا ہے۔ ٹونکی مولوی صاحب نے کہا کہ مجھے مرزا کے مذہب کی تردید لکھنے کی فرصت ہی نہیں ہے۔ مرزا صاحب کے خیالات کی تردید کرنے والے اور بہت سے لوگ ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بہت کچھ لکھا ہے۔ پہلے تو وہ مرزا صاحب کے مرید تھے پھر مخالف ہو گئے۔ اس پر میں نے کہا۔ میں نے آپ کا لکھا ہؤا ایک رسالہ حُرمتِ غراب (1 کوّے کے حرام ہونے پر) پر دیکھا ہے اور یہ نہایت تعجب کی بات ہے کیونکہ کوّا کون کھاتا ہے؟ نہ آپ کھاتے ہیں نہ میں کھاتا ہوں اور نہ کوّا کھانے والا کسی کو میں نے دیکھا ہے دیو بندی جو مسئلہ حلّتِ غُراب کے بانی مبانی ہیں وہ لوگ بھی نہیں کھاتے فقط ایک فرضی بات ہے کہ ضد سے اس پر اڑے ہوئے ہیں۔ اس پر آپ کو ردّ لکھنے کی خوب فرصت ملی اور اُدھر ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمی آپ جیسے بزرگوں کے فتاویٰ کے مطابق کافر ہو رہے ہیں۔ پھر بھی آپ کو ردّ لکھنے کی فرصت نہیں ملتی۔ اس پر ٹونکی مولوی صاحب شرمندہ سے ہو گئے اور دیر تک سر نیچا کئے کچھ غور کرتے رہے اتنے میں مولانا شبلی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ملازم کو حکم دیا کہ کمرے کی سب کھڑکیاں کھول دے اور ہماری طرف مخاطب ہو کر کہا۔ آپ لوگ اچھی طرح باتیں کرلیں۔ میں باہر جا کہ بیٹھتا ہوں اور پھر باہر جا کر ایک چار پائی پر جو برآمدہ میں پڑی تھی۔ بیٹھ گئے۔ اور یوں کہنا چاہیئے کہ گویا اپنے عوض ایک اور شکار میرے لئے چھوڑ کر اپنی جان بچا لے گئے۔ اب میں نے پھر مفتی ٹونکی صاحب سے پوچھا کہ اچھا جناب حیات و وفات عیسٰی علیہ السلام میں آپ کی کیا رائے ہے اس کا کچھ جواب نہ دے کر وہ جھٹ بول اٹھے کہ عیسٰی علیہ السلام کی وفات بھی اگر ثابت ہو جاوے تو مرزا صاحب کو اس سے کیا فائدہ۔ اصل کلام تو ان کی نبوت میں ہے میں نے کہا کہ مرزا صاحب جس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس میں تو مَیں کچھ قباحت نہیں دیکھتا کیونکہ ان کا دعویٰ نبوت غیر تشریعی وظلّی کا ہے اس کی امتناع پر کوئی شرعی دلیل پیش نہیں کی جاتی۔ اور اکابر علمائے کرام نے بھی اس کے جواز کا اقرار کیا ہے۔ مثلاً شیخ اکبر نے فتوحاتِ مکیہ میں اور امام شعرانی نے الیواقیت والجواہر میں۔ اور ملّا علی قاری نے موضوعاتِ کبیر میں اور شیخ محمد طاہر حنفی نے مجمع البحار میں۔ ٹونکی مولوی صاحب نے کہا کہ اس کے امتناع پر قرآن وحدیث میں دلائل قاطعہ موجود ہیں جن سے ہر قسم کی نبوت کا امتناع بعد آنحضرت ﷺ کے ثابت ہوتا ہے میں نے کہا کہ اچھا پہلے قرآن کریم سے دیکھا جائے کہ کون سی آیت ایسی ہے جس سے ہر یک قسم کی نبوت کا امتناع بعد آنحضرت ﷺ کے ثابت ہوتا ہے۔ انہوں نے یہ مشہور و مذکور آیت پڑھ دی۔ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی

نہیں ہے محمدؐ باپ کسی کا مردوں سے تمہارے لیکن رسول ہے اللہ کا اور خاتم یعنی مُہر ہے نبیوں کا۔ میں نے کہا کہ یہ آیت تو بی بی زینب کے نکاح کے بارے میں ہے انہوں نے کہا ہاں۔ پس میں نے پوچھا کہ اس آیت میں لفظ لٰکِن جو کلمۂ استدراک ہے اس کی وجہ استدراک کیا ہے اور لفظ رسول اللہ اور لفظ خاتم النبیین کی عطف کی کیفیت کیا ہے اور یہ دونوں معطوف اور معطوف علیہ مقام مدح میں واقع ہیں یا مقامِ ذمّ میں، لیکن ٹونکی مولوی صاحب نے اس سوال کے جواب سے پہلو تہی کی۔ اور صرف لفظ خاتَم النّبیین کو لے بیٹھے اور خاتَم النبیین کو بار بار خاتم النّبیین کے کہتے رہے۔ مَیں نے کہا کہ حرف ''ت'' کو زبر کے ساتھ ادا کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ زبر سے بھی آیا ہے اور زیر سے بھی آیا ہے اور دونوں کے ایک ہی معنی ہیں میں نے کہا کہ ہو مگر آپ جس مصحف مجید میں تلاوت کرتے ہیں اس میں کیا لکھا ہے زبر سے یا زیر سے۔ تب انہوں نے بھی تسلیم کیا کہ وہاں زبر سے ہی لکھا ہے اور میں نے پوچھا کہ لفظ خاتَم کے معنی مُہر کے ہیں یا نہیں تو انہوں نے اس کو بھی تسلیم کیا۔ اور باوجود ان دونوں اقراروں کے لفظ خاتم النبیین کے معنی اخیر نبی کرنے لگے۔ میں نے کہا ان الفاظ کے معنی آپ نے جو آخر الانبیاء کئے ہیں اس کی کوئی دوسری نظیر کلام مستند عرب سے آپ دکھا سکتے ہیں اس کا تو کچھ جواب انہوں نے نہ دیا اور جھٹ کہہ دیا کہ حدیث شریف میں تو صاف لا نبی بعدی آگیا ہے میں نے کہا کہ اس کے آپ کیا معنی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے معنی تو بہت ہی واضح ہیں۔ اسم نکرہ تحت میں لائے نفی جنس کے جب واقع ہے تب ضرور نفی استغراقی کے معنے ہوں گے۔ میں نے کہا کہ احادیث میں اس قسم کی ترکیبیں کثرت سے واقع ہیں اور ہر جگہ نفی استغراقی کے معنی بن نہیں سکتے۔ چنانچہ ایک حدیث اس طرح مروی ہے کہ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ۔ یعنی جس میں امانت نہیں اس کا کچھ ایمان نہیں اور جس میں وفائے عہد و پیمان یعنی قول و قرار نہیں ہے اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ انتہیٰ۔

دیکھیئے ان دونوں فقروں میں اسم نکرہ تحت میں لائے نفی جنس کے واقع ہے اور نفی استغراقی بن نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر یہاں نفی استغراقی معنی کئے جائیں تو جو شخص امانت میں خیانت کرے۔ اس کو بے ایمان یعنی کافر اور جو شخص اپنے قول و قرار کو توڑے گا اس کو بے دین یعنی کافر کہنا پڑے گا۔ حالانکہ محققین و شراح حدیث اس حدیث کے ایسے معنی نہیں کرتے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدّث دہلوی نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں ایسے معنی نہیں کئے بلکہ نفی کمال ایمان و نفی کمالِ دین کے معنی کئے ہیں۔ پس اس کے مطابق اگر حدیث لا نبی بعدی کے بھی معنی نفی کمال نبوت کے کئے جاویں۔ تب کچھ بھی اشکال باقی نہیں رہتا۔ بلکہ بلا تکلف یہ معنے ہوتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی کامل نبی جو صاحب کتاب و صاحب شریعت و صاحب نبوتِ مستقلہ ہو، نہیں ہوگا۔ پس اگر آپ کے بعد کوئی نبی غیر تشریعی اور ظلّی شریعت محمدیہ کے ماتحت ہو اور آنحضرت ﷺ کے کمال اتباع سے نبوت حاصل کرنے والا ہو تو اس کا امتناع اس حدیث سے کس طرح ثابت ہوسکتا ہے۔ اور اگر پھر بھی آپ ضد کریں اور اس سے آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کے آنے کا امتناع مطلق ثابت کرنا چاہیں تو پہلے آپ امانت میں خیانت کرنے والے کے کافر ہونے کا اور عہد شکن کے بالکل بے دین ہونے کا فتویٰ عنایت کریں۔ تو پھر دیکھا جائے گا۔ یہ سُن کر مفتی صاحب حواس باختہ ہوگئے۔ اور وہاں سے اُٹھ کر باہر مولانا شبلی صاحب کے پاس جا بیٹھے اور جاتے وقت دبی زبان سے یہ بھی کہتے گئے کہ ایسا ہونے سے تو آپ سب جو کچھ جی میں آوے کہہ سکیں گے؟

المختصر چونکہ مغرب کی نماز کا وقت بہت قریب تھا اور دونوں مولوی صاحبان بھی فرار ہو چکے تھے۔ ہم بھی وہاں سے اُٹھ کر اور مولوی صاحبان مذکورین کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کو کچھ کلماتِ نصیحت آمیز بایں الفاظ کہتے چلے آئے کہ حضرات! آپ لوگ ہمہ تن دنیا کی طرف مائل ہیں اور دین کی طرف بالکل نظر نہیں کرتے۔ جب فتویٰ لکھتے ہیں تو عنوان پر لکھتے ہیں۔ چہ فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرع متین الخ۔ علمائے دین کیا ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ لوگوں کو خوش کرنے سے اللہ تعالیٰ ہرگز خوش نہ ہوگا۔ دنیا کی یہ عزّت و آبرو بالکل بے سُود ہے اور دائمی نہیں میرے یہ کلمات سن کر دونوں مولوی

صاحبان میرا منہ تکتے رہ گئے اور ہم رخصت ہو کر چلے آئے۔

دوسرے دن میں فرنگی محل گیا۔مقصود یہ تھا کہ حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب مرحوم ومغفور کے داماد سے ملوں اور مولانا مرحوم کے گھر کا حال دریافت کروں لیکن وہاں جا کر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں نہیں ہیں اور کہیں باہر گئے ہوئے ہیں۔پس ان کی تلاش میں مولوی عبدالباری صاحب کے یہاں جا پہنچا۔ مولوی عبدالباری صاحب نے اس دن جلاب کی دوا استعمال کی تھی۔پھر بھی ان سے کچھ باتیں ہوئیں اور وہ بھی میں نے اس غرض سے چھیڑا کہ تا انہیں معلوم ہو جائے۔فقط اس بات کی بناء پر کہ ان کو معلوم ہو کہ میں بھی حضرت مولانا محمد عبدالحی صاحب مرحوم ومغفور کے شاگردوں میں سے ہوں۔مولوی عبد الباری صاحب بات بات میں مجھے کہتے کہ مولوی صاحب آپ معقولی آدمی ہیں۔حالانکہ میں نے اُن سے کوئی معقولیت ظاہر نہیں کی تھی۔الغرض باتوں باتوں میں حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی بابت بھی درمیان میں بات آ گئی۔مولوی عبدالباری صاحب کہنے لگے کہ میں قادیانیوں سے گفتگو کرتے وقت مسئلہ حیات و وفات مسیح سے گفتگو شروع نہیں کرتا بلکہ میری گفتگو مرزا صاحب کے دعویٰ مہدویت پر کے دلائل سے شروع ہوتی ہے۔مَیں نے کہا کہ یہ تو عام لوگوں کا طریق ہے۔علمائے اہل تحقیق تو ہرگز ایسا نہیں کرتے بلکہ ان کا فرض تو یہ ہے کہ مسئلہ حیات مسیح کو پہلے دلائلِ قویہ سے ثابت کر دیں جس سے سب بکھیڑے طے ہو جاویں۔لیکن شاید حیاتِ مسیح کے دلائل قویّہ آپ کے پاس نہیں ہیں اس وجہ سے ایسا نہیں کرتے ورنہ ہرگز ایسی کج راہی نہ اختیار کرتے۔انہوں نے کہا کہ جس طریق سے مخالف کو جلد مغلوب کیا جا سکے گفتگو میں اسی طریق کو اختیار کرنا چاہیئے۔میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو حیات مسیح پہلے ثابت کر دینے سے سب بکھیڑے طے ہو جاتے ہیں بشرطیکہ دلائل قویہ حیات مسیح اسرائیلی آپ کے پاس موجود ہوں انہوں نے کہا کہ حیاتِ مسیح کے دلائل موجود ہونے پر اس کے ثابت کرنے میں مشکلات ہیں۔اور مرزا صاحب کس طرح مہدی ہو گئے؟ اس سوال کے آتے ہی قادیانی لوگ بہت جلد لاجواب ہو جاتے ہیں۔تجربہ سے ایسا ہی معلوم ہوا ہے میں نے کہا کہ واقف احمدی ہوگا تو وہ آپ سے دلائل وعلامات مہدی طلب کرے گا اور اس وقت مشکلات آپ ہی پر آ پڑیں گے مولوی عبدالباری صاحب نے کہا کہ مہدی کے علامات بھی ہم اسی سے دریافت کریں گے میں نے کہا کہ پھر آپ کیا کام کریں گے۔انہوں نے کہا کہ ہم مہدی کی علامات پر جرح کریں گے۔میں نے کہا کہ آپ کے لئے سب سے بہتر طریق تو یہ ہے کہ آپ اس سے کہیں کہ دوربین یا خوردبین سے آپ کو دکھا دیوے کہ مہدی کیسا ہوتا ہے اس موقعہ کے لئے خاقانی نے خوب ہی کہا ہے ؎

انصاف نہاں شد و وفا ہم

بالآخر میں نے کہا کہ جتنی باتیں آپ نے ارشاد فرمائیں وہ بالکل ہار جیت کی باتیں تھیں اس میں حق جُوئی وحق طلبی اور خشیت اللہ نام کو نہ تھا آپ نے ذرا بھی غور نہیں کیا کہ یہ شخص فی الواقع مامور ومرسل من اللہ ہے یا نہیں اس دنیا واہلِ دنیا نے تو ایک جمِ غفیر انبیاء ومرسلین کو اسی طرح ردّ کر دیا ہے جیسا اس وقت آپ نے۔اگر فی الواقع یہ شخص مامور من اللہ تھا تب تو جتنے لوگوں نے اس سے مخالفت کی اپنے لئے جہنم کی راہ صاف کی۔العیاذ باللہ من ذالک۔ میرے اس آخری کلام کا کوئی جواب مولوی عبدالباری صاحب نے نہ دیا۔

المختصر اس قدر گفتگو کے بعد حضرت مولانا عبدالحی صاحب مرحوم کے نواسے آ گئے۔خاکسار ان کی احوال پُرسی میں مشغول ہو گیا اور اس طرح سلسلۂ گفتگو قطع ہو گیا۔مخفی نہ رہے کہ مولوی عبدالباری صاحب سے گفتگو ہو رہی تھی تو اس وقت ایک نوجوان عبدالشکور نام کسی کسی وقت بول اٹھتا تھا۔لیکن میں نے اس کو با قابل خطاب کوئی جواب نہ دیا۔

الغرض وہاں سے رخصت ہو کر میں نے مولوی عین القضاۃ صاحب سے ملنے کی کوشش کی۔لیکن چونکہ وہ دن یوم جمعہ تھا اس وجہ سے قبل نماز جمعہ ان

سے ملاقات نہ ہوسکی۔اور بعد نماز جمعہ اگر چہ ملاقات ہوئی۔لیکن وہ ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔اور گریز کرتے رہے۔آخر میں وہاں سے اُٹھ کر چلا آیا۔اوراسی دن لکھنؤ سے روانہ ہوکر شام کو شاہجہانپور پہونچا جہاں جناب سیّد مختار احمد صاحب احمدی کے مکان پر قیام ہوا۔وہ نہایت خاطر وتواضع کے ساتھ پیش آئے اور باصرار تمام ایک دن اپنے پاس مقیم رکھا سیّد مختار احمد صاحب کے پاس جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ جناب مفتی محمد صادق صاحب نے خاکسار کو ایک مرتبہ لکھا تھا کہ اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی سے ملنا منظور ہو تو پہلے شاہجہانپور کے سید مختار احمد صاحب سے ان کا حال دریافت کر لینا۔پس ان سے مولوی احمد رضا خان صاحب کے حالات جس قدر بھی ہوسکا۔دریافت کر کے شاہجہانپور سے بریلی کی طرف روانہ ہوا اور شام کو وہاں پہنچ کر سرائے میں جا اُترا۔دوسرے دن مکرمی مولوی امداد علی صاحب کو ہمراہ لے کر مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی ملاقات کو چل پڑا۔

مکالمہ با مولوی احمدؒ رضا خان صاحب بریلوی

مولوی احمد رضا خان صاحب کے مکان پر معلوم ہوا کہ وہ سیر کو باہر تشریف لے گئے ہیں لیکن بہت جلد واپس آجاویں گے۔بہر کیف وہ تھوڑی ہی دیر میں واپس آگئے اور تحیّۂ اسلام اور احوال پرسی کے بعد وہ خود ایک کرسی پر بیٹھ گئے اور میرے بیٹھنے کے لئے ایک اور کرسی منگا دی۔پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔دیوبندیوں سے جو اُن کی سخت مخالفت تھی۔اس خصوص میں بھی کچھ باتیں ہوئیں اس کے بعد میں نے اُن سے دریافت کیا کہ مرزا صاحب قادیانی کی نسبت جناب کی کیا تحقیق ہے اور ان کو آپ کیا سمجھتے ہیں اس پر انہوں نے مندرجہ ذیل لمبی تمہید شروع کر دی۔

تمہید مولوی احمد رضا خان صاحب

ہمارے مخالف جو مدعی دین اسلام ہیں تین قسم کے ہیں۔اول وہ جو ضروریات دین کے منکر ہیں۔ہم ان کے حالات کو نہیں دیکھتے بلکہ ان کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور یہود و نصاریٰ کا سا برتاؤ ان سے کرتے ہیں۔دوسرے وہ ہیں جن کو ہم گمراہ جانتے ہیں لیکن دائرۂ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔جیسے فرق باطلہ رافضی خارجی معتزلی وغیرہم۔تیسرے وہ ہیں کہ نہ ہم ان کو گمراہ جانتے ہیں اور نہ وہ ہم کو گمراہ جانتے ہیں۔بلکہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں جیسے حنفی شافعی مالکی حنبلی۔میرزا صاحب قادیان کو ہم پہلے قسم مخالفین میں سے سمجھتے ہیں اس لئے ہم ان کے حالات والہامات کو بالکل نہیں دیکھتے۔میں نے کہا کہ آپ کی اس تمہید میں کلام کرنے کی گنجائش ہے لیکن میں ان میں کلام کرنا نہیں چاہتا۔کیونکہ ان سے میری کوئی غرض متعلق نہیں ہے اس وقت میں آپ سے صرف یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ جو میرزا صاحب کو قسم اوّل مخالفین میں سے شمار کرتے ہیں اور ان کو دائرۂ اسلام سے بالکل خارج سمجھتے ہیں تو میرزا صاحب میں کون سی ایسی بات پاتے ہیں۔جس سے آپ ان کو بالکل دائرۂ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔فرمایا کہ دور جانے کی ضرورت نہیں فقط اُن کے دعویٰ نبوت ہی کو لے لیجئے کہ کس بے باکی کے ساتھ اپنے تئیں نبی کہتے ہیں اور ان کے اتباع اب تک وہی گیت گا رہے ہیں تمام امّت محمدیّہ کے نزدیک بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کفر ہے جو قرآن وحدیث واجماع امت سے ثابت ہے۔میں نے کہا کہ میرزا صاحب نے جس نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ غیر تشریعی ظلّی ہے جو میرے خیال میں جاری وجائز ہے اگر آپ کہتے ہیں کہ گنجائش نہیں تو آپ دلائل دکھائیں اور سمجھائیں میں ضرور مان لوں گا۔انہوں نے کہا کہ تمام دلائل شرعیہ مطلق واقع ہوئے ہیں۔آپ ان سے نبوت غیر تشریعی اور ظلّی کا استثناء کہاں سے نکالتے ہیں۔میں نے کہا کہ استثنا کا موقع خود آپ کے دلائل ہی دیتے ہیں۔میں بلا وجہ وجیہ ایسا نہیں کرتا۔چنانچہ آپ کے قوی ترین دلائل میں سے قرآن کریم کے الفاظ خاتم النبین ہیں ان میں تو امتناع نبوت کا ذکر ہی نہیں آپ لوگ زبردستی ہی ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتناع نبوت مطلقہ کے معنی نکالتے ہیں اور اس ترکیب کی کوئی نظیر بھی کلام مستند عرب سے نہیں دکھا سکتے۔پھر حدیث شریف سے جو واضح ترین دلیل آپ کے ہاتھ میں ہے ”لا نبی بعدی“

ہے اوراس سے آپ لوگ زبردستی نفی استغراق کے معنے نکالتے ہیں حالانکہ حدیثوں میں اس قسم کی ترکیبیں کثرت سے واقع ہیں۔اور ہر جگہ نفی استغراقی کے معنی نہیں دیتیں۔مثلاً یہ حدیث کہ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ و لا دین لمن عھد لہ یعنی جس کی امانت نہیں اس کا ایمان بھی نہیں ہے اور جس کا عہد و پیمان وقول وقرار نہیں ہے اس کا کوئی دین حق بھی نہیں ہے۔انتہیٰ۔

اس حدیث میں نفی استغراقی کے معنے ہرگز نہیں ہیں۔اس لئے محققین شراح حدیث بھی اس میں نفی استغراقی کے معنی نہیں کرتے بلکہ نفی کمال کے معنے کرتے ہیں اور یہ معنی حدیث لا نبی بعدی میں کرنے سے بخوبی گنجائش استثنا نبوت غیر تشریعی وظلّی کی نکل آتی ہے۔کمالا یخفی اور شیخ اکبر فتوحاتِ مکیہ میں اور امام شعرانی الیواقیت والجواہر میں اور شیخ محمد طاہر مجمع البحار میں اور ملّاعلی قاری موضوعاتِ کبیر میں کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی کا آنا خاتم النبیین کے منافی نہیں ہے یہ آپ کے اجماع جعلی کو بھی توڑتا ہے۔میری یہ تقریر سُن کروہ بدحواس سے ہوگئے اور میری تردید میں اور تو کچھ نہ کہہ سکے۔ناچار یہی کہنے لگے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد امتناع نبوت کے دلائل کو کیا آپ تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔میں نے کہا کہ استغفر اللہ۔ہرگز میں دلائل قرآن وحدیث کو تحقیر کی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ ہر ایک کے مفاد کو ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔آپ ثابت کریں کہ میرا کون سا لفظ تحقیر پر دال ہے۔العیاذ باللہ۔میرے خیال میں جو کوئی ایسا کرے وہ میرے نزدیک قابل اخراج از دائرہ اسلام ہے تب انہوں نے کہا کہ اگر آپ دلائل قرآن وحدیث کو عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان میں پیچیدگیاں نہیں پیدا کرتے تو مَیں آپ کو اصل بات بتائے دیتا ہوں۔میں نے کہا بہت خوب یہی تو میرا عین مقصد ہے آپ واضح طور پر فرماویں۔پس مولوی صاحب نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی نہیں ہے محمد باپ کسی کے مردوں سے تمہارے لیکن رسول اللہ کا ہے اور مہر نبیوں کے۔انتہیٰ

اس آیت شریفہ میں جو لفظ خاتم النبین ہے یہ لفظ بعد آنحضرت ﷺ نبی کے آنے کے نص امتناع پر عموماً قاطع ہے۔کوئی نبی کسی قسم کا بعد آنحضرت صلعم کے نہیں آسکتا۔اور اگر کوئی کسی قسم کی نبوت کا دعویٰ کرے وہ بے شک کافر ہے۔اور دائرہ اسلام سے بالکل خارج ہے۔تب میں نے کہا کہ کیا اب بندہ بھی کچھ عرض کرسکتا ہے۔فرمایا کہیئے پس میں نے عرض کیا کہ یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ آیت شریفہ مذکورہ بی بی زینب کے نکاح کے بارے میں ہے انہوں نے کہا ہاں اس میں کیا شک۔میں نے کہا کہ اس آیت شریفہ میں جو کلمہ لٰکِن حرف استدراک واقع ہوا ہے۔اس کی وجہ استدراک کیا ہے بیان فرماویں۔مولوی صاحب نے کہا کہ اچھا میں پھر بتاؤں گا۔ابھی الفاظ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ پر غور کیجئے۔میں نے کہا بہت اچھا۔فرمائیے کہ جملہ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ مقام مدح میں واقع ہے یا مقام ذم میں انہوں نے کہا کہ مقام مدح میں۔تب میں نے کہا کہ اب لفظ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے معنی بیان فرمادیں۔بظاہر اس جملہ میں دو2 ہی لفظ ہیں خاتم اورنبیّن اور ظاہر ہے کہ نبیّن جمع ہے لفظ نبی کا۔اب باقی رہا لفظ خاتم کے معنے۔پس فرمائیے اس لفظ کے کیا معنی ہیں انہوں نے کہا کہ اس کے معنے ہیں مُہر۔ میں نے کہا بہت خوب۔پس خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے معنے ہوئے مُہر نبیوں کی۔اب فرمائیے۔اس سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا کہ سب نبیوں کے بعد آخری نبی۔میں نے کہا کہ آخری کس لفظ کے معنے ہوئے۔انہوں نے کہا جب ہم فتویٰ وغیرہ لکھتے ہیں تو سب سے آخر میں مُہر کرتے ہیں۔میں نے کہا کہ سبحان اللہ کیا آپ کا فعل بھی دلیل ہوگیا۔انہوں نے کہا کہ فقط میں کیا سب ہی تو ایسا کرتے ہیں یہ تو ایک عام دستور کی بات ہے میں نے کہا کہ سب کہاں ایسا کرتے ہیں۔ایک مَیں ہوں میں تو ایسا نہیں کرتا۔میری عادت ہے کہ دہنے طرف حاشیہ پر مُہر کردیتا ہوں اور ایسا ہی اور بھی بہت سے لوگ ہیں ماسوا اس کے بادشاہی عملداری سے لے کر انگریزی عملداری تک یہی دستور ہے کہ سرکاری کاغذوں پر سب سے اوپر مُہر کرتے ہیں۔تو کیا فقط آپ کی عادت اور فعل کے مطابق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لفظ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ نازل فرمایا ہے اس کا جواب تو وہ کچھ نہ دے سکے۔اور جب

دیکھا کہ یہ بحث بہت مشکل ہے تب جھٹ حدیث لانبیّ بعدی کی طرف رجوع کیا۔ میں نے اس کے مقابل میں حدیث لوعاش ابراہیم لکان صدّ یقاً نبیاً پیش کردی۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو البتہ وہ نبی ہوتا۔ انتہیٰ۔

انہوں نے کہا کہ کلمۂ لَوْ کے ماتحت کا وقوع ضروری نہیں ہے میں نے کہا کہ نہ ہو ممکن الوقوع تو ہے پس اس سے بھی میرا مطلب حاصل ہے کیونکہ اس قدر تو ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے وہذا ہو مرامی؟

المختصر مولوی احمد رضا خاں صاحب سے گفتگو کرتے کرتے بہت دیر ہوگئی تھی۔ اور بارہ بج چکے تھے۔ اثناء گفتگو میں بعض اوقات مولوی صاحب کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر مولوی امداد علی جو میرے ساتھ تھے گفتگو ختم کرنے کے لئے مجھ سے اشارہ پر اشارہ کرتے جاتے تھے چونکہ وقت بھی بہت صرف ہو چکا تھا اس وجہ سے ناچار میں نے گفتگو ختم کردی اور مولوی احمد رضا خان صاحب کے بعض رسالہ جات لے کر وہاں سے رخصت ہوا۔ اور یہ فقرہ میری زبان پر تھا۔ شعر فہمیٔ عالمِ بالا معلوم شد بالا معلوم شد اور یہ بحث یہاں ختم ہوگئی۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے ساتھ گفتگو کے وقت ان کے مدرسہ کے مدرسین بھی ہماری گفتگو سُننے کے لئے آ گئے تھے۔ اور خاموش بیٹھ کر سنتے رہے لیکن کسی نے دم تک نہ مارا۔ اور میں بھی ان کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ ہماری گفتگو کے تمام ہوتے ہی سب لوگ اُٹھ کر اِدھر اُدھر چلے گئے۔

میں بھی وہاں سے رخصت ہو کر اپنی جائے قیام یعنی سرائے کو واپس آیا اور کھانے سے فارغ ہو کر مولوی امداد علی و دیگر ہمراہیوں کو ساتھ لے کہ امروہہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور شام کو جناب مولوی سید محمد حسن صاحب کے مکان پر جا پہنچا انہوں نے بڑی خاطر و تواضع کے ساتھ ہمیں دو دن تک ٹھہرا رکھا۔ امروہہ جانے کی غرض یہ تھی کہ مولوی محمد احسن صاحب کے بعض رسالہ جات میں اکثر حوالجات کے بارہ میں مجھے کچھ شبہات تھے۔ اور میں ان کی تصحیح کرنا چاہتا تھا لیکن بوجہ کبیر سنی اور علالت کے مولوی سیّد محمد احسن صاحب کے حواس درست نہ تھے۔ اس لئے عباراتِ مطلوبہ کتب منقولہ سے نکال نہ سکے۔ اور نکالتے کیسے ان کی بصارت بھی جواب دے چکی تھی۔ اور تمام قوائے جسمانی ضعیف ہو گئے تھے جب کچھ لکھنے کی ضرورت ہوتی تو وہ زبانی بتاتے جاتے اور انکے فرزند محمد یعقوب صاحب لکھتے جاتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان کا ایک بہرا منشی بھی لکھتا تھا جس کے بارہ میں خود ہی مذاقاً کہا کرتے تھے کہ ''اندھا گائے بہرا بجائے۔'' تیسرے دن ہم امروہہ سے دہلی کی طرف روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر جناب میر قاسم علی صاحب کے گھر جا اُترے۔ اور رات کو دیر تک ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ صبح کے وقت ہم مطبع مجتبائی دیکھنے کے لئے گئے اور وہاں سے جناب مولوی عبدالحق صاحب مؤلف تفسیر حقانی کی ملاقات کو ان کے مکان کی طرف چل پڑے۔ وہاں جا کہ معلوم ہوٗا کہ وہ مکان پر تشریف نہیں رکھتے بلکہ خواجہ قطب الدین کے مزار کی زیارت کو گئے ہیں۔ دو گھنٹے کے بعد وہاں سے واپس آئیں گے۔ پس ہم نے دل میں خیال کیا کہ اتنی دیر تک یہاں بیٹھ کر کیا کریں گے۔ اس عرصہ میں حکیم اجمل خان صاحب کے مطب کی سیر بھی کر لیں۔ وہاں جا کر دیکھا کہ زن و مرد کے ہجوم سے گویا وہاں بازار لگا ہوا ہے یہ نظارہ ہم دیر تک دیکھتے رہے۔ اور وہاں بیٹھے بیٹھے دوپہر کا وقت ہو گیا۔ چونکہ یہ وقت نامناسب تھا اس لئے مولوی عبدالحق صاحب کے مکان پر اس وقت نہ گئے اور سیدھے اپنی اقامت گاہ پر چلے آئے۔ بعد نماز ظہر مولوی عبدالحق صاحب سے ملنے کے لئے میں پھر چلا۔

مکالمہ با مولوی عبدالحق صاحب مؤلّف تفسیر حقّانی

اور وہاں جا کر دیکھا کہ مولوی صاحب اپنے دیوان خانہ میں تشریف فرما ہیں۔ اور ان کے پاس اور بھی چند آدمی موجود ہیں۔ میں بھی سیدھا ان کی

نشست گاہ میں چلا گیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کا تحفہ پیش کیا۔ انہوں نے بھی سلام کا جواب دیا اور اعزاز کے ساتھ بٹھایا احوال پرسی کی اس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں اسی عرصہ میں حاضرین میں سے ایک شخص نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت پیر کو سجدہ کرنا اور پیر کا سجدہ کی ممانعت نہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ کفر ہے اور بڑا کفر ہے۔ اس کے بعد میں نے بھی کچھ سوالات شروع کئے اور کہا کہ جناب والا ظہور مہدی ونزول مسیح کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ مختلف احادیث میں ظہور مہدی اور نزول مسیح کی خبریں آتی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ حدیثیں اخبار احاد سے ہیں اس لئے ان پر مجھے یقین کامل نہیں ہے ہاں ظنّی طور پر ہم ان دونوں کی آمد کے قائل ہیں اگر آئے تو فبہا اور اگر نہ آئے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ ہمیں مہدی و مسیح کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہم تو دینِ حق و شریعت غرا لے کر بیٹھے ہیں اور قرآن کریم میں اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ یعنی کامل کر دیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا آ گیا ہے پھر ہمیں مہدی و مسیح کی کیا ضرورت ہے اگر کوئی مہدی بنے یا مسیح بنے۔ بننے دیجئے۔ ہمیں ان کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر مسیح آوے گا تو دجال کو ہلاک کرنے کے لئے آوے گا۔ دین و شریعت سے اس کو کوئی تعلق نہ دل ہوگا۔ ان کی یہ باتیں سُن کر میں نے دل میں کہا کہ یہ تو عجیب ہی قسم کے آدمی ہیں بہرحال ان کو کسی طرح لاجواب کرنا چاہئیے۔ آخرش کسی قدر تفکر کے بعد مَیں نے کہا۔ جناب! بندہ آج ہی صبح کو ایک مرتبہ پہلے بھی جناب کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تھا لیکن اس وقت معلوم ہوا تھا کہ آپ خواجہ قطب الدین صاحب کے مزار کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا جی ہاں۔ میں قطب صاحب کے مزار پر ہی گیا تھا۔ میں نے کہا کہ بھلا یہ تو فرمائیں کہ آپ وہاں کیوں گئے تھے۔ آپ تو وہ شخص ہیں کہ مسیح ومہدی کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ پھر خواجہ قطب الدین کے آپ کیوں محتاج ہوئے حالانکہ خواجہ قطب الدین آپ کے فتویٰ کے مطابق کافر ہیں۔ میں نے تو جناب کی مجلس میں آ کر ہی یہ فتویٰ سُنا کہ مرید کا پیر کو سجدہ کرنا اور پیر کا مرید کے سجدہ کو قبول کر لینا کفر ہے۔ اور یہ واقعہ ہے کہ خواجہ قطب الدینؒ اپنے مریدوں کا سجدہ قبول کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات میں دیکھا ہے کہ بعض مرید آپ کی چوکھٹ پر سر رکھ دیتے تھے تو حاضرین میں سے ایک شخص نے حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے دریافت کیا کہ یا حضرت! کیا آپ اس کو جائز سمجھتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں نے بارہا چاہا کہ اس کو موقوف کرادوں لیکن چونکہ میں نے حضرت صاحب یعنی شیخ فریدالدین شکر گنج کے دربار میں دیکھا ہے اس لئے ممانعت کی جرأت نہیں کرتا۔ اسی طرح شیخ ممدوح کے ملفوظات میں بھی لکھا ہے کہ مرید لوگ آ کر چوکھٹ پر سر رکھ دیتے تھے تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا۔ یا حضرت! کیا آپ اس کو جائز قرار دیتے ہیں کہ لوگ ایسا کریں۔ تو شیخ شکر گنج نے بھی اسی طرح فرمایا کہ میں نے بارہا چاہا کہ اس کو موقوف کرادوں لیکن چونکہ میں نے حضرت صاحب (یعنی خواجہ قطب الدین بختیار کاکی) کے دربار میں دیکھا ہے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں اس لئے ممانعت کی جرأت نہیں کرتا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ خواجہ قطب الدینؒ سجدہ قبول فرماتے تھے۔ اور آپ کے فتویٰ مذکور الصدر کے مطابق یہ کافر تھے۔ اور مسیح ومہدی کی فضیلت و آمد کی خبر احادیث صحیح میں آئی ہے اور خواجہ قطب الدین کا کوئی ذکر احادیث صحیح کیا بلکہ غیر صحیح میں بھی نہیں ہے۔ پس آپ کا مسیح و مہدی کا محتاج نہ ہونا اور خواجہ قطب الدین کے استخوانِ بوسیدہ کا محتاج ہونا بس عجب ہے کما لا یخفی۔ میری یہ تقریر سنکر مولوی عبدالحق صاحب مبہوت سے ہو گئے۔ بالآخر یہی کہتے بنی کہ میں برکت حاصل کرنے کے لئے گیا تھا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ کے اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ میں یعنی کامل کر دیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا برکت نہیں ہے جو اپنے خود قرار دادہ کافر کے استخوانِ بوسیدہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے گئے تھے۔ اس پر مولوی صاحب بہت ہی خجل ہوئے اور سر جھکا لیا۔ پھر میں نے کہا کہ جناب نے ایک بات یہ بھی تو فرمائی تھی کہ مسیح اگر آئے گا تو دجّال کو ہلاک کرنے کے

لئے آئے گا دین وشریعت سے اس کو کچھ تعلق نہ ہوگا۔ جناب نے تو صحیح بخاری ضرور دیکھی ہوگی اس میں تو نزول مسیح کی یہ حدیث لکھی ہے کہ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اماٗمکم منکم اب فرمایئے کہ لفظ امام کے کیا معنی ہیں؟ اگر آپ فرمادیں کہ امام کہتے ہیں ایسے بڑے جری پہلوان کو جو دجال جیسے عجیب الخلقت کو ہلاک کر سکے۔ تو فرمایئے آپ کے امام ابوحنیفہ صاحب میں یہ صفت تھی یا نہیں۔ اگر تھی تو ثابت کیجئے ورنہ ان کو آپ لوگ امام کیوں کہتے ہیں اور علاوہ اس کے مسیح سے تو آپ کے خیال میں وہی مسیح اسرائیلی مراد ہیں جو بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر تھے۔ یہ بزرگ رسول تو بہت ہی ضعیف اور کمزور آدمی تھے کہ فقط یہودیوں کے حملہ کی تاب نہ لا سکے اور تقریباً دو ہزار برس سے آسمان میں پناہ گزین ہیں کہ اس اثنا میں کبھی جرأت نہ ہوئی کہ تھوڑی دیر کے لئے ایک مرتبہ پھر اس زمین پر آویں اور اس وقت تو بحکم آیت کریمہ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ کے کُبڑے ہو چکے ہوں گے ایک ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ نہ معلوم کس مصلحت سے دنیا میں بھیجے گا۔ اور فعل الحکیم لا یخلو من الحکمۃ مثل مشہور کے خلاف ہوگا آمد اوّل میں ان سے کیا کارگذاری ایسی ہوئی تھی کہ پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ ان کو بھیجے گا۔ ہاں اگر نزول رستم کی کوئی روایت آپ مجھ کو نکال کر دکھا سکتے تو البتہ میں بہت ہی ممنون ہوتا۔ کیونکہ فردوسی نے شاہنامہ میں اس کی کارگذاری بہت لکھی ہے۔ یہ سنکر مولوی عبدالحق صاحب ہنسنے لگے اور ان کے ساتھ جتنے اور بے وقوف بیٹھے تھے سب کے سب نے ہنسنا شروع کیا۔ اور بات کی تہہ تک ذرا بھی نہ پہنچے۔ بات یہاں تک پہنچی تھی کہ مولوی عبدالحق صاحب اپنے خادم کو زور سے پکارنے لگے کہ چائے لاؤ چائے لاؤ۔ مولوی صاحب کو چائے پلاؤ۔ لیکن مَیں نے چائے نہیں پی۔ اور عذر کیا کہ میرے لئے چائے مضر ہے۔

الختصر اسی پر میری گفتگو مولوی عبدالحق صاحب سے ختم ہوئی اور وہاں سے اُٹھ کر ہم اپنی اقامت گاہ میں چلے آئے۔ اور دوسرے دن پنجاب کی طرف روانہ ہو گئے۔

پس اے حق کے طالبو! علمائے دنیا دار کا حال دیکھو کہ اپنی عزّت واعتبار قائم رکھنے کے لئے کس قدر احتیاط سے کام لیتے ہیں اور خدا کا خوف بالکل دل میں نہیں لاتے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مامور ومرسل کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ عوام کو معتقد رکھنے کے لئے حق بات کو بسا اوقات سمجھ کر بھی نہیں سمجھتے۔ اور اس قصور کے سبب اللہ تعالیٰ نے نورِ معرفت ان سے سلب کر لیا ہے۔ اس لئے اُسے شناخت بھی نہیں کر سکتے۔ یہ مولانا شبلی نعمانی اور مفتی عبداللہ ٹونکی اور مولانا احمد رضاؔ خان بریلوی اور مولانا عبدالحقؔ مؤلف تفسیرِ حقّانی ہندوستان میں چوٹی کے علماء شمار کئے جاتے تھے۔ جب اُنہیں کا یہ حال تھا تو انہی پر اوروں کو بھی قیاس کرنا چاہیئے۔ اکثر خاص وعام مسلمان انہی کے انکار سے دھوکا کھا کر سلسلہ حقہ احمدیہ کو قبول نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان علماء کے اندر بہت سا علم ہے یہ حضرات کیا غلط کہتے ہیں حالانکہ اندرونہ ان کا خالی ہوتا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

الغرض دہلی سے روانہ ہو کر امرت سر پہنچا وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب سے ملاقات کرنی تھی۔ کچھ گفتگو کرنے کے شوق سے نہیں۔ کیونکہ پیشتر سے اس سے خط وکتابت تھی۔ اور اس کی بہت سی تالیفات حضرت صاحب کے خلاف میں منگا کر دیکھ چکا تھا۔ اور اس کا اخبار اہلحدیث بھی کبھی کبھی منگاتا تھا۔ غرض اس کی شرارت کی کیفیت پہلے ہی سے مجھ پر ظاہر ہو چکی تھی۔ اس کے ساتھ ملاقات کرنا دو غرض سے تھا ایک تو اس کی صورت شکل دیکھنا تھا۔ دوسرے میر قاسم علی صاحب نے دہلی سے ایک فرمائش یہ کی تھی کہ اگر مولوی ثناء اللہ سے آپ کی ملاقات ہو تو اُن سے دریافت فرمایئے گا کہ میرے اشتہار کا جواب کیوں نہیں دیتا۔ بات یہ ہے کہ میر صاحب نے ایک اشتہار چھپوایا تھا کہ اگر مولوی ثناء اللہ اس اشتہار کے مطابق حضرت صاحب کی تکذیب کرے تو پچیس روپے بطور انعام کے مَیں اس کو دوں گا۔ لیکن مولوی ثناء اللہ اس کو قبول نہیں کرتا تھا۔ مَیں نے جب مولوی ثناء اللہ سے پوچھا کہ آپ تو مکذب میرزا صاحب کے ہیں پھر میر صاحب کے اشتہار کے مطابق کیوں تکذیب نہیں کرتے اور انعام موعود نہیں لیتے اس نے جواب دیا کہ یُوں تو مَیں دن رات

تکذیب کرتا رہتا ہوں اس میں مجھے عذر کیا ہے۔لیکن یہ لوگ اس میں پیچ در پیچ لگاتے ہیں اس لئے میں قبول نہیں کرتا۔مولوی ثناء اللہ پر اس قسم کے مطالبات اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ وہ سلسلۂ احمدیّہ سے اس قدر واقف ہے کہ ہر احمدی بھی اس قدر واقف نہیں ہے۔فقط ضد اور دُنیا طلبی اور بے ایمانی کی وجہ سے سلسلہ احمدیہ کو قبول نہیں کرتا۔اس وجہ سے اس پر اس طرح سوال کیا جاتا ہے کہ مباہلہ کے پیچ میں گرے مگر وہ بھی اس قدر شریر ہے کہ اس کو تاڑ جاتا ہے اور مباہلہ کے پیچ میں آنے سے اپنی جان بچا بچا کر چلتا ہے ہمیشہ سے اس کا یہی حال ہے لیکن جب اس سے میری ملاقات ہوئی۔جیسے ہی اس کی نظر مجھ پر پڑی اس کا چہرہ بالکل زرد ہو گیا تھا۔نہ معلوم اس میں کیا سرّ ہے۔واللہ اعلم۔

بہر کیف اس نے مجھے کچھ ناشتہ کرانے کی کوشش کی۔لیکن میں انکار کرتا رہا۔پھر کہا کہ کچھ فواکہات حاضر کروں اس میں مَیں نے یہ عذر کیا کہ آخر فواکہات میں سے آپ سیب و ناشپاتی ہی لاویں گے اور اس سے میرا جی بھرا ہوا ہے کیونکہ ریل گاڑی پر بیٹھے بیٹھے اسی کا شغل رکھتا ہوں آخر کچھ دودھ شکر ملا کر لایا تو اس سے کچھ عذر کرنے کی کوئی معقول بات نہ پائی ناچار تھوڑا سا پی لیا اور باقی مولوی امداد علی کو جو میرے ساتھ تھے دے دیا۔



الغرض اسی دن امرت سر سے بٹالہ پہنچا۔اور سرائے میں اُترا۔دوسرے دن صبح کو مولوی محمد حسین بٹالوی کی ملاقات کو گیا اس کے ساتھ بھی گفتگو کرنے کے شوق سے نہیں گیا کیونکہ اس کے ساتھ بھی پیشتر سے میری خط و کتابت تھی۔چنانچہ پہلی مرتبہ جو خط میں نے اس کو لکھا تھا اس کا مضمون یہ تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کی شہرت یہاں تک بھی پہنچی ہے مگر ہم لوگ بہت دور رہتے ہیں اور آپ تو ماشاء اللہ عالم بھی ہیں زبردست اور قرب و جوار میں بھی رہتے ہیں اور ہمیشہ میرزا صاحب سے ردّ و قدح بھی ہوتی رہتی ہے۔پھر آپ سے زیادہ واقفیّت میرزا صاحب کے حال سے اور کس کو ہو سکتی ہے۔

پس اسی قدر خوشامدانہ کلام پر مولوی محمد حسین بالکل اُچھل پڑے اور نہایت شدومد کے ساتھ لکھا کہ میرزا صاحب قادیانی کی تردید جس قدر میں نے کی تھی پنجاب و ہندوستان کے علماء میں سے کسی نے نہیں کی۔سات برس تک مَیں یہی کام کرتا رہا۔چنانچہ سات جلدیں ''اشاعۃ السنہ'' کی میرے پاس موجود ہیں اور قیمت ہر یک کی تین روپیہ ہے اگر کیفیت حال دریافت کرنا منظور ہو تو آپ ان سب کو منگا کر دیکھ سکتے ہیں۔

مَیں نے جواب الجواب اس طرح پر لکھا کہ جناب کا عنایت نامہ پہنچا اور خاکسار نہایت محظوظ ہوا۔لیکن آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ سات برس تک آپ نے میرزا صاحب کے ساتھ ردّ و قدح کی ہے۔اس سے مجھ کو بہت ہی تعجّب ہوا۔کیونکہ مرزا صاحب تو کوئی مولانا مولوی نہیں ہیں اور نہ کسی نامی گرامی استاد سے انہوں نے علم حاصل کیا ایک ایسے شخص سے آپ نے سات برس تک نہ معلوم کیا کیا۔ہم لوگوں کا تو قاعدہ ہے کہ جب کوئی بیجا سرکشی کرتا ہے تو بس ایک دو رسالے میں اس کو بند کر دیتے ہیں۔اور وہ ذلیل ہو جاتا ہے۔پھر اور سر نہیں اٹھا سکتا آپ اتنے بڑے فاضل بے بدل ہو کہ مرزا صاحب جیسے شخص سے اس قدر مدّت دراز تک کیا کرتے رہے۔میرے خیال میں یہ بالکل تضیع اوقات معلوم ہوتی ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ سات جلدیں ''اشاعۃ السنہ'' کی آپ کے پاس موجود ہیں اور قیمت اکیس روپیہ ہے نہ میں اس قدر روپیہ دے سکتا ہوں اور نہ مجھے اس قدر فرصت ہے کہ سات دفتروں کو پڑھوں۔میں فقط اس قدر چاہتا ہوں کہ آپ بتائیں اس سات برس کے عرصہ میں آپ نے کتنے مسائل میں مرزا صاحب کو شکست دی۔اگر ان میں سے فقط تین مسئلے بطور نمونہ کے آپ خاکسار کو بتائیں جن میں آپ نے بیّن طور پر حجّت کی راہ سے مرزا صاحب کو مغلوب کیا۔اور ہزیمت دی ہو تب خاکسار

بہت ممنونِ احسان ہوگا۔اور اسی سے مَیں کیفیت حال سمجھ لوں گا اور سات دفتروں کے الٹنے کی حاجت نہ ہوگی۔میرے اس خط کا جواب مولوی محمد حسین صاحب نے باوجود بار بار تقاضا کے نہ دیا۔اسی وقت سے میں نے ان کی حقیقت سمجھ لی تھی۔

مولوی محمد حسین کے پاس میرا جانا فقط دو مطلب کے لئے تھا۔ایک تو یہ مطلب تھا کہ فتویٰ تکفیر جو حضرت صاحب پر انہوں نے لکھا تھا۔اور بہت سے تکفیر باز مولویوں کی مہریں اس پر ثبت کرا کراُسے چھپوایا تھا۔اس کا ایک نسخہ مجھے مطلوب تھا اور دوسرا مطلب یہ تھا کہ حضرت صاحب کی کتاب براہین احمدیہ پر انہوں نے جو ریویو اس وقت لکھا تھا۔جبکہ وہ حضرت صاحب کے مطیع تھے اس کا بھی ایک نسخہ مجھے مل جائے لیکن مولوی صاحب بٹالوی نے یہ عذر کیا کہ ان دونوں کا فقط ایک ایک نسخہ ان کے پاس ہے زیادہ نہیں ہے اس لئے پڑھ کر پھر واپس کرنا ہوگا۔اس کے بعد سویّاں اور دودھ چینی مجھے اور مولوی امداد علی کو جو میرے ساتھ تھے کھلایا اور کہنے لگے کہ قورمہ پلاؤ پکتا ہے ضرور کھانا کھا کر جایئے گا۔میں نے کہا کہ جو کچھ آپ نے کھلایا یہی بہت ہے ہمیں قادیان جانا ہے دیر نہیں کر سکتے۔انہوں نے میرے قادیان نہ جانے کے لئے بہت کچھ حیلہ انگیز باتیں کیں۔مگر میں نے ایک بھی نہ مانا اور کہا کہ جب اتنی دور آ گئے ہیں تو بغیر قادیان دیکھے نہ جائیں گے۔

ایک بات انہوں نے یہ بھی کہی کہ میرزا جو کچھ کہ تھا اب تو وہ بھی نہ رہا۔پھر آپ قادیان جا کر کیا کریں گے۔میں نے کہا کہ جہاں آگ ہوتی ہے آگ کے بجھ جانے پر بھی اس کے آثار باقی رہ جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آگ تھی۔

المختصر:۔بڑی کوشش کے بعد مولوی محمد حسین سے رخصت ہوا اور چلتے وقت اس سے کئی رسالے عاریتاً لے کر آیا اور کہہ دیا کہ ابھی تو مَیں قادیان جاتا ہوں لوٹتے وقت آپ کی کتابیں انشاء اللہ تعالیٰ دے کر جاؤں گا۔وہاں سے اپنی فرودگاہ میں آ کر کھانا کھایا۔پھر قادیان کی طرف روانہ ہوا اور عصر کے وقت وہاں پہنچ گیا۔عصر کی نماز کے قبل ہی خلیفۂ اوّل حضرت مولٰینا نورالدین صاحب سے ملاقات کی۔اور دیکھا کہ وہ صحیح بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں۔پس اس وقت کچھ مختصر سی باتیں ہوئیں اتنے میں عصر کی نماز کے لئے اذان ہوئی اور مسجد مبارک میں نماز عصر پڑھی پھر مہمان خانہ میں جہاں جگہ ملی تھی۔وہاں اپنے و نیز ہمراہیوں کے لئے بستر وغیرہ ٹھیک کیا۔

الغرض حضرت مولانا نورالدین صاحب سے پندرہ دن تک گفتگو ہوتی رہی۔مگر اس طرح نہیں جس طرح غیر احمدی مخالف مولویوں سے گفتگو ہوئی تھی۔بلکہ مَیں جن شبہات کو نوٹ کر کے لے گیا تھا۔اُنہیں باتوں کو پیش کر کے جواب حاصل کیا۔جس سے مجھے اطمینان کلّی حاصل ہو گیا اور قادیان کے باشندوں کے حالات پر مَیں نے بھی بہت ہی غور و تدبر سے نگاہ کی بالآخر بفضلِ الٰہی اس سلسلہ کی صداقت پر مجھے شرح صدر حاصل ہو گیا اور پھر کچھ تردّد باقی نہ رہا۔پس مزید توقف مَیں نے مناسب نہ جانا۔اور ایک دن بعد نماز جمعہ مَیں نے مع اپنے ہمراہیوں کے حضرت خلیفہ اوّل کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور شکر الٰہی بجالایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ(اعراف ع 5)

بعد اس کے جب وطن کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تب مجھے خیال ہوا کہ وطن پہنچنے پر تو ضرور سنت اللہ کے مطابق ہماری سخت مخالفت ہوگی۔اور میری دو نوکریاں ہیں ایک تو برہمن بڑیہ کے ہائی اسکول کے ہیڈ مولوی کا عہدہ۔دوسری قضا یعنی میرج رجسٹراری کا عہدہ یہ دو نوکریاں گویا میرے دو 2 پاؤں ہیں اور کتّے جو آدمی کو کاٹتے ہیں تو اکثر دونوں پاؤں میں سے کسی میں کاٹتے ہیں۔پس مخالفین جو مجھ کو ضرر پہنچاویں گے۔تو انہی دونوں نوکریوں کے ذریعہ کیونکہ اسی میں زیادہ تر ان کا قابو ہے۔پس بہتر ہے کہ مقام برہمن بڑیہ میں داخل ہونے کے قبل ہی میں ان دونوں نوکریوں کو چھوڑ دوں تا کہ مخالفین مجھ پر

قابو نہ پائیں۔ یہ تجویز مَیں نے حضرت خلیفۂ اوّلؓ کے سامنے پیش کی۔آپ نے اس کو پسند نہ کیا اور فرمایا کہ اگر آپ ایسا کریں گے تو گنہگار رہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر یک انسان کے رزق کے لئے ایک نہ ایک صورت لگا دی ہے۔اگر اپنے ہاتھ سے اس کو توڑیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ سے ناراض ہو گا۔اور اپنے رزق کی صورت خود آپ کو کرنی پڑے گی اور آپ تکلیف میں پڑیں گے۔ ہاں اگر نوکریاں آپ کی از خود چلی جائیں۔تو اللہ تعالیٰ دوسری صورت پیدا کر دے گا۔کما: قیل۔ بیت

خدا گر بحکمت بہ بندو دَرے کشاید بفضل و کرم دیگرے

الغرض حضرت مولوی صاحب کے فرمانے کے مطابق میں نے اپنی نوکریوں کو نہ چھوڑا اور یونہی حضرت مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح سے رخصت ہو کر قادیان سے بٹالہ کے سٹیشن کی طرف روانہ ہوا چونکہ یکّہ میں بہت تکان ہوتی ہے اس لئے ایک ٹمٹم کرایہ کر کے چلا تھا اور ٹمٹم والے سے کہہ دیا تھا کہ جب مولوی محمد حسین کے مکان کے قریب پہنچے تو ضرور مجھے مطلع کرے جب ہم بٹالہ پہنچے اور کچھ دور آ گئے تو گاڑی والے نے کہا کہ آپ لوگ جس مولوی صاحب کا مکان تلاش کرتے ہیں ان کا مکان یہی ہے۔تب میں نے ٹمٹم کھڑا کرایا اور مولوی محمد حسین کے سارے رسالے اپنے ہمراہی امداد علی کو دے کر کہا کہ ان کو واپس دے کر جلد چلے آویں۔ہم لوگ آگے بڑھتے ہیں۔اگر مولوی محمد حسین میری بابت پوچھے تو کہہ دینا کہ وہ اسٹیشن پر چلے گئے ہیں ان کی طبیعت اچھی نہیں ہے۔کیونکہ قادیان میں ان کو بخار ہو گیا تھا۔مولوی امداد علی نے وہاں جا کر دیکھا کہ مولوی محمد حسین مسجد میں نماز ظہر پڑھ رہے ہیں۔تھوڑی دیر توقف کرنے پر جب انہوں نے نماز ختم کی۔تب مولوی امداد علی نے کتابیں ان کے حوالہ کیں اور واپس آنا چاہا۔مگر وہ انہیں چھوڑنا نہیں چاہتے تھے اور قادیان کی کچھ باتیں پوچھنے لگے۔اوّل تو یہ پوچھا کہ مولوی صاحب کہاں ہیں جس کا مولوی امداد علی نے وہی جواب دیا جو میں نے کہہ دیا تھا۔پھر پوچھا کہ آپ سب احمدی ہوئے یا محمدیؐ رہے۔انہوں نے صاف کہہ دیا کہ احمدی ہو گئے ہیں۔دعا کیجئے گا۔یہ کہہ کر مولوی امداد علی بہ عجلت تمام چلے آئے اور ہمارے ساتھ گاڑی پر بیٹھ گئے۔اس کے بعد ہم اسٹیشن بٹالہ پہنچے اور ظہر کی نماز ادا کی۔اتنے میں ایک احمدی بھائی نے کہا کہ عصر کی نماز گاڑی پر پڑھنی مشکل ہوگی۔بہتر ہے کہ ظہر کے ساتھ عصر کی نماز جمع کر لی جاوے۔لہٰذا ہم سب احمدیوں نے جو وہاں جمع ہو گئے تھے عصر کی نماز بھی پڑھ لی۔نماز ادا کر لینے کے بعد میں اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہل رہا تھا کہ دیکھتا کیا ہوں کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی دو میل کا فاصلہ پا پیادہ طے کر کے آیا اور السلام علیکم کہکر مجھ سے کہنے لگا واہ مولوی صاحب! آپ مجھ سے ملاقات تک نہ کر کے آئے۔مَیں نے اس کا وہی جواب دیا جو مولوی امداد علی نے دیا تھا۔کیونکہ فی الواقع میری طبیعت اس دن ایسی خراب تھی کہ بات کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔پھر مولوی محمد حسین مجھ سے پوچھنے لگا کہ قادیان میں آپ نے کیا دیکھا۔مَیں نے کہا کہ قادیان کوئی نمائش گاہ یا تماشا کی جگہ تو ہے نہیں۔ہاں بہت دنوں سے مَیں اس سلسلہ کے متعلق غور کر رہا تھا قادیان جا کر پندرہ دن تک رہنے اور جناب مولوی نور الدین صاحب سے بات چیت کرنے سے میرے جو شبہات تھے وہ سب دُور ہو گئے اور شرح صدر حاصل ہو گیا۔پس میں نے بیعت کر لی ہے میرے اتنا کہنے پر مولوی محمد حسین نے اپنی جیب سے ایک قلمی فتویٰ نکالا اور پڑھ کر مجھے سنانے لگا۔ہر چند میں نے منع کیا کہ مَیں اسے سننا نہیں چاہتا کیونکہ مجھے بھی فتویٰ لکھنا بہت آتا ہے۔یہ موم کی ناک ہوتی ہے لکھنے والا جدھر پھیرنا چاہتا ہے اُدھر ہی پھرتی ہے اس پر بھی وہ نہ رُکا۔ اس فتویٰ کے عنوان پر یہ سوال لکھا ہوا تھا کہ میرزا قادیانی اور اس کے اتباع مسلمان ہیں یا کافر۔یہ سُن کر مجھے بھی کچھ غیظ آ گیا۔اور میں اس سے کہنے لگا کہ سنئے تو سہی۔آپ نے تو میرزا صاحب کے خلاف ابتداء ہی سے لکھنا شروع کیا تھا۔لیکن اس فتویٰ نویسی کا نتیجہ کیا ہوا۔یہی کہ آپ فتوے لکھتے نیچے کی

طرف جا رہے ہیں اور میرزا صاحب بلندی کی طرف صعود کر رہے ہیں پھر بھی آپ کا فتویٰ لکھنے کا شوق کم نہیں ہوتا۔کیا یہ فتویٰ آپ نے لکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے نہیں لکھا۔ بلکہ دیوبند کے کسی مدرس نے لکھا ہے جب میں نے اس مدرس کا نام پوچھا تو نام نہ بتایا پھر میں نے کہا کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کے خلاف عرب وعجم سے آئے ہوئے مطبوعہ فتاوٰی بکثرت میرے پاس موجود ہیں۔آپ ان سب کا کیا جواب دیتے ہیں اور کس بے غیرتی سے آپ میرزا صاحب کے خلاف فتویٰ لکھتے ہیں آپ کو شرم نہیں آتی۔اگر کوئی پوچھے کہ نذیر حسین وہابی اور اس کے اتباع مسلمان ہیں یا کافر۔تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے تب مبہوت سا ہو رہا۔اس وقت میں نے کہا کہ آپ ذرا خیال تو کریں کہ آپ کیا سے کیا ہو گئے؟ اتنے میں شملہ کے ایک معزز احمدی جو وہاں موجود تھے۔مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ جناب مولوی صاحب یہ بٹالوی صاحب اگلے دنوں جب شملہ جاتے تو اسٹیشن پر لوگ استقبال کے لئے جاتے تھے۔مگر اس دن کی بات ہے کہ جب یہ ہمارے شہر میں پھر گئے تو کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا۔یہاں تک کہ بیٹھنے کی جگہ بھی نہ دی۔آخر اپنا پائجامہ ایک جگہ بچھا کر بیٹھ گئے۔

المختصر ان سب باتوں سے مولوی محمد حسین کو بھی کچھ غیظ آ گیا اور غصّہ ہو کر کہنے لگا کہ میں نے ''اشاعۃ السنہ'' کی تین جلدیں جو آپ کو دی تھیں وہ واپس کر دیجئے۔میں نے کہا کہ آپ نے تو وہ جلدیں مجھے ہبہ کر دی ہیں۔مولوی بٹالوی نے کہا کہ مَیں آپ کو ایسا نہ سمجھتا تھا۔میں نے کہا کہ آپ تو اہل حدیث کہلاتے ہیں۔اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ **الراجع فی هبته کالراجع فی قیئه**۔پس جب تک آپ صحیح حدیثوں سے ہبہ سے رجوع کرنے کا جواز ثابت نہ کریں گے میں ہرگز کتابیں واپس نہ دُوں گا۔اتنے میں گاڑی آ گئی اور ہم سب عجلت کے ساتھ گاڑی پر سوار ہو گئے۔اور مولوی محمد حسین اپنے مکان کی طرف سدھارے۔فی الواقع وہ موقع بھی ایسا نہ تھا کہ ''اشاعۃ السنہ'' کی وہ جلدیں اس وقت انہیں واپس کی جاتیں۔کیونکہ اسباب ہمارے بالکل بندھے ہوئے تھے اور ریل گاڑی کی آمد آمد تھی ایسے وقت میں اسباب کا کھولنا اور کتابیں نکالنا مشکل تھا۔اگر ممکن ہوتا تو مَیں ضرور کتابیں واپس کر دیتا۔

الغرض بٹالہ سے روانہ ہو کر لاہور پہنچا وہاں احمدیہ بلڈنگس میں جا اترا۔میرزا یعقوب بیگ اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بڑی خاطر تواضع کی۔اور نہایت پُرتکلف کھانے کھلائے وہ زمانہ خلیفۂ اوّل کا تھا اور میرے قادیان میں قیام کے زمانہ میں یہ لوگ ایک مرتبہ قادیان بھی گئے تھے اور وہیں ان سے روشناسی ہوئی تھی اس وقت یہ لوگ غیر مبائع اور علیٰحدہ فریق نہ تھے۔دوسرے دن خبر پاتے ہی جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی بھی آ گئے۔ان کی ملاقات سے بہت ہی فرحت وخرمی حاصل ہوئی۔کیونکہ آدمی بہت ہی عمدہ ہیں اور انہی کے ذریعہ اوّلاً مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خبر پہنچی تھی۔جیسا کہ اوائل رسالہ میں اس کا ذکر آ چکا ہے میرے لاہور کے قیام تک حکیم صاحب اکثر میرے ساتھ رہے اور جب میرے پاس آتے۔تو کچھ نہ کچھ ناشتہ بقسمِ مٹھائی اپنے ساتھ لاتے اور ایک دن پُرتکلف دعوت بھی کی۔شہر لاہور کی سیر بھی کرائی اور تماشے دکھائے۔بالآخر لاہور سے روانہ ہو کر ہم کلکتہ واپس پہنچے۔چونکہ کلکتہ پہنچنے کے بعد مجھے بخار آ گیا تھا۔اس لئے کئی دن وہاں ٹھہرنا پڑا۔بعد افاقہ کے کلکتہ سے روانہ ہو کر اپنے وطن برہمن بڑیہ پہنچا۔اور سنت اللہ کے مطابق اہل وطن مریدین ومعتقدین میں مخالفت شروع ہوئی جس جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی وہ بیعت کر کے سلسلہ حقہ میں داخل ہوا۔جس سے تقریباً ہزار آدمی یہاں احمدی ہو گئے۔رہا مخالفین کی مخالفت اس کی تفصیل بہت ہی طویل ہے جس کے لئے علیٰحدہ رسالہ کی ضرورت ہے۔

هٰذا مَا اردنا ایراده فی هذا المقام و علی الله التوکل و به الاعتصام و صلی الله علٰی محمد سیّد الانام و اٰله العظام و اصحابه الکرام۔

دوخطوط واجب الاشاعت

برادران! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ:۔اس رسالہ جذبۃ الحق کے کچھ صفحے چھپ جانے کے بعد اس کے مصنف میرے والد ماجد حضرت مولانا سیّد محمد عبدالواحد صاحب بتاریخ 4 ماہ رمضان المبارک 1344ھ جمعرات کی شام کو 9 بجکر 23 منٹ پر 73 برس کی عمر میں دارِفانی سے سرائے جاودانی کی طرف رحلت کر کے اپنے مولیٰ سے جا ملے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ والد مرحوم کی وفات کے بعد اس رسالہ کا بقیہ حصّہ چھپنے لگا۔تب میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کے آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وہ دوخطوط جو حضور علیہ السلام نے میرے والد مرحوم کو لکھے تھے اور وہ اب تک محفوظ تھے۔شائع کر دیئے جائیں تا کہ حضور کے الفاظ بھی محفوظ ہو جائیں۔اور جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی کا (جن کے ذریعہ والد مرحوم کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کی خبر سب سے پہلے ملی تھی) وہ آخر محبت نامہ بھی چھپ جائے جو حضرت والد مرحوم کی وفات سے تقریباً ایک ماہ قبل آیا تھا اور ناظرین سے درخواست ہے کہ میرے والد مرحوم کے لئے دعا مغفرت فرما کر مشکور فرمائیں۔زیادہ کیا تحریر کروں۔

والسلام

خاکسار سید سعید احمد احمدی

مینجر بنگال احمدیہ ایسوسی ایشن۔مینجر برہمن بڑیہ ضلع تپارہ بنگال

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوخط بنام حضرت مولانا سید محمد عبدالواحد صاحب مرحوم

پہلا خط

محبی اخویم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔اس وقت میں نہایت قلیل الفرصت ہوں مگر میں نے ارادہ کیا ہے کہ آپ کے شبہات کا جواب اپنے ایک رسالہ میں جو میں نے لکھنا شروع کیا ہے لکھدوں۔یہ رسالہ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو نومبر 1905ء تک ختم ہو جائے گا اور چھپ جائے گا۔یہ آپ کے ذمہ ہوگا کہ آپ نومبر کے اخیر میں یا دسمبر 1905ء کی ابتداء میں مجھے اطلاع دیں۔تو میں رسالہ آپ کی خدمت میں بھیج دوں اور امید رکھتا ہوں کہ رسالہ کے دیکھنے سے علاوہ آپ کے شبہات کے ازالہ کے اور بھی کئی قسم سے آپ کی واقفیت بڑھے گی۔اگرچہ میرے نزدیک یہ معمولی اعتراضات ہیں جن کا متفرق کتابوں میں بار بار جواب دیا گیا ہے۔مگر چونکہ تحریر سے سعادت اور حق طلبی مترشح ہورہی ہے اس لیے محض آپ کے فائدہ کے لیے یہ تکلیف اپنے پر گوارا کر لونگا۔آپ کے فہم اور مذاق کے مطابق جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا لکھدوں گا۔آئندہ ہر ایک امر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مجھے امید تھی کہ یہ باتیں ایسی سہل اور راہ پر پڑی ہیں کہ آپ تھوڑی سی توجہ سے خود ہی ان کو حل کر سکتے تھے۔لیکن اس میں کوئی مصلحت الٰہی ہوگی کہ مجھ سے آپ نے جواب مانگا۔زیادہ خیریت ہے۔

والسلام

مرزا غلام احمد عفی عنہ

قادیان گورداسپور۔پنجاب 17 اگست 1905ء

دوسرا خط:

محبی اخویم سید محمد عبدالواحد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا اعنایت نامہ پہنچا۔دو تین ہفتہ سے پھر بیمار ہوں۔اس لئے کام چھپوائی کتاب کا ابھی شروع نہیں کر سکا۔آپ کے نئے اعتراض بھی میری نظر سے گذرے۔خدا تعالیٰ آپ کو تسلی بخشے آمین۔میں اگر ان اعتراضات کا جواب لکھوں تو طول بہت ہوجائے گا اور میں اپنی متفرق کتابوں میں ان کا جواب دے چکا ہوں۔میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ جس طرح ہو سکے آپ ایک ماہ کی رخصت لیکر اس جگہ آجائیں۔آمد ورفت کا تمام کرایہ میرے ذمہ ہوگا۔اس صورت میں ایک ماہ کے عرصہ میں آپ پوری تسلی سے سب کچھ دریافت کر سکتے ہیں اور انشراح صدر خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے لیکن اپنی طرف سے ہر ایک بات سمجھا دی جاوے گی اور اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آوے تو مقام افسوس ہوگا اور اس صورت میں آپ اس تمام کتاب کو جس میں آپ کے اعتراضات کا جواب ہے قبل از اشاعت دیکھ سکتے ہیں۔میرے نزدیک یہ نہایت عمدہ طریق ہے۔آپ یہ خیال نہ کریں کہ مجھے خرچ آمدورفت بھیجنے میں کچھ تکلیف ہوگی۔کیونکہ آپ کی تحریر میں رشد اور سعادت کی بو آتی ہے اور آپ جیسے رشید کے لئے کچھ مال خرچ کرنا موجب ثواب اور اجر آخرت ہے۔جواب سے ضرور مطلع فرماویں۔

والسلام

راقم میرزا غلام احمد

(24 جنوری 1906ء)









غزل

عاصی صحرائی



گنگناؤں جو میں ہر وقت ہی مدحت تیری
کام آ جائے تجھی میرے محبت تیری

تو مرے ساتھ ہو تو مجھ کو سکوں رہتا ہے
ماؤں جیسی ہے مرے واسطے شفقت تیری

تیرے سائے میں ہی رہتا ہوں اسی واسطے اب
ہو گئی ہے مرے معمول کو عادت تیری

سب سنوارے ہیں تو اب کام بگاڑو میرے
کہیں کر بیٹھوں نہ اے شخص عبادت تیری

اپنی مرضی نہیں کر سکتا میں اپنے اوپر
تیرتی ہے اعصاب پہ قدرت تیری

تیرے در پہ بیٹھا ہوں اسی آس پہ عاصیؔ
مل ہی جائے گی کسی روز ولایت تیری



کلام الامام امام الکلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 502)



اکلوتے فوجی پر حق حضانت کے لئے لڑتی جھگڑتی دیوبندی اور بریلوی اُمت۔

(ہائے رے امت تیری غربت)

تحریر ابن صدیق

جمعرات کا مولوی، دربار کا ملنگ اور یورپ کا پادری

برطانوی ہند میں پادریوں کی فوج ظفر موج کالی آندھی کی طرح آگے بڑھ رہی تھی جس کے پاس اشاعت کے لئے بے پناہ سرکاری رسل و رسائل، حرکت کے لئے جدید ترین ذرائع، بانٹنے کے لئے مالی امداد، دینے کے لئے سرکاری نوکریاں، دھونس کے لئے پولیس کا ڈنڈا اور حفاظت کے لیے سرکار کی چھتری جبکہ مقابل پر جمعرات کی روٹی کا منتظر مولوی اور دربار کی نذرو نیاز پر پلنے والا دنیا و مافیہا سے بے نیاز ملنگ۔ بلکہ بقول مولانا ابوالکلام آزاد صاحب:

''اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظِ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصّوں کی پاداش میں پڑے سِسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ایک طرف حملوں کے اِمتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دُنیا اسلام کی شمعِ عرفانِ حقیقی کو سرِ راہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔''(اخبار وکیل امرتسر 26 مئی 1908)

ایسے میں قرآن کے داعی، اسلام کے فدائی، شریعت کے منادی، رسول ﷺ کے عاشق صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وحی و الہام سے مشرف ہو کر اسلام کے مسعود مہدی اور موعود مسیح کے دعویٰ کے ساتھ تمام باطل اُمم کے خلاف سینہ سپر ہو گئے۔آپ کے حق دفاع کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے کہا تھا:



1)۔''وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا۔جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار اُلجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔وہ شخص جو مذہبی دُنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔جو شورِ قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا،

2)۔وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل۔اس پہلی صف عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لئے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعتِ مہد سے لے کر بہار و خزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہدِ رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دیئے۔

3)۔مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا۔اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحقِ کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طِلسم دُھواں ہوکر اُڑنے لگا۔

4)۔انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کر دکھا دیا ہے۔۔مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رَگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ ان کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے ،قائم رہے گا۔'' (اخبار وکیل امرتسر 26 مئی 1908)

دو فرقوں کی اکلوتے فوجی پر ''حق حضانت'' کے لئے مقدمہ بازی

حضرت مرزا صاحب کے گراں بار احسان کہاں ہونا تھا گالی گلوچ میں انتہا کر دی اور آج اس بدتہذیبی کو ہی خدمت اسلام قرار دیا جا چکا ہے۔ایسے میں جب عیسائیت کے مقابل پر حضرت مرزا صاحب کی خدمات کا ذکر کیا جاتا ہے تو جواب غزل کے طور پر جناب مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب کو پیش کر دیا جاتا ہے مگر مصیبت یہ ہوگئی کہ اس ساری جنگ میں صرف ایک رحمت اللہ کیرانوی صاحب ہی ہیں جنہوں نے عیسائی پادریوں سے چند ایک مناظرے کئے اور ۔ اورازالة الأوهام، ازالة الشكوك، اعجاز عيسوى، احسن الأحاديث فى ابطال التثليث، بروق لامعه، البحث الشريف فى اثبات النسخ و التحريف، تقليب المطاعن، اظهار الحق.نام کی کتب بھی تحریر کیں۔

اس کے بعد آپ ہندوستان چھوڑ کر ترکی اور پھر مکہ چلے گئے اور ایک کتاب آپ نے اپنے مکہ میں قیام کے دوران عربی میں عیسائیت کے خلاف لکھی۔اب دیوبندی دنیا یہ دعوٰی کرتی ہے کہ مولانا رحمت اللہ دیوبندی سپوت تھے،حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کے شاگرد تھے اور 1857 کے مجاہد تھے چنانچہ انہوں نے ان کی کتب اپنے کتب خانوں سے اپنے حواشی اور تراجم کے ساتھ شائع کرنا شروع کر دیں۔جبکہ بریلوی مفکرین اسے دیوبندی دھاندلی سے معنون کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ایک تو دیوبندی انگریزی سرکار کے پٹھو تھے اسلئے 1857 کو مفسدہ قرار دیتے تھے دوسرے یہ کہ مولانا رحمت اللہ دیوبندی نہیں بریلوی تھے۔اسی پس منظر کے تعارف کے ساتھ اگر آپ کبھی لاہور سے گوجرانوالہ جائیں تو سادھوکی سے ایک کلومیٹر آگے جی ٹی روڈ پر جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ کے نام سے ایک دیوبندی دینی مدرسہ نظر آئے گا۔کچھ عرصہ پہلے اس جامعہ کی انتظامیہ نے ایک نیا ہال تعمیر کیا اور اسے مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کے نام سے منسوب کر دیا۔افتتاح کی تقریب ہوئی جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کے مولانا قاضی عبد اللطیف،مولانا میاں محمد اجمل قادری،اور پاکستان شریعت کونسل کے امیر مولانا فداء الرحمن درخواستی کے علاوہ بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے صدر پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی بھی شریک محفل ہو گئے اور دھواں دار خطاب فرما دیئے۔اور جناب مولانا رحمت اللہ کیرانوی کو دیوبندی مجاہد اور ہیرو کے طور پر پیش کر دیا۔

(روزنامہ پاکستان،لاہور 7 جنوری 2005)

اب جب یہ بات بریلوی حلقوں تک پہنچی تو گویا ایک کہرام مچ گیا۔بریلوی دنیا سیخ پا ہوگئی کہ دیکھیں یہ حسب معمول دیوبندی دنیا کی ایک اور دھاندلی ہے جہاں کسی نامور مذہبی شخصیت کا نام نکلتا ہے یہ اُس کو اپنے اکابرین میں گنوانا شروع کر دیتے ہیں۔کئی طرح سے احتجاج ہوا دعوی جواب دعویٰ عیسائیت کے خلاف فوجی کُل کلاں ایک ہی ہے اور اسی پر قبضہ کے لئے لے دے ہو رہی ہے۔آخری خبریں آنے تک یعنی دوران ماہ تک بھی یہ گھسیٹنے،رگیدنے اور کھینچنے کا عمل جاری تھا۔

مولانا رحمت علی کیرانوی دیوبندی نہیں بریلوی سپوت تھے

بریلوی جامعۃ الاشرفیہ اعظم گڑھ یوپی کے ماہنامہ اشرفیہ کی 3 مارچ 2024 کی اشاعت میں جناب مولانا سید منور علی شاہ بخاری قادری رضوی غورغشتوی زیرعنوان ''جنگ آزادی کا ایک مجاہد مبلغ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی'' لکھتے ہیں:

آج کے دیوبندی مکتب فکر کا اصرار ہے کہ جہادِ حریت اور دافعیت اسلام کے سلسلہ میں خدمات انجام دینے والا طبقہ تھانہ بھون، نانوتہ، گنگوہ اور ڈابھیل سے نکلا اور ان صوفیائے کرام نے مجالس، میلاد، فاتحہ خوانی اور عرس منعقد کرنے کے سوا کچھ نہ کیا، حالاں کہ دنیا جانتی ہے کہ صوفیائے کرام کا یہی طبقہ تھا جس نے نہ صرف دین کی حمایت کے لیے مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے علمی اور عملی جہاد کیا، اور انھوں نے اپنی زبان وقلم علم اور عمل سے اسلام کے دشمنوں کو ہر محاذ پر شکست دی، اور ان ہی کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام باقی ہے اور مسلمانوں کے دل اللہ اور رسول کی محبت سے سرشار ہیں، نام نہاد جہادی مکتب فکر کا کہنا ہے کہ جہاد حریت کے لیے علمائے دیوبندی بھی مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی طرح سرگرم عمل تھے، حالانکہ اس سلسلہ میں دیوبندی علماء کا مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ تو مجاہدین کو باغی کہتے تھے، دیوبندی مولوی محمد تقی عثمانی (کراچی) نے مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ کی کتاب "اظہار الحق" کے اردو ترجمہ "بائبل سے قرآن تک" کے مقدمہ میں دھاندلی سے کام لیتے ہوئے، صفحہ 197: پر دیوبندی علماء کو جنگ آزادی 1857ء کا مجاہد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جو کہ حقائق کے برعکس ہے، دیوبندی علماء کا جہاد جنگ آزادی 1857ء میں کردار ان کی اپنی تقریروں میں ملاحظہ فرمائیے۔

علمائے دیوبند اور جہاد جنگ آزادی:

اس سلسلے میں مولوی گنگوہی کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"جب "بغاوت" و "فساد" کا قصہ شروع ہوا اور "رحم دل" گورنمنٹ نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں، انھوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے، اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا بستی کی دکانوں کے چھپر انھوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کیے اور اس میں آگ لگادی... سرکاری خزانہ لوٹا حالاں کہ یہ کمبل پوش فاقہ کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے۔" (تذکرۃ الرشید مطبوعہ ساڈھورہ، صفحہ:76)

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ تم نے مفرور مجاہدین جنگ آزادی کا ساتھ دیا اور فساد کیا؟ مولوی رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا: ''ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی ہیں"۔ سوال ہوا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے؟ مولوی رشید احمد گنگوی نے اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔ (تذکرۃ الرشید، صفحہ:85)

سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ مولوی رشید احمد گنگوی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ: "میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔" (تذکرۃ الرشید، صفحہ:80)

عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں: "ہر چند کہ یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی ومفسد اور مجرم سرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اس لیے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت تھی اس لیے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تے تازیست خیر

خواہ ہی ثابت رہے۔"(تذکرۃ الرشید،صفحہ:79)

مکہ میں موجود مدرسہ صولتیہ پر بھی جھگڑا

مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسی درس گاہ ہونی چاہیئے جو عالم اسلام کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کرے، چنانچہ آپ نے اپنے دوستوں اور خصوصاً حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے مشورہ کے بعد نواب فیض احمد خاں رئیس علی گڑھ مقیم مکہ مکرمہ کی رہائش گاہ کے ایک حصے میں مدرسہ قائم کردیا۔ چند سال بعد 1189ھ/1872ء میں کلکتہ کی ایک صاحب حیثیت خاتون صولت النساء بیگم حج وزیارت کے لیے آئیں تو ان کی مالی معاونت سے مدرسہ صولتیہ قائم ہوا، جو مسجد الحرام کے حلقات دروس کے بعد اس صدی کی نصف اول کے مکہ مکرمہ کی دوسری بڑی درس گاہ ثابت ہوئی۔

سعودی حکومت کے ایک اہم قلم کار، ندوۃ العالیہ للشاب الاسلام، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (Wamy) کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی (متوفی:1423ھ/2002ء) لکھتے ہیں کہ:" موجودہ صدی کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ایک عالم نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا جس نے دینی علوم کے فروغ میں شاندار خدمات انجام دیں۔"

(الموسوعۃ المیسرۃ في الأدیان والمذاھب والاحزاب المعاصرہ طبع سوم 1418ھ، دارالندوۃ العالیۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع الریاض، جلد 1، صفحہ 311)

اسی کا جواب دیتے ہوئے مولانا سید منور علی شاہ بخاری قادری رضوی غورغشتوی مزید لکھتے ہیں:

'' ڈاکٹر موصوف نے اپنی اس تصنیف میں متعدد مقامات پر بہت سی باتیں بے بنیاد لکھ دی ہیں، مذکورہ بالا عبارت ان میں سے ایک ہے، جب کہ اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے قائم کیا تھا، جس کا دارالعلوم دیوبند سے کسی بھی نوعیت کا کوئی تعلق نہیں تھا ،اور یہ مدرسہ موجودہ صدی کے آغاز کے بجائے گزشتہ صدی کے آخر میں قائم ہوا۔

https://aljamiatulashrafia.in/article.php?title=Moulana-Rahmatullah-kiranwee&aid=46

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان نہاد دین کے ٹھیکیداروں اور دعویداروں کو متنبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

'' ندوہ کے علماء ایک ایک کرکے یاد رکھیں کہ وہ ہمیشہ اس دنیا میں نہیں رہ سکتے موتیں پکار رہی ہیں اور جس لہو ولعب میں وہ مشغول ہو رہے ہیں جس کا نام وہ دین رکھتے ہیں خدا آسمان پر دیکھ رہا ہے اور جانتا ہے کہ وہ دین نہیں ہے وہ ایک چھلکے پر راضی ہیں اور مغز سے بے خبر ہیں یہ اسلام کی خیر خواہی نہیں بلکہ بدخواہی ہے۔ کاش اگر ان کی آنکھیں ہوتیں تو وہ سمجھتے کہ دنیا میں بڑا گناہ کیا گیا کہ خدا کے مسیح کو رد کر دیا گیا اِس بات کا ہر ایک کو مَرنے کے بعد پتہ لگے گا اور حافظ صاحب مجھے ڈراتے ہیں کہ تم اگر امرتسر میں نہ آئے تو اپنے دعوے میں تمام دنیا میں کاذب سمجھے جاؤ گے۔ اے حافظ صاحب! دنیا کس کی ہے خدا کی یا آپ کی۔ آپ لوگ تو اب بھی مجھے کاذب ہی سمجھ رہے ہیں۔ اِس کے بعد اور کیا سمجھیں گے۔ آپ کی دنیا کی ہمیں کیا پرواہ۔ ہر ایک نفس میرے خدا کے قدموں کے نیچے ہے۔ اے بداندیش حافظ سُن ۔ تجھے کیا خبر کہ کس قدر خدا کی تائید میری ترقی کر رہی ہے۔ حاسد اگر مر بھی جائے تو یہ ترقی رُک نہیں سکتی کیونکہ خدا کے ہاتھ سے اور خدا کے وعدہ کے موافق ہے نہ انسان کے ہاتھ سے۔ خدا نے میری جماعت سے پنجاب اور ہندوستان کے شہروں کو بھر دیا۔ چند سال میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ اشخاص نے میری بیعت کی۔ کیا ابھی آپ نہیں سمجھتے کہ آسمان پر کس کی تائید ہو رہی ہے۔ میرے خیال میں تو دس ہزار کے قریب تو طاعون کے ذریعہ سے ہی میری جماعت میں داخل ہوئے اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ تھوڑے دنوں میں میری جماعت سے زمین بھر جائے گی''(تحفۃ الندوہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ نمبر 101و102)





شوکت تھانوی مردہ باد، شوکت تھانوی زندہ باد

تمغہ امتیاز یافتہ مشہور مزاح نگار، افسانہ نگار، ناول نگار، شاعر، ادیب، صحافی اور کالم نگار جناب شوکت تھانوی صاحب کے قادیان کے اسفار اور جلسہ جات میں شرکت اور مخالفین کی نعرہ بازیوں کی داستان (قسط دوئم) غلام مصباح بلوچ

کیا شوکت تھانوی احمدی تھے؟

’’اس سے قبل بھی اس بات کی شہرت تھی کہ شوکت تھانوی ’’قادیانی‘‘ ہے، وجہ یہ تھی کہ برادران محترم ڈاکٹر محمد عمر صاحب، مولوی محمد عثمان صاحب، ڈاکٹر محمد زبیر صاحب اور مولوی محمد طلحہ ایڈووکیٹ احمدی عقائد رکھتے تھے اور ان ہی کی حقیقی بھتیجی سعیدہ ہیں، چنانچہ یہ عام طور پر خیال تھا کہ ایک احمدی لڑکی غیر احمدی کے نکاح میں نہ آئی ہوگی اس لیے کہ احمدی حضرات غیر احمدی لڑکی بیاہ تو لاتے ہیں مگر غیر احمدی کو دیتے نہیں۔ اس کے علاوہ اب تک دو مرتبہ قادیان جا چکے تھے، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سے مل چکے تھے، ان کے یہاں دعوت کھا چکے تھے، بعض احمدی مسائل پر مضامین لکھ چکے تھے، ان تمام حالات کے ماتحت ہمارے احمدی ہونے کی خبر گرم تھی اس کو بلا وجہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو مگر اس جلسہ کے بعد تو اس روایت پر گویا تصدیق کی مہر بھی لگ گئی اور اب ہمارے احمدی ہونے کا ان سب کو بھی یقین ہو گیا، جو اب تک مشکوک تھے۔ ہم سے جس کسی نے بھی پوچھا ہم نے یہی جواب دے دیا کہ حضرت سچ پوچھیئے تو احمدی ہم آپ سب ہی ہیں، احمد ہمارے رسولؐ برحق کا اسمِ پاک تھا اور ان سے نسبت دینا ہم اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے ہیں، رہ گیا آپ کا یہ خیال کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود مانتے ہیں یا نہیں! اس کے متعلق ہم نے آج تک غور ہی نہیں کیا ہے۔ البتہ احمدی حضرات کے اسلامی جوش، ان کے اسلامی اصولوں پر سختی سے کاربند ہونے اور تبلیغ و اشاعت اسلام کے سلسلہ میں ان کی دیوانہ وار سرگرمیوں کو ہم بیشک نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود لوگ یہی کہتے رہے کہ صاحب یہ کیونکر ممکن ہے کہ شوکت قادیانی نہ ہوں۔ اور سر ظفر اللہ خان ان کے دیوان پر گول میز کانفرنس کے اجلاس کی مصروفیتوں کے باوجود لندن میں بیٹھ کر تبصرہ لکھیں، خلیفہ صاحب قادیان اپنے خطبہ جمعہ میں ان کی سودیشی ریل کا ذکر کریں اور قادیانیوں کا اخبار الفضل ان کا ذکر اپنے کالموں میں کرے! مگر ہم نے اپنی احمدیت کی اس شہرت پر سنجیدگی کے ساتھ کبھی غور نہیں کیا اس لیے کہ اوّل تو ہم مذہبی آدمی نہیں ہیں دوسرے اگر مذہبی آدمی ہوتے بھی تو مذہب کے معاملہ میں خدا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے نہ کہ اس کے بندوں کو، مذہب تو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ایک رشتہ کا نام ہے، یہ کوئی سوسائٹی کی چیز نہیں۔‘‘ (صفحہ 181 تا 183)

آپ کی اس سوانح عمری کے علاوہ بعض دیگر جگہوں پر بھی آپ کی اس سوانح عمری کے علاوہ بعض دیگر جگہوں پر بھی آپ کی احمدیت کے خلاف تعصّب اور کینہ سے پاک سوچ کا ثبوت ملتا ہے۔ 1936ء میں آپ کی ایک کتاب ’’سودیشی ریل‘‘ منظر عام پر آئی، آپ نے اس کتاب کا انتساب حضرت چوہدری سر ظفر اللہ خان صاحبؓ کے نام کیا ہے، آپ لکھتے ہیں: ’’اس کتاب کی اشاعت کو آنریبل چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان ممبر کامرس وریلوے

گورنمنٹ آف انڈیا نے انتساب کی استدعا منظور فرما کر نمایاں اہمیت دے دی ہے۔ مجھ کو فخر ہے کہ میری ایک کتاب کو سر محمد ظفر اللہ خاں ایسے مایہ ناز مدبر، منفرد مقنن اور یگانہ روزگار علمی ادبی ذوق رکھنے والی ہستی سے یہ نسبت حاصل ہو رہی ہے، یہ شرف صرف مجھ ہی کو حاصل ہوا ہے کہ سر محمد ظفر اللہ خان نے اس قسم کی استدعا منظور فرمائی ورنہ آپ ایسے مواقعہ کو عموماً نظرانداز فرمادیا کرتے ہیں اور اب تک کوئی اس قسم کی کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا ہے مگر مجھ کو اپنے خلوص پر ایسا ہی اعتماد تھا اور میرا ایمان ہے کہ خلوص اگر خلوص ہے تو وہ کبھی بے اثر نہیں ہوسکتا۔''

(سودیشی ریل صفحہ 41۔51 پہلا ایڈیشن)

اس کتاب کا مقدمہ لکھنے والے محترم خان بہادر علامہ ڈاکٹر سید نجم الدین احمد صاحب جعفری ڈپٹی ڈائریکٹر آف انفارمیشن گورنمنٹ آف انڈیا نے اپنے مقدمہ کے آخر پر لکھا: ''مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ مصنف نے ''سودیشی ریل'' کو آنریبل چودہری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحب کے نام پر معنون کیا ہے اس لحاظ سے کہ سر موصوف گورنمنٹ آف انڈیا کے ریلوے ممبر ہیں۔ یہ انتخاب نہایت برجستہ، برمحل اور موزوں ہے اس کے علاوہ آپ کا ذوق ادب و علم بھی نہایت اعلیٰ ہے اور آپ کی ذات میں بحیثیت انسان کے ایسی خوبیاں جمع ہیں جن کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔'' افسوس کہ ''سودیشی ریل'' کی بعد کی اشاعتوں میں اس انتساب اور اس مقدمہ کو اڑا دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ جماعت احمدیہ لکھنؤ کے پانچویں سالانہ جلسے بمقام گنگا پرشاد میموریل ہال کے موقع پر آپ نے ایک نظم کہی جس سے بھی آپ کی بے تعصبی اور مذہبی رواداری کا اظہار ہوتا ہے، آپ کی یہ نظم اخبار الفضل میں یوں درج ہے:

تو کہاں لے آئی ہے میری رواداری مجھے　آج کرنا ہے بتادے کس کی غمخواری مجھے
احمدی حضرات کی اس انجمن میں مَیں کہاں　ہو رہا ہوں اپنی شرکت سے میں خود ہی بد گماں
مَیں ہوں اُن لوگوں میں جن سے مذہباً ہے اختلاف　باوجودِ اختلاف اس کا مگر ہے اعتراف
جس کے ہم سودائی ہیں خود اس کے شیدائی ہیں یہ　یہ ہی رشتہ ہم سے ہے جس رشتے سے بھائی ہیں یہ
ہاں مگر ہم بھائیوں میں باہمی ہے امتیاز　امتیاز ایسا ہے جس میں اب نہیں ہے کوئی ساز
ان میں جو جوشِ عمل ہے، ہم میں وہ مفقود ہے　ہم نے جو کچھ کھو دیا ہے، ان میں وہ موجود ہے
ان کی یہ تنظیم یہ شیرازہ بندی دیکھئے　اور ہماری بے محل یہ خود پسندی دیکھئے
مُردنی چھائی ہے اور غفلت میں ہم سرشار ہیں　یہ مگر مردہ نہیں، زندہ ہیں اور بیدار ہیں
ان میں ہے وہ حلم جو اسلام کی پہچان ہے　ان میں وہ ایثار ہے جو مسلموں کی شان ہے
ان میں مذہب کے لیے اک ولولہ، ایک جوش ہے　ولولہ ہم میں بھی ہے مدّت سے جو خاموش ہے
ہم کو دنیا کے جھمیلوں ہی سے فرصت ہے کہاں　ان کو لے دے کر مذہب سے ہیں فقط دلچسپیاں
ہم نے مذہب کو کبھی سمجھا نہیں، جانا نہیں　کون ہیں ہم کیا ہیں ہم اپنے کو پہچانا نہیں
بس یہی مذہب ہے اپنا طاق پر قرآن ہے　باپ دادا کا جو تھا ایمان وہ ایمان ہے
کُفر سمجھے بیٹھے ہیں مذہب کی تحقیقات کو　جزو ایماں کر لیا ہے اوندھی سیدھی بات کو
نکتہ چیں ہم میں بہت ہیں نکتہ رس کوئی نہیں　کام کرنے کے لیے ڈھونڈو تو بس کوئی نہیں

راہ حق سے ہم نے یہ مانا یہ ہیں کھوئے ہوئے
ہم سے تو اچھے ہیں پھر بھی، ہم تو ہیں سوئے ہوئے

گھر سے تو نکلا ہے لے کر ان کو شوق جستجو
نام تو اللہ کا لیتے ہیں جاکر چار سو

یورپ اور امریکہ میں ایک دھوم ہے اسلام کی
ہم مگر کرتے نہیں کچھ قدر ان کے کام کی

قابلِ تقلید ہے دراصل یہ جوشِ عمل
اے مسلمانو! تعصب اس جگہ ہے بے محل

بحوالہ (الفضل 16۔اگست 1934ء صفحہ 2) (الفضل لندن 21 اکتوبر 2023)





دلچسپ ومفید واقعات وحکایات

بیان فرمودہ حضرت مصلح موعودؓ

گناہ سے نجات کا طریق

کہتے ہیں چور جس گھر پر کھانا کھالے وہاں چوری نہیں کرتا۔ حالانکہ چور ایسا ذلیل ہے کہ کوئی شریف آدمی اس کے ساتھ بیٹھنا گوارا نہیں کرتا تو پھر جس کا تم روز کھاتے ہو اسی کی نمک حرامی کرو تو اس چور سے بدتر ہو یا نہیں۔ کان، حلق، زبان، منہ، پانی، سب کچھ خدا کا دیا ہو مگر محبت کریں اَوروں سے اور اپنے حقیقی محسن کو بھول جائیں۔ کس قدر شرم اور افسوس کی بات ہے۔

کیا لطیف نکتہ معرفت ہے اس حکایت میں جو میں نے پچھلے دنوں پڑھی کہ ابراہیم ادہمؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھ سے گناہ نہیں چھوٹ سکتے۔ آپ نے فرمایا پانچ باتیں بتاتا ہوں ان پر عمل کرو پھر بے شک گناہ کرلیا کرو

(1) جب تو خدا کا گناہ کرے تو خدا کا بنایا ہوا رزق نہ کھائیو

(2) دوسرا یہ کہ اگر خدا کا گناہ کرنا ہے تو خدا کے ملک میں نہ رہیو

(3) تیسرا یہ کہ اگر خدا کا گناہ کرنا ہے تو خدا سے چھپ کر کیجیو

(4) چہارم یہ کہ اگر خدا کا گناہ کرنا ہے تو پھر منکر نکیر جب سوال کریں تو ان سے انکار کردینا کہ میں تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دیتا

(5) پنجم یہ کہ جب تجھے دوزخ میں ڈالنے لگیں تو اڑ بیٹھنا کہ میں تو یہاں نہیں جاتا۔

اس نے عرض کیا کہ حضور یہ تو نہیں ہوسکتا۔ فرمایا پھر کیسی بے حیائی اور بے شرمی ہے کہ تو اسی کا رزق کھاتا ہے اسی کی زمین پر رہتا ہے پھر موت کا مالک نہیں اور پھر اس کے سامنے اس کے احکام کو ٹالتا ہے۔

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 373-374)



مسئلہ ظل و بروز کی حقیقت (قسط۔2)

رحمت اللہ بندیشہ۔استاد جامعہ احمدیہ جرمنی

قرآن وحدیث میں ظل وبروز کا تذکرہ

حقیقت یہ ہے کہ قرآن وحدیث اور بزرگان سلف وخلف کے اقوال کو بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو وہ گزشتہ لوگوں کے ہم صفات، مثیل اور بروز، کی آمد کو بنیادی حیثیت دیتے ہیں۔اگرچہ لفظاً ''بروز'' کا لفظ قرآن کریم میں نہیں ہے البتہ بروز کا مضمون بہت زیادہ بیان ہوا ہے جیسے توحید کا لفظ نہیں ہے لیکن مضمون جگہ جگہ بیان ہوا ہے۔اس لیے لازم نہیں کہ قرآن ہر مضمون کا نام لے کر اس کا تذکرہ کرے۔جیسے قرآن مجید نے دہریت کا نام لیے بغیر دہریت کی تردید کی، اسی طرح قرآن کریم نے دنیا کے ہر مذہب کے غلط عقائد کی تردید کی ہے، لیکن ہر مذہب کا نام نہیں لیا۔

پس جب بروز کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے قرآن مجید کے علوم کے سمندر میں چھلانگ لگاتے ہیں تو، مثلاً سورۃ فاتحہ میں ہی دیکھیے اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ مومن یہ دعا کیا کریں کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ (الفاتحۃ 6،7): ترجمہ: ہمیں سیدھے راستہ پر چلا، ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تُو نے انعام کیا جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔اس سے واضح ہے کہ ہر مومن ان لوگوں کی صفات اور عادات واطوار کو اپنانے کی دعا کرے جو انعام یافتہ لوگ اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور ان لوگوں کے خصائل اور اطوار اور طرق سے بچنے کی دعا مانگے جن سے اللہ ناراض ہوا۔اب اگر تو یہ دعا قبول ہونے کے لیے سکھلائی گئی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے، امت محمدیہ میں سے اللہ تعالیٰ پہلے لوگوں کے مثیل ان کے بروز، ان کے ہم صفات لوگ پیدا کرتا چلا جائے گا۔یعنی نیک لوگوں کے مثیل اور ہم صفات اَور بروزوں کے آنے کا بھی ذکر ہے اور بد لوگوں کے مثیل اور بروزوں کے آنے کا بھی ذکر ہے۔کیونکہ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین میں ان لوگوں کے راستے سے بچنے کی دعا سکھلائی گئی ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو چکا ہے اور جو لوگ انعام یافتہ ہونے کے بعد اس راستہ کو ترک کر بیٹھے اور بھول گئے۔آنحضرت ﷺ نے خود اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مغضوب علیھم سے مراد وہ یہود ہیں جن پر غضب الٰہی نازل ہوا اور الضالین سے مراد وہ عیسائی ہیں جنہوں نے صحیح راستہ کو ترک کر دیا۔(بخاری، كِتَابُ الِاعۡتِصَامِ بِالۡكِتَابِ وَالسُّنَّةِ۔ بَابُ قَوۡلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ: لَتَتۡبَعُنَّ سَنَنَ مَنۡ كَانَ قَبۡلَكُمۡ۔ حدیث نمبر 7320)

جیسا کہ ابتدا میں تحریر کیا گیا ہے کہ ظل اور بروز کا مطلب ہے روحانی اور صفاتی طور پر کسی کے وجود کے ساتھ مشابہت پیدا ہونا جیسے آئینہ میں آئینہ دیکھنے والے کے وجود کے ساتھ آئینہ میں پیدا ہونے والی تصویر اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے صاف شفاف پانی کے سامنے کھڑے ہوں اس کے اندر بھی انسان کی تصویر پیدا ہوتی ہے پس اس تصویر کو اس کا ظل اور بروز کہتے ہیں۔عملاً ہر چیز کا ظل یا بروز ہو سکتا ہے سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔

(1) مثیل اور عقیدۂ توحید

جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا کہ اگرچہ ''توحید'' کا لفظ قرآن کریم میں نہیں ہے البتہ ''توحید'' کا مضمون بہت زیادہ اور جگہ جگہ بیان ہوا ہے۔اس لیے لازم

نہیں کہ قرآن ہر مضمون کا نام لے کر اس کا تذکرہ کرے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَىۡءٌ (الشوریٰ:12): یعنی اس (خدا) جیسا کوئی نہیں یہ آیت واضح طور پر اعلان کرتی ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی ایسی ہے کہ جس کا کوئی مکمل مثیل نہیں۔ جیسا کہ سورۃ اخلاص میں بھی فرمایا ہے کہ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ (الإخلَاص:2) یہاں ''وَاحِد'' نہیں فرمایا، بلکہ ''أَحَدٌ'' کہا ہے یعنی ایک نہیں جس کے بعد دو ہو سکتے ہیں بلکہ اکیلا اور تنہا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا کوئی حقیقی مثیل نہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد ہستی ہے کہ جس کا کوئی حقیقی اور مکمل مثیل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح انسانوں کا بھی کوئی مثیل نہیں ہو سکتا تو یہ عقیدہ توحید کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ توحید باری تعالیٰ کے لیے خاص ہے۔

البتہ فنافی اللہ کا مضمون قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا خود حکم ہے کہ صِبۡغَةَ اللّٰهِ وَمَنۡ أَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً (البقرۃ 139) اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے۔ اور یہ مضمون بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے آپ کے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جب خدا کی ذات میں فنا ہو کر فنافی اللہ کے مقام پر پہنچے تو مخاطب بجائے خدا کے بندوں کے کہنے کے، اے میرے بندو! سے کیا جا سکتا ہے۔ قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ (الزمر:54) تُو کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے یقیناً وہی بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے اسی طرح میدان بدر میں رسول اللہ ﷺ کی کنکریوں کی مٹھی کفار مکہ پر پھینکنے کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورت انفال آیت 18 میں فرمایا: وَمَا رَمَيۡتَ اِذۡ رَمَيۡتَ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الأنفال:18) یعنی کہ اے نبیؐ! جب تم نے وہ کنکر پھینکے تو تُو نے نہیں بلکہ اللہ نے وہ کنکر پھینکے۔ یعنی اس خدائی قدرت کی تاثیر سے کفار کا ایک ہزار کا لشکر جرار پسپا ہو گیا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے سورت فتح آیت 11 میں فرمایا کہ بوقت بیعت رضوان صحابہؓ نے بظاہر آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی مگر يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ (الفتح:11) یعنی ان کے اوپر خدا تعالیٰ کا ہاتھ تھا۔ گویا آنحضرت ﷺ کے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ قرار دیا۔

اسی طرح حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں فنا ہونے کے لحاظ سے اپنے لیے ظلّ (یعنی اپنے آقا کا سایہ) یا بروز (یعنی اپنے آقا کی صفات سے رنگین) کے الفاظ انہی معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ پس کسی کے بروز یا ظلّ ہونے سے اس کے ہم مرتبہ ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اصل بات یہی ہے کہ یہ سب محبت و عشق کی باتیں ہیں۔ اور یہی بانئ جماعت احمدیہ مرزا غلام احمدؑ فرماتے ہیں کہ آپ اپنے آقا کی ذات میں ایسے فنا ہوئے کہ فرمایا:

من تو شدم تو من شدی　　　من تن شدم تو جاں شدی (ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 214)

یعنی مَیں تُو اور تُو مَیں ہو گیا۔ میں جسم اور تو جان ہو گیا۔

(2) انبیائے کرام کا ایک دوسرے کا مثیل ہونا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثیل آدم علیہ السلام ہیں: قرآن کریم نے عمومی مضمون کے علاوہ نام لے کر حضرت آدمؑ و حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ و حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک دوسرے کا مثیل قرار دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللّٰهِ كَمَثَلِ آدَمَ (آل عمران :60) یقیناً عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی سی ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ مثیل موسیٰ علیہ السلام اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل قرار دیا ہے۔جیسا کہ فرمایا: اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔(المزمل:16) یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف بھی ایک رسول بھیجا تھا۔اب اس آیت کریمہ میں حضرت رسول اللہ ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام کا مثیل اور بروز، ہم صفات قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ کما کا لفظ مثیل، بروز اور ظل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔اس کی مزید وضاحت اس آیت کریمہ میں ہے کہ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ :(الأحقاف: 11) ترجمہ: حالانکہ بنی اسرائیل میں سے بھی ایک گواہی دینے والے نے اپنے مثیل کے حق میں گواہی دی تھی پس وہ تو ایمان لے آیا اور تم نے استکبار کیا۔

اسی بات کو حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی حدیث میں بھی بیان فرمایا ہے کہ قَالَ:''أَلَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِيٌّ بَعْدِي''(بخاری، کتاب المغازی، بَابُ غَزْوَةِ تَبُوكَ وَهِيَ غَزْوَةُ العُسْرَةِ) یعنی فرمایا کہ اے علی کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تیرا مجھ سے وہی تعلق ہو جو ہارون کا موسی کے ساتھ تھا، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔مختصر یہ کہ ان آیات واحادیث میں وہی مضمون بیان ہوا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے مثیل، اپنے بروز، اپنے ظل اور اپنے ہم صفات وجود کے آنے کی پیشگوئی بائبل میں کی ہوئی ہے جو کہ آج تک کتاب استثناء باب 18 آیت 15 اور 18 میں درج ہے:''خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اسی طرف کان دھریو'' آیت نمبر 18 یہ ہے کہ''میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا۔''

(3) مومنین کو مثیل حواریان مسیح علیہ السلام بننے کی ہدایت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ (الصّف :15) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے انصار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا (کہ) کون ہیں جو اللہ کی طرف راہ نمائی کرنے میں میرے انصار ہوں حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے انکار کر دیا پس ہم نے اُن لوگوں کی جو ایمان لائے اُن کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے۔

(4) مومنین میں بعض فرعون کی بیوی اور بعض حضرت مریم کے مثیل

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۔(التحریم:12،13) اور اللہ نے اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لیے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔ اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

(5) کفار کی مثالیں حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کی مانند ہیں

کفار کو حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیویوں کا مثیل قرار دیا گیا ہے،جیسا کہ فرمایا ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْــٴًـا وَّقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ (التحریم:11) اللہ نے اُن لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان کی ہے وہ دونوں ہمارے دوصالح بندوں کے ماتحت تھیں پس ان دونوں نے ان سے خیانت کی تو وہ اُن کو اللہ کی پکڑ سے ذرا بھی بچا نہ سکے اور کہا گیا کہ تم دونوں داخل ہونے والوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔

(6) مخالفین انبیاء سارے ایک دوسرے کے مثیل و مشابہ ہیں

قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ جیسے اچھے لوگوں کے مثیل بھی دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں،جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا کہ سورۃ التحریم میں مومنین کو بطور مثال فرعون کی بیوی اور حضرت مریم علیہا السلام کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔بالکل اسی طرح برے لوگوں کے مثیل بھی دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں،یعنی انبیاء کے مخالفین اور منکرین کسی بھی زمانہ میں ہوں ان کی فطرت ایک ہی طرح کی ہوتی ہے۔اور وہ ایک ہی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔مثلاً فرمایا کہ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ۔(البقرۃ 119) اور وہ لوگ جو کچھ علم نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ آخر اللہ ہم سے کیوں کلام نہیں کرتا یا ہمارے پاس بھی کوئی نشان کیوں نہیں آتا اسی طرح ان لوگوں نے بھی جو ان سے پہلے تھے ان کے قول کے مشابہ بات کی تھی ان کے دل آپس میں مشابہ ہو گئے ہیں ہم آیات کو یقین لانے والی قوم کے لیے خوب کھول کر بیان کر چکے ہیں۔

(7) منافقین کی مثال بطور ظل و بروز

بقول قرآن اچھے لوگوں کے مثیل بھی دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور برے لوگوں کے مثیل بھی دنیا میں پیدا ہوتے رہتے ہیں قرآن کریم کی ابتدا میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّاۚۖ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۔(البقرۃ:15) اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں ہم بھی ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف الگ ہو جاتے ہیں تو کہتے ہیں یقیناً ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (ان سے) صرف تمسخر کر رہے تھے۔

یعنی جب منافقین شیاطین یعنی اپنے سرداروں کے پاس جاتے اور انہیں کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں،ہم تو مسلمانوں سے ذرا ٹھٹھہ اور استہزاء کر رہے تھے۔اب بجائے یہ کہنے کے کہ منافقین اپنے شریر سرداروں کے پاس جاتے ہیں۔کہا گیا کہ منافقین اپنے شیاطین کے پاس جاتے ہیں تو یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ان کے سردار جو تھے وہ اُس وقت انسان نہیں رہے تھے اور ان سرداروں کی جنس ہی تبدیل کر کے وہ شیطان کی جنس میں داخل ہو گئے تھے۔پس مراد یہ ہے کہ وہ صفاتی طور پر شیطان کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے تو صفاتی طور پر شیطان کے ساتھ مشابہت رکھنے کی بنا پہ اللہ تعالیٰ انہیں شیاطین بیان فرماتا ہے

(8) دو زمانوں کے یہود اور ان میں مشابہت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہود کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔اگر ہم قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ

کا ہی مطالعہ کریں تو ہم اس میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہود کو، یعنی نزول قرآن کے زمانے کے بنی اسرائیل کو بروزی طور پر، تمثیلی طور پر موسیٰ کے زمانے کے یہود و بنی اسرائیل قرار دے کر مخاطب فرمایا ہے۔ ورنہ جو امور اس زمانہ کے یہود کو مخاطب کر کے بیان کیے جا رہے ہیں وہ تو ان لوگوں کے آباء واجداد کے متعلق ہیں جو کہ فوت ہو چکے تھے۔ مگر چونکہ ان پچھلوں کے اعمال شنیعہ، ان کے پہلوں کے اعمال شنیعہ سے مماثلت رکھتے تھے اور یہ لوگ اپنے آباء واجداد کے ہی نقش قدم پر تھے اس لئے ان کو بروزی طور پر وہی قرار دیا گیا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (البقرۃ:41) ترجمہ: اے بنی اسرائیل! اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور میرے عہد کو پورا کرو، میں بھی تمہارے عہد کو پورا کروں گا اور بس مجھ ہی سے ڈرو۔

اب ظاہر ہے کہ زمانہ نبوی ﷺ کے یہود تو ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (البقرۃ:62) اور ان پر ذلت اور مسکینی کی مار ڈالی گئی کا مصداق تھے۔ ان پر تو کوئی انعام بھی نہیں ہوا تھا اور نہ ان سے یہ عہد ہوا تھا۔ پس آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہود کو بروزی طور پر موسیٰ کے زمانے کے یہود قرار دے کر قرآن انہیں مخاطب فرما رہا ہے۔ پھر فرمایا: وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (البقرۃ:50) اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات بخشی جو تمہیں بہت سخت عذاب دیتے تھے وہ تمہارے بیٹوں کو توقتل کر دیتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے اور اس میں تمہارے لئے تمہارے ربّ کی طرف سے بہت بڑی آزمائش تھی۔

ظاہر ہے کہ نزول قرآن کے زمانے کے مخاطبین یہود کو کس آل فرعون سے واسطہ پڑا تھا؟ پھر فرمایا: وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ (البقرۃ:51) ترجمہ: اور جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا اور تمہیں نجات دی جب کہ ہم نے فرعون کی قوم کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں کب یہود کے لیے سمندر پھاڑا گیا ہے؟ کب ان کو نجات دی گئی؟ کیونکہ یہاں یہ بھی تو نہیں فرمایا کہ وہ زندہ ہو کر پھر آ گئے۔ تو کیا مراد ہے؟ اللہ تعالیٰ اس طرز بیان میں اس قسم کی آیات میں یہ مضمون بیان فرمانا چاہتا ہے کہ جو آج سے دو ہزار سال پہلے یہ یہودی تھے جنہوں نے یہ باتیں کہی تھیں۔ جن کے سامنے یہ واقعات ہوئے تھے۔ اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانے کے یہودیو! تم صفاتی طور پر ان کے مثیل بن چکے ہو۔ تمہارے اندر ان کا کردار داخل ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم ایک اور جگہ پہ فرماتا ہے تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (البقرۃ:119) اس زمانے کے یہودیوں کے دل اور اُس زمانے کے یہودیوں کے دل صفاتی لحاظ سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل گئے۔ تو یہ وہ مضمون ہے جسے صوفیاء ظل اور بروز کے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ الغرض اس قسم کی بے شمار مثالیں قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ ان سے واضح ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے یہود کو پہلے زمانہ کے یہود کی اولاد اور ان پر مثیل اور بروز قرار دے کر مخاطب کے صیغہ سے مخاطب فرمایا گیا ہے۔

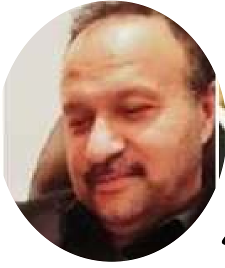
چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ظل و بروز کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اللہ جلّ شانُہٗ، سورۂ بقرہ میں فرماتا ہے کہ اے بنی اسرائیل ہماری اس نعمت کو یاد کرو کہ ہم نے آل فرعون سے تمہیں چھڑایا تھا جب وہ تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری بیٹیوں کو رکھ لیتے تھے اور وہ زمانہ یاد کرو جب دریا نے تمہیں راہ دیا تھا اور فرعون اس کے لشکر کے سمیت غرق کیا گیا تھا اور وہ زمانہ یاد کرو جب تم نے موسیٰ کو کہا تھا کہ ہم بغیر دیکھے خدا پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تمہیں بدلی کا سایہ دیا اور تمہارے لئے منّ وسلویٰ اتارا اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور کوہ طُور تمہارے سر کے اوپر ہم نے رکھا تھا پھر تم نے سرکشی اختیار کی۔ اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ تم خون نہ کرنا اور اپنے عزیزوں کو اُن

کے گھروں سے نہ نکالنا اور تم نے اقرار کر لیا تھا کہ ہم اس عہد پر قائم رہیں گے لیکن تم پھر بھی ناحق کا خون کرتے اور اپنے عزیزوں کو ان کے گھروں سے نکالتے رہے۔ تمہاری یہی عادت رہی ہے کہ جب کوئی نبی تمہاری طرف بھیجا گیا تو بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض کے درپے قتل ہوئے یا قتل ہی کر دیا۔

اب فرمایئے کہ اگر یہ کلمات بطور استعارہ نہیں ہیں اور ان تمام آیات کو ظاہر پر حمل کرنا چاہیئے تو پھر یہ ماننا پڑے گا کہ جو لوگ درحقیقت ان آیات کے مخاطب ہیں جن کو آل فرعون سے نجات دی گئی تھی اور جن کو دریا نے راہ دیا تھا اور جن پر من وسلویٰ اتارے گئے تھے وہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک زندہ ہی تھے یا مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر آ گئے تھے۔ کیا آپ لوگ جب مسجدوں میں بیٹھ کر قرآن کریم کا ترجمہ پڑھاتے ہیں تو ان آیات کے معنے یہ سمجھایا کرتے ہیں کہ اِن آیات کے مخاطبین ہی آنحضرت ﷺ کے عہد رسالت تک بقید حیات تھے یا قبروں سے زندہ ہو کر پھر دنیا میں آ گئے تھے۔ اگر کوئی طالب علم آپ سے سوال کرے کہ اِن آیات کے ظاہر مفہوم سے تو یہی معنے نکلتے ہیں کہ مخاطب وہی لوگ ہیں جو حضرت موسیٰ اور دوسرے نبیوں کے وقت میں موجود تھے کیا اب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ وہ سب آنحضرت ﷺ کے وقت میں زندہ تھے یا زندہ ہو کر پھر دنیا میں آ گئے تھے۔ تو کیا آپ کا یہی جواب نہیں کہ بھائی وہ تو سب فوت ہو گئے اور اب مجازی طور پر مخاطب اُن کی نسل ہی ہے جو اُن کے کاموں پر راضی ہے گویا انہیں کا وجود ہے یا یوں کہو کہ گویا وہی ہیں۔ تو اب سمجھ لو کہ یہی مثال ابن مریم کے نزول کی ہے۔ سُنّت اللہ اسی طرح پر ہے کہ مراتب وجود دَوری ہیں اور بعض کے ارواح بعض کی صورت مثالی لے کر اس عالم میں آتے ہیں اور روحانیت ان کی بکلّی ایک دوسرے پر منطبق ہوتی ہے۔ آیت تشابھت قلوبھم کو غور سے پڑھو۔

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 446-447)

(جاری ہے)



مبارک صدیقی

چار میں سے جب چار نکالو بچتا کیا ہے
اس دنیا سے پیار نکالو بچتا کیا ہے
تم تو یار ریاضی اچھی جانتے ہو ناں
مجھ سے میرا یار نکالو بچتا کیا ہے
تیرے شہر کی رونق سے انکار نہیں ہے
مجھ جیسے دو چار نکالو بچتا کیا ہے
ہم شاعر لوگوں کی محفل اور خوابوں سے
چائے اور دلدار نکالو بچتا کیا ہے
وہ کہتا ہے ہفتے تک مصروف بہت ہوں
بن میرے اتوار نکالو بچتا کیا ہے
پہلے دور میں غالب تھا، اب آپ کا بھائی
بس یہ دو شہکار نکالو بچتا کیا ہے
چہرے سے مسکان نہ جائے چاہے جو ہو جائے
آنسو جب اِک بار نکالو بچتا کیا ہے
بات مبارکؔ یہ ہے تیری غزلوں میں سے
خوشبو کے اشعار نکالو بچتا کیا ہے

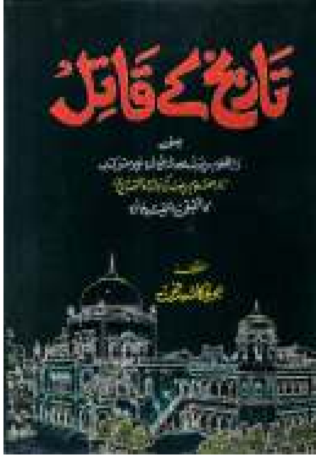
اردو ہے میرا نام

اقبال اشعرؔ

اردو ہے میرا نام میں خسرو کی پہیلی
میں میر کی ہم راز ہوں غالب کی سہیلی
دکن کے ولی نے مجھے گودی میں کھلایا
سودا کے قصیدوں نے میرا حسن بڑھایا

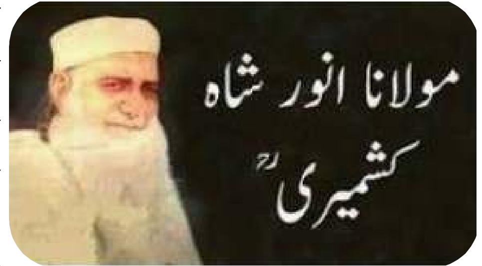
امت دیوبندیہ میں ایک اور فتنہ یا ایک اور فرقہ کا ظہور

تحریر حامد راجپوت سابق بادیہ نشین صحرائے اعظم



دیوبندیت ایک سرزمین فتنہ خیز

یوں تو دیوبندیت اپنے آغاز سے ہی بکھیڑوں، جھگڑوں اور کہہ مکرنیوں کی داستانوں کی آماجگاہ کے طور پر مشہور رہی ہے۔ جس میں ہر اُس کام کو جو خیر العمل کے طور پر مشہور ہونے لگے اپنے کھاتے میں ڈالنے کی ہوس، ناموری اور قبضہ گیری کی چاٹ، حدود سے تجاوز کرنے کی نامسعود رسم اور دوسرے تمام مسلمان بھائیوں پر شکوک واعتراضات کی ہلکی ہلکی موسیقی کو ہردم چالو رکھنا عام سی بات ہے۔ چنانچہ دیکھ لیں جو دیوبند قائم ہی ہندو اور انگریز یا انگریز نواز لوگوں کے چندے سے ہوا تھا اور سرکار برطانیہ کی نگرانی میں کام شروع کیا تھا وہ انگریز دشمنی کے چیمپئن ہونے کا اعلان کررہا ہے۔ تحذیر الناس میں موجود ختم نبوت کی بنیاد پر بریلی عیدگاہ سے اپنا خیمہ اکھاڑ کر دیوبند وارد ہوئے تھے مگر آج ہر دوسرے مسلمان کو منکرین ختم نبوت کا طعنہ دے رہے ہیں۔ گاندھی جیسے مشرک ہندو کو رسول بالقوۃ اور اگر ختم نبوت نہ ہوگئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے کا اعلان کرتے نہ تھکتے تھے اور آج کی ہر پاکستانی صبح کا آغاز ہی باقی مسلمانوں کو مشرک کا طعنہ مار کر کرتے ہیں۔ جن کے اکابر پاکستان کو شیخ چلی کا خواب اور قائداعظم کو کافر اعظم گردانتے تھے اور فخریہ چہک چہک کر بتلاتے تھے کہ پاکستان بنانے کے گناہ میں ہم شامل نہیں تھے وہ آج تحریک پاکستان کے اول مجاہد بنے بیٹھے ہیں۔ پھر اپنے گھر میں دیکھئے کہ اپنے ہی بڑے بوڑھوں کی چارپائیاں گھر سے نکال کر چوک میں لا پھینکنے کی اعلیٰ ترین اخلاقی حرکت بھی اسی فرقہ کے نصیب میں آئی ہے چنانچہ جناب انور شاہ کشمیری صاحب جیسے حدیث کے استاد کو دیوبند سے نکالنے اور بانی دیوبند کے پوتے اور دیوبند کے مہتمم قاری محمد طیب صاحب کو عورتوں کا نظر باز قرار دے کر دیوبند سے بھگانے اور حسین احمد مدنی صاحب کے خاندان کا بندوقوں کے سائے میں دیوبند پر قبضہ کرنے اور عثمانی خاندان کے بزرگوں کی قبروں تک کی بے حرمتی جیسے واقعات بھی اسی ''اعلیٰ ظرفی'' کی زندہ وتابندہ مثالیں ہیں۔ پوری تاریخ سے استفادہ کرنا ہو تو جناب عکاشہ صاحب کی ''تاریخ کے قاتل'' مدد کرسکتی ہے





پھر یہاں پر صرف مال ومتاع اور ناموری کی بندر بانٹ کے جھگڑے ہی نہیں ہیں، ساتھ کے ساتھ عقائد کی بنیاد پر بھی نئے سے نئے شگوفے کھلتے نظر آتے ہیں۔ انہیں میں سے حیاتی ومماتی کا فتنہ کھڑا ہوا تو مزید ایک نیا بلاک بن گیا پھر یزید کو علیہ السلام بنانے والے سامنے آئے تو تقسیم در تقسیم کی برکت مزید پھیل گئی اور نتیجہ میں مزید ایک گروپ پیدا ہوگیا۔ انہی میں سے مودودیت نے سر نکال کر دنیا کو خدائی فوج داروں کا جھتہ مہیا کیا۔ پھر اہل قرآن کا تماشا بھی اسی خاک سے ہویدا ہوا چنانچہ مشہور دیوبندی انور اوکاڑوی صاحب بھی اب فتن کی پیداواری صلاحیت پر شرمندگی کا اظہار کرتے

ہوئے لکھتے ہیں کہ ”پاکستان بننے کے بعد بہت سی بدعات کو رواج دینے کی کوشش کی گئی ”حیات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام“ اور وسیلہ کو مطلقاً شرک کہا جانے لگا۔کہیں روضہ اطہر کی زیارت کی نیت سے سفر کو حرام کہا جانے لگا۔کچھ لوگوں نے حب حضرت معاویہ رضی اللہ کے نام سے یزیدیت اور بغض اہل بیت کو رواج دینا چاہا“　　(مولانا انوراوکاڑوی کتاب تحفظ عقائد اہل سنت صفحہ 53و54)

مزید ایک نئی تقسیم کا سامان ہوگیا

جب دیوبندی علمائے کرام اپنی مذکورہ خدمات جلیلہ میں پوری تندہی سے مصروف تھے تو انہیں دنوں کسی طالع آزمانے یہ درفنطنی چھوڑ دی کہ بریلوی اور دیوبندی میں تو کوئی فرق نہیں ،کوئی جھگڑا نہیں ،یہ صرف چند مولوی لوگوں کی دل لگی کا شاخسانہ ہے ورنہ صرف چند ایک فقہی اختلافات ہیں اور خاص طور پر بریلوی اور دیوبندی تو دونوں حنفی المسلک ہیں۔معمولی سا نظریاتی اختلاف ہے۔چند تفسیری مغالطے ہیں تو کیوں نہ زبان کو تھوڑا سا نرم کیا جائے۔کافر کافر کہنے کو لگام دی جائے اور بریلویوں کا دیوبندیوں کو گستاخ رسول اور دشمن خدا کہنے اور دیوبندیوں کا بریلویوں کو مشرک قرار دے کر ان سے کھانا پینا حرام قرار دینے کو ماضی کی بھول چوک سمجھ کر دفن کر دیا جائے اور آگے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر باقی ”مشرک وگستاخ مسلمانوں“ کا مقابلہ کیا جائے۔بات نظریے کی حد تک نہ رہی سعودی عرب میں رہائش پذیر ایک دیوبندی عالم دین جناب محمد بن علوی المالکی نے یہ جھنڈا اٹھالیا اور پے درپے دو کتابیں عربی زبان میں لکھ دیں۔الذخائر المحمدیہ۔اورحول الاحتفال بذکری المولد النبوی شریف‘



اور یوں بریلوی دنیا کے مندرجہ ذیل عقائد کو گود لے کر اتحاد کا نعرہ لگا دیا

(1) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ کا جواز (2) بزرگوں کی ارواح کا مدد کے لئے پہنچنا (3) عرس میلاد کی محافل کا جواز وغیرہ

سعودی عرب کے وہابی میدان میں نکل آئے

دیوبندی اور بریلوی تو ابھی تک پوری طرح خوشیوں بھرا جشن بھی نہ منا سکے تھے کہ سعودی عرب کے وہابی علماء حرکت میں آ گئے۔چنانچہ سعودی عرب علماء بورڈ کے رکن اور مکہ مکرمہ کے قاضی شیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے ایک کتاب ان کے رد میں شائع کر دی عنوان تھا ”حوار مع المالکی فی رد منکراتہ وضلالتہ‘اس کتاب کا مقدمہ سعودیہ کے قاضی القضاۃ شیخ عبدالعزیز بن باز نے لکھ دیا اور نشاندہی کر دی کہ یہ حرکت ناقابل قبول اور گستاخانہ ہے چنانچہ فرمایا کہ

”محمد علوی صاحب کی لکھی ہوئی کتابوں میں موجود بہت سی قابل نکیر باتوں پر میں مطلع ہوا۔ان کتابوں میں سب سے مقدم ان کی وہ قابل مذمت کتاب ہے جس کا نام انہوں نے ”الذخائر المحمدیہ“ رکھا ہے۔ان قابل نکیر باتوں میں ایک یہ ہے کہ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی گئی ہے جو محض اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے خصائص میں سے ہے مثلاً یہ کہ

”آسمانوں اور زمین کی کنجیاں رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں اور یہ کہ ”آپ جنت کی زمین بطور جاگیر دے سکتے ہیں اور اب آپ ﷺ ہی مخلوق میں رزق تقسیم کرتے ہیں اور آپ ﷺ لوگوں کے فقر مرض بلا وغیرہ کو دور کرنے کی قدرت دیئے گئے تھے اور آپ یہ فریادرسی اللہ کے حکم اور اللہ کی دی ہوئی قدرت سے کیا کرتے تھے“ اور یہ کہ ”آپ غیب اور روح اور ان پانچ چیزوں کا علم جانتے ہیں جن کے جاننے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے خاص رکھا ہے“۔(2) نبی کریم ﷺ کو ہر ہر شے کا علم دیا گیا ہے ”رسول اللہ ﷺ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے یہاں تک کہ روح کا بھی اور مغیبات خمسہ کا بھی جن کا

ذکر اس آیت میں ہے۔(الذخائر المحمدیہ صفحہ 205)(3) نبی کریم ﷺ کو علم غیب دیا گیا ہے'' کتنے ہی امور ہیں جن کے بارے دلیل موجود ہے کہ وہ سبحانہ تعالیٰ کا حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی اور دوسروں کو بھی بطور احسان عطا فرمائے۔ان میں سے غیب کا بھی علم ہے(مفاہیم صفحہ 83و84)(4)رسول مقبول ﷺ کی روح مبارکہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے(الذخائر المحمدیہ 259)

5)غیر اللہ کی قسم کھانا جائز ہے(الذخائر المحمدیہ 206)(6) آپ کی محبت اور اطاعت اور آپ سے تعلق میں غلو اور مبالغہ تو یہ تو محبوب اور مطلوب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے میرے بارے میں اس طرح غلو اور مبالغہ نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم کے بارے کیا۔اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ کے سے غلو کے علاوہ آپ کی مدح میں خوب مبالغہ کرنا جائز ہے۔غرض صفات ربوبیت کو چھوڑ کر اور صفات کے ساتھ نبی علیہ السلام کی تعظیم کرنا کوئی کفر وشرک نہیں ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔''(الذخائر المحمدیہ 81و82)

7)خالق ومخلوق کے درمیان جو امور مشترک ہیں جب ان کو دونوں میں تمام اعتبار سے ایک جیسا نہ سمجھا جائے تو یہ شرک نہیں''(مفاہیم یجب ان تصحح صفحہ 88)

بریلویت سے اتحاد کی کوشش میں اپنی دیوبندیت بھی گئی

وہابیوں نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا اور یوں بریلوی کیا ساتھ ملتے دیوبندی بھی دو گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔قاضی مظہر حسین، مولانا محمد یوسف لدھیانوی،مفتی سید عبدالشکور ترمذی،مولانا عاشق الٰہی،عبدالقدوس ترمذی،مولانا محمد امین اوکاڑوی،مولانا سرفراز خان صفدر جیسے اکابرین دیوبند کا گروپ ایک طرف تھا تو دوسری طرف دیوبندی دنیا کے شیخ الحدیث تبلیغی جماعت کے مرجع ومنبع اور فیضان سنت کتاب کے مصنف جناب مولانا محمد زکریا کے خلفائے خاص صوفی محمد اقبال صاحب،مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر چوہڑ چوک راولپنڈی سامنے آ گئے بلکہ مولانا ہزاروی صاحب نے ترکی بترکی جواب دیتے ہوئے''اکابر کا مسلک ومشرب'' نامی کتاب لکھ کر امدادی دیوار چین کھڑی کر دی۔پھر تحفظ ختم نبوت والے جناب مولوی عبدالحفیظ مکی صاحب بھی شامل باجہ ہو گئے اور حسب معمول اپنے کرخت لہجے میں اپنے پیرومرشد قاضی مظہر حسین کو ہی جھوٹا قرار دے دیا۔بات مزید آگے بڑھی تو دیوبندی متکلم اسلام یعنی الیاس گھمن صاحب علوی مالکی صاحب کی مدد کو آ پہنچے۔

مولانا ثناالحسینی،مفتی مختاالدین کربوغہ شریف والے،مولوی محمد انیس مظاہری جو کہ حافظ صغیر احمد لاہوری بانی احسان مسجد راج گڑھ کے صاحبزادے اس گروپ کی نمایاں شخصیات بن گئیں۔



قاضی مظہر حسین گروپ کی طرف سے رسائل میں مضامین کا ڈھیر لگا دیا گیا جواب میں مولوی عبدالحفیظ مکی اور مولوی عزیز الرحمٰن ہزاروی صاحب نہ صرف محمد علوی مالکی کا ترجمہ مولوی انیس مظاہری کی مدد سے پاکستان میں شائع کر دیا بلکہ ایک قدم مزید آگے بڑھا کر ایک اور رسالہ بعنوان''اکابر کا مسلک ومشرب'' لکھ کر دیوبندیت کے خلاف نیا محاذ کھول دیا۔جواب میں مولانا عاشق الٰہی بلند شہری نے لکھا کہ رسالہ جواب دینے قابل نہیں دفن کرنے کے قابل ہے۔

جلتی پر تیل کا کام

طرفہ تماشا یہ کہ اس ساری جلتی پر تیل کا کام کیا مولانا طاہر القادری صاحب کے علماء ومشائخ کنونشن نے ۔قادری صاحب نے اپنے کنونشن کے لئے علوی مالکی صاحب کو مہمان خصوصی اور صدر مجلس کے طور پر دعوت دی جسے انہوں نے قبول کرلیا اور جدہ سے آکر اس کنونشن میں شامل ہو گئے ۔اب تو مخالف گروپ مزید سیخ پا ہو گیا اور قاضی مظہر حسین صاحب نے ''مالکی قادری بھائی بھائی'' کے نام سے ایک جہازی سائز کا مضمون اپنے رسالہ حق چار یار میں شائع کر دیا۔نفرت کے انڈے سے نفرت کے ہی چوزے نکلیں گے یہ نفرین تقاریر اور جواب الجواب کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔پہلی قسط کے طور پر اس جنگ کا اگر طائرانہ جائزہ لینا ہو اور ''مصروف جہاد'' مولویان کی تعداد اور قد کاٹھ کا حساب وکتاب لگانا ہو تو ''تحفظ عقائد اہل سنت'' نامی 812 صفحات پر مشتمل طویل کتاب کو دیکھ سکتے ہیں جس میں اس میدان کارزار میں مصروف ہر شخص کی مکمل تفصیل دی گئی ہے اور یہ تو ابھی جنگ کی شروعات ہیں تقسیم در تقسیم اور نفرت در نفرت کی کہانی جاری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسے ہی نام نہاد محافظین اسلام کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''چاہتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر وہ بجھ نہیں سکتا۔کیونکہ خدا کے ہاتھ نے اس کو روشن کیا ہے۔نہ معلوم کہ میری تکذیب کے لئے اِس قدر کیوں مصیبتیں اٹھا رہے ہیں اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے اور میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مکذّب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا؟عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا۔ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں لیکن جبکہ میں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقراء اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مُنہ کی پھُونکوں سے یہ الٰہی سِلسلہ برباد ہوسکتا ہے؟کبھی برباد نہیں ہوگا۔وہی برباد ہوں گے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔

(1)خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔(2)خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔(3)خدا نے میری دُعاؤں میں سب سے بڑھ کر قبولیت رکھی ہے۔(4)خدا نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں۔(5)خدا نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں۔(6)خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا۔(7)خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے اور دنیا میں اکثر وہ اور اُن کی نسل بڑی بڑی عزّتیں پائیں گے تا اُن پر ثابت ہو کہ جو خدا کی طرف آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اٹھاتا۔

(8)خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک اور جب تک کہ دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔(9)خدا نے آج سے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرا انکار کیا جائے گا اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے پر میں تجھے قبول کروں گا اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کردوں گا۔(10)اور خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں مَیں رُوح القدس کی برکات پھُونکوں گا۔وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا۔اور مظہر الحق والعلا ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔وتلک عشرۃ کاملۃ۔دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اِس سلسلہ کی دُنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سِلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اُس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔''

(روحانی خزائن جلد نمبر 17 صفحہ 181و182)

اس شہر میں قیام کیا تھا مسیحؑ نے

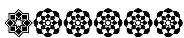
(امۃ الباری ناصر)

(سیالکوٹ میں احمدیہ مسجد کے انہدام کے سانحہ پر)

مسجد کے واقعہ پہ ہر اک بے قرار تھا
رد عمل ہمارا یہ بے اختیار تھا
اس شہر میں قیام کیا تھا مسیحؑ نے
اس کے گلیوں کوچوں سے حضرتؑ کو پیار تھا
سیالکوٹ شہر میں ٹوٹا ہے جو ستم
یہ واقعہ درندگی کا شاہکار تھا
سو سال سے تھی شان سے مسجد یہاں کھڑی
مُلّا ں کے دل میں دیکھ کے اس کو غبار تھا
شب خون مارا اور اسے مسمار کر دیا
ملبے کا ڈھیر اس کا ہرگنبد منار تھا
یہ خشت و خاک توڑ کے سوچو تو جاہلو
کتنا گرے ہو کن میں تمہارا شمار تھا
مسجد کا توڑنا ہوا کارِ ثواب اب
ان تاجرانِ دیں کا یہی کاروبار تھا
دل کھول کر بہائے ہیں سجدوں میں رات کو
اپنا تو آنسوؤں پہ ہی بس اختیار تھا
پہلے بھی ابرہہ اٹھے۔ نابود ہو گئے
کاری بہت شبینہ دعاؤں کا وار تھا
کوئی بھی ترشی کر نہ سکی ہم کو بد مزا
ہم کو تو سچے عشق کا گہرا خمار تھا
تم تو خدا نہیں ہو جو کرتے ہو فیصلے
ایماں کے فیصلے کا کسے اختیار تھا
دنیا میں ہر جگہ پہ بنائیں گے مسجدیں
تقویٰ سے اپنی خوب سجائیں گے مسجدیں

قدسیہ نُور فضا

ماہِ رمضان کا جاری جو ہوا فیضاں ہے
برکتیں اس کی ہیں گھر گھر میں کھلا قرآں ہے
نعمتیں خوب سمیٹو کہ تمہاری خاطر
کفر و ایمان میں کرتا تو وہی فرقاں ہے
ماہِ رمضان کا ہر پل ہے مبارک، ساعت
یہ کرامت ہے اسی کی جو خدا رحماں ہے
ہے فضیلت میں، مہینوں سے ہزاروں، بڑھ کر
لیلۃ القدر حقیقت میں، شبِ غفراں ہے
ہے یہ لازم کہ ہو کوشش بھی اسے پانے کی
طاق راتوں میں تلاش اسکو کرو، فرماں ہے
مغفرت اس سے طلب کرکے جو بخشش پاؤ
مومنو تم پہ خدا کا یہ بڑا احساں ہے
قربتیں ہی تو خدا سے وہ کرے گا قائم
کوئی گر نیک خصائل کے لیے کوشاں ہے
آگ سے خوف نہ کھائے گا کبھی وہ بندہ
آتشِ عشق میں دل جس کا ہوا سوزاں ہے
قدسیہ چاہتا ہے جو بھی کہ پائے بخشش
ماہِ رمضاں کا کُھلا اس کے لئے میداں ہے



سپریم کورٹ کا حالیہ فیصلہ

جمیل احمد بٹ



سپریم کورٹ کا ایک حالیہ فیصلہ آج کل میڈیا کا موضوع بنا ہوا ہے۔اتنی سی بات کا، کہ ایک احمدی کو ایک ایسے جرم کا ملزم کر کے جو بنتا ہی نہ تھا 13 ماہ بعد عدالت عالیہ نے ضمانت پر رہا کر دیا، بتنگڑ بنایا گیا۔مولویوں، مذہب کے نام پر سیاست کرنے والوں اور آنکھیں بند کر ان کے پیچھے چلنے والے لاعلم عوام میں سے بعض نے خوب بیان بازی کی اور احمدیوں کو ڈرانے دھمکانے کے ساتھ ساتھ چیف جسٹس صاحب کو بھی خوب رگیدا۔حتیٰ کہ عدالت نے نہ صرف اپنی صفائی میں ایک وضاحتی بیان جاری کیا بلکہ مزید غور کے لئے کاروائی کا آغاز بھی کر دیا۔

ناانصافی کا راج

المختصر ایک زمانے سے ناانصافی کے راج میں زندگی بسر کرتے ہوئے حالات اس نہج کو پہنچ گئے ہیں کہ اب معمولی سا انصاف بھی اجنبی لگ کر نظروں میں کھٹکنے لگتا ہے۔چیف جسٹس صاحب نے اپنے فیصلہ میں کئی آیات قرآنیہ کی یاد دہانی کرائی ہے۔لیکن درج ذیل آیت بھی ضروری طور پر قابل ذکر ہے۔جس کے مطابق قرآن کریم مذہب کی بنیاد پر ناانصافی کا مخالف ہے اور اختلاف عقیدہ کے باوجود مومنوں کو سختی سے عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔جیسا کہ فرمایا: وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ اعْدِلُوا۟ (مائدہ5:9)

ترجمہ:اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہر گز اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو۔تم انصاف کرو!

اس حکم کو نظرانداز کر کے یہ سوچ عام ہوئی ہے کہ احمدیوں پر قرآنی اور آئینی آزادیوں کا اطلاق کوئی ضروری نہیں اور جس کے تحت اس فیصلے میں قرآن اور آئین کے حوالوں پر ایک مولوی صاحب کو یہ تبصرہ کرنے کی جرات ہوئی کہ ’’جج صاحب! آپ یہ بھول گئے کہ یہ مقدمہ ایک قادیانی کا ہے۔‘‘

اور وائس آف امریکہ کی اردو ویب سائٹ پر ایک مضمون میں ایک وکیل صاحب کا یہ بیان درج ہوا:

’’سپریم کورٹ کے فیصلے میں ایک سقم یہ بھی ہے کہ عدالت نے فیصلے میں کہا کہ دین میں جبر نہیں ہے اور کسی بھی مذہب کو اپنے اعتقادات کی ترویج کی اجازت ہے۔لیکن اس بارے میں آئین کے آرٹیکل 20 کی تشریح اور ’’امتناع قادیانیت ایکٹ 1984‘‘ کے بارے میں سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بینچ کا فیصلہ موجود ہے۔‘‘

’’ان کے بقول سپریم کورٹ امتناع قادیانیت ایکٹ 1984 میں قرار دے چکی ہے کہ قادیانیوں کو اپنی چار دیواری کے اندر عبادت کرنے کا حق حاصل ہے لیکن انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ شعار اسلام کو اپناتے ہوئے اپنے مذہب کی ترویج کر سکیں۔اس صورتِ حال میں سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بینچ کا فیصلہ دو رکنی بینچ پر بائنڈنگ ہے اور اسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔‘‘

گو یا متذکرہ آئینی آرٹیکل، ایکٹ اور پانچ رکنی بینچ کا فیصلہ قرآنی اصول پر فائق ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

بنیادی فیصلہ طلب بات:

اب جبکہ اس معاملہ پر عدالت نظر ثانی کررہی ہے مناسب اور ضروری ہوگا کہ اس بنیادی امر کا فیصلہ بھی ہو جائے کہ ملک کا قانون اول قرآن کریم ہے اور اگر آئین کی کوئی شق قرآنی فیصلے' دین میں کوئی جبر نہیں' سے متصادم یا متجاوز ہے تو اس کی درستگی ہونی ضروری ہے۔ جیسے آئین کی دوسری ترمیم جو جبری طور پر کسی کے مسلمان ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرتی ہے۔ اور جو آنحضرت ﷺ کی سنت سے ثابت اس اصول کے بھی خلاف ہے کہ ایک شخص کا مذہب وہی ہے جس کا وہ خود اعلان کرتا ہے۔ دوسرے اگر مجموعہ تعزیرات کی کوئی دفعہ جو قرآن کے اس اصول اور اس اصول کے تحت بنے ہوئے ملکی آئین سے متصادم ہے تو اسے قلم زد کیا جانا چاہیئے جیسے دفعہ 295-C۔

فیصلے کی کچھ تفصیل:

اس فیصلہ سے متعلق چند امور درج ذیل ہیں۔

1۔ پس منظر: چھ دسمبر 2022 کو مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک عہدیدار کی مدعیت میں تھانہ چناب نگر میں ایک خاتون سمیت پانچ افراد کے خلاف ایک مقدمہ درج ہوا۔ ایف آئی آر میں مدعی کے مطابق سات مارچ 2019 کو مدرستہ الحفظ عائشہ اکیڈمی کی سالانہ تقریب کے دوران مبینہ طور پر تحریف شدہ قرآن کی تفسیر ''تفسیرِ صغیر'' 30 بچوں اور 32 بچیوں میں تقسیم کی گئی۔

مدعی کے مطابق ممنوعہ تفسیر کی تقسیم کا یہ عمل قرآن ایکٹ 2011ء کی دفعات 7 مع 9 اور تعزیراتِ پاکستان کے دفعات 295 بی اور 295 سی کی خلاف ورزی تھی۔ اور اپیل کی کہ تقریب کا اہتمام کرنے والے اور تحریف شدہ قرآن تقسیم کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی جائے۔

بعد میں پولیس نے سات جنوری 2023 کو مبارک احمد ثانی صاحب کو گرفتار کرلیا۔ جبکہ ایف آئی آر میں ان کا نام شامل نہیں تھا۔

چھ ماہ بعد 10 جون 2023ء کو ایڈیشنل سیشن جج اور گرفتاری کے گیارہ ماہ بعد 27 نومبر 2023ء کو لاہور ہائی کورٹ نے ملزم کی درخواست ضمانت مسترد کی۔ اس پر فرد جرم سے بعض الزامات کے حذف اور ضمانت کا یہ معاملہ سپریم کورٹ پہنچا۔ اور اعلیٰ عدالت نے چھ فروری 2024 کو فیصلہ سناتے ہوئے انہیں پانچ ہزار روپے کے مچلکوں کے عوض فوراً ضمانت پر رہا کرنے کا حکم جاری کیا۔

2۔ فیصلہ کے دو حصے: فیصلے میں عدالت نے درخواست گزار کی دونوں درخواستوں پر علیحدہ علیحدہ ذکر کیا ہے۔

پہلا۔ الزامات کا حذف: عدالت نے قرار دیا کہ کیونکہ پنجاب قرآن ایکٹ 2011ء میں ترمیمی قانون 2021 کے ذریعہ کسی ممنوعہ کتاب کی تقسیم/اشاعت کو جرم بنایا گیا تھا اور جیسا کہ ایف آئی آر میں لکھا ہے کہ کتاب کی تقسیم کا یہ واقعہ اس سے قبل 2019 کا ہے اس لئے درخواست گزار پر یہ فرد جرم عاید نہیں کی جاسکتی۔

جہاں تک دفعات 295-B اور 295-C کا تعلق ہے ایف آئی آر میں ایسا کچھ ذکر نہیں جس سے ان دفعات کے تحت جرائم تشکیل پاتے۔ چالان بھی اس کے متعلق خاموش ہے۔ ایڈیشنل سیشن جج لالیاں کی جانب سے عائد فرد جرم مجموعہ تعزیرات کی ان دفعات کے تحت جرائم کی حد تک فرد جرم ضابطہ فوجداری 1898ء کے انیسویں باب کے مطابق نہیں۔

اس لئے درخواست گزار کے خلاف فرد جرم سے پنجاب قرآن ایکٹ 2011 کی دفعہ 7 مع 9 اور مجموعہ ترزیرات کی دفعات 295-B

اور C-295 کو حذف کیا جاتا ہے۔

دوسرا۔ضمانت: عدالت نے قرار دیا کہ چونکہ درخواست گزار کے جرم کی زیادہ سے زیادہ سزا چھ ماہ ہے جو وہ پہلے ہی قید میں گزار چکا ہے اس لئے مزید قید آئین کی دفعات 9 اور 10A میں دیے گئے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔نیز آئین کی دفعہ 4 نے یہ طے کیا ہے کہ ہر شہری کو قانون کا تحفظ حاصل ہو اور اس سے قانون کے مطابق سلوک ہو۔درخواست گزار کے ساتھ قانون کے مطابق سلوک نہیں ہوا۔

اس لئے اپیل کو منظور کرتے ہوئے معترضہ حکم ناموں کو منسوخ کیا جاتا ہے اور یہ حکم دیا جاتا ہے کہ درخواست گزار کو پانچ ہزار روپے کے ذاتی مچلکے پر فوراً ضمانت پر رہا کیا جائے۔

3۔سپریم کورٹ کی وضاحت۔6 فروری کے فیصلہ کے کئی دنوں بعد اچانک سوشل میڈیا پر اس کے خلاف مہم شروع ہوئی اور چیف جسٹس کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا۔سپریم کورٹ نے اس کا نوٹس لیا اور ایک وضاحتی بیان جاری کیا۔اس اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ

الیکٹرانک، پرنٹ، سوشل میڈیا پر سپریم کورٹ کے ایک فیصلے کی غلط رپورٹنگ ہو رہی ہے، سپریم کورٹ کے فیصلے کی غلط رپورٹنگ کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں۔ایسا تاثر دیا جارہا ہے جیسے سپریم کورٹ نے دوسری آئینی ترمیم (مسلمان کی تعریف) سے انحراف کیا، ایسا تاثر دیا جارہا ہے جیسے سپریم کورٹ نے دوسری آئینی ترمیم (مسلمان کی تعریف) سے انحراف کیا۔یہ غلط تاثر دیا جارہا ہے کہ ''مذہب کے خلاف جرائم'' پر مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعات ختم کرنے کا کہا گیا۔مزید کہا گیا کہ کوئی سمجھتا ہے فیصلے میں کسی اسلامی اصول کی غلطی ہوئی تو اصلاح اہل علم کی ذمہ داری ہے، کوئی سمجھتا ہے آئینی و قانونی شق کی فیصلے میں غلطی ہوئی تو اصلاح اہل علم کی ذمہ داری ہے، تصحیح اور اصلاح کے لیے آئینی اور قانونی راستے موجود ہیں، چیف جسٹس اور سپریم کورٹ نے کسی کو نظر ثانی سے نہ پہلے روکا نہ اب روکیں گے، عدالتی فیصلوں پر مناسب اسلوب میں تنقید بھی کی جاسکتی ہے۔

4۔تنقید اور نکتہ چینی: اس کے باوجود اس فیصلہ پر نکتہ چینی جاری ہے۔یوٹیوب پر بہت سے عام افراد کے ساتھ تقی عثمانی صاحب، منیب الرحمان صاحب، ہشام الٰہی ظہیر صاحب، سینیٹر مشتاق احمد صاحب نے بھی بیانات دئے۔کہی گئی بیشتر باتوں میں سچ اور واقعہ کا خیال نہیں رکھا گیا۔چند مثالیں یہ کہا گیا کہ 2011 کے پنجاب ایکٹ میں بھی یہ جرم تھا اور اس کی سزا تین سال تھی۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل ایکٹ میں یہ سزا صرف ممنوعہ کتاب کے پرنٹر پبلشر کے لئے تھی۔جبکہ 2021ء میں ترمیم کے بعد اس کی تقسیم کو بھی جرم قرار دیا گیا۔خلاف واقعہ یہ کہا گیا کہ ایک قادیانی تفسیر صغیر مسلمانوں میں یا چناب نگر میں گھر گھر تقسیم کر رہا تھا۔آئین کا حصہ ہے۔C-298۔خلاف واقعہ یہ کہا گیا کہ دفعہ۔خلاف اصول یہ کہا گیا کہ آیات قرآنی اور آئین میں دی گئی مذہبی آزادی کے حوالے بغیر یہ دیکھے دیئے گئے کہ مقدمہ قادیانی کا ہے۔قانون کو بالائے طاق رکھ کر کہا گیا کہ تفسیر صغیر کو تلف کرنے کا کیوں فیصلہ نہیں کیا گیا۔۔قانون کی نفی کرتے ہوئے یہ کہا گیا کہ چاہئے تھا کہ چیف جسٹس 2021 کی قانونی ترمیم کا اطلاق ماقبل سے کرواتے۔خلاف مشاہدہ یہ کہا گیا کہ قادیانی مسلمانوں پر جبر کرتے ہیں۔

خلاف اصول اور ظلم کے ساتھ تفسیر صغیر کے ترجمہ اور تفسیر کے دوسرے رائج ترجموں سے فرق کو تحریف کا نام دیا گیا۔

5۔فیصلہ کے مثبت پہلو سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کی درج ذیل اصولی باتیں مثبت ہیں اور اگر انتظامیہ اور ماتحت عدلیہ آئندہ ان کا خیال رکھے تو یہ انصاف کی طرف ایک قدم ہوگا۔

عدالت نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ آئین کی دفعہ 12(1) نے قرار دیا ہے کہ کسی کو بھی کسی ایسے جرم کی سزا نہیں دی جاسکتی جسے کرتے وقت وہ کام کسی

قانون کے تحت جرم کی تعریف میں نہ ہو۔

عدالت نے لکھا کہ عقیدے سے متعلق مسائل سے نمٹتے وقت عدالتوں پر لازم ہے کہ بہت احتیاط سے کام لیں۔ اسلامی عقیدے کی بنیاد قرآن شریف پر ہے۔ سورۃ بقرہ آیت 256 میں قرار دیا گیا ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی زبردستی نہیں کی جا سکتی۔

عدالت نے فیصلے میں لکھا کہ دین کے معاملے میں جبر سے آخرت میں محاسبہ کے متعلق خدائی نظام کی بھی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ تک کو خالق نے یہ کہا تھا کہ ان کا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے اور وہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کریں گے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی سورۃ رعد 13:،4 اور سورۃ ہود 11:99 میں تصریح کی گئی ہے۔ عقیدے کی آزادی اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ہے لیکن افسوس ہے کہ دینی امور میں جذبات مشتعل ہو جاتے ہیں اور قرآنی فریضہ بھلا دیا جاتا ہے۔

فیصلے میں کہا گیا کہ قرآن کا تقاضا ہے کہ تمام اہم امور سے متعلق غور و فکر کیا جائے اور سوچا جائے (سورۃ نحل 16:44 اور سورۃ یونس 10:24)۔ اس مقدمہ سے وابستہ تمام افراد کو ایسا کرنا چاہیئے لیکن اس کیس سے وابستہ تمام افراد کا زور یہ ثابت کرنے پر تھا کہ قرآن کی بے حرمتی کی گئی اور اللہ کے آخری رسول کی توہین کی گئی ہے۔ انہیں سورۃ حجر کی آیت 9 (15:9) پر بھی غور کرنا چاہیئے جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ 'بے شک ہم نے ہی یاد دہانی نازل کی ہے اور بے شک ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'۔

عدالت کا کہنا تھا کہ قرآن کے اس اصول کو 'کہ دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے'، آئین میں ایک بنیادی حق کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ آئین کی دفعہ 20 کی شق (اے) طے کرتی ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل کرنے اور اسے بیان کرنے کا حق ہوگا۔ دفعہ 20 کی شق (بی) کہتی ہے کہ 'ہر مذہبی گروہ اور اس کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے قائم کرنے، ان کی دیکھ بھال اور ان کے انتظام کا حق ہوگا'۔ آئین کی دفعہ 22 یہ لازم اور مقرر کرتی ہے کہ 'کسی مذہبی گروہ یا فرقے کو کسی ایسے تعلیمی ادارہ میں جس کا انتظام کلی طور پر اس گروہ یا فرقے کے پاس ہو، اس گروہ یا فرقے کے طلبہ کو مذہبی تعلیم دینے سے نہیں روکا جائے گا'۔ آئین میں درج ان بنیادی حقوق سے انحراف یا گریز نہیں کیا جا سکتا'۔

فیصلے میں کہا گیا کہ اگر ریاست کے حکام صرف قرآن شریف پر عمل اور آئین پر غور کرتے اور قانون کا جائزہ لیتے تو مذکورہ بالا جرائم کے متعلق ایف آئی آر درج نہ کرائی جا سکتی۔ فیصلے میں کہا گیا ہے کہ ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مذہب کے خلاف جرائم سے نمٹتے ہوئے جذبات حقائق کی جگہ لے لیتے ہیں جیسا کہ لگتا ہے اس مقدمے میں بھی ہوا ہے اور نجی شکایت کنندگان ریاست کی جگہ آ جاتے ہیں اگرچہ ان جرائم کی نوعیت ایسی ہے کہ یہ کسی فرد یا نجی جائیداد کے خلاف نہیں ہیں۔

مذہبی آزادی کے قرآنی احکام:

اوپر مذکور دین میں جبر نہ ہونے کی بنیادی تعلیم اور غیروں سے بھی انصاف کرنے کے حکم کے ساتھ ساتھ قرآن کریم مذہبی آزادی، رواداری اور اختلاف عقیدہ کے باوجود باہم اچھے معاشرتی تعلقات کے درج ذیل روشن تعلیم بھی دیتا ہے:

1۔ ہر شخص کو آزادی ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے اور جس کا چاہے انکار کرے:

چونکہ دین میں جبر نہیں اس لئے قرآنِ کریم یہ آزادی دیتا ہے کہ ہر شخص جو مذہب چاہے اختیار کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ (کہف 18:3)

ترجمہ: جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے انکار کر دے۔

2۔ دین حق سے ارتداد پر دنیا میں کوئی مواخذہ نہیں:

اسی آزادی کے تحت قرآن مرتد کی کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں کرتا اور یہی فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص دین حق قبول کرتا ہے اور پھر اس سے ارتداد کر لیتا ہے بلکہ بار بار اس عمل کو دہراتا ہے تب بھی ایسے لوگ اس جرم کی سزا آخرت میں پائیں گے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

إِنَّ ٱلَّذِينَ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ آمَنُواْ ثُمَّ كَفَرُواْ ثُمَّ ٱزْدَادُواْ كُفْراً لَّمْ يَكُنِ ٱللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ (نساء 4:138)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے انکار کر دیا پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا پھر کفر میں (اور بھی) بڑھ گئے۔ اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔

3۔ مذہبی پیشواؤں کی حرمت کے قیام کا سنہری اصول:

ہر مذہب کو ماننے والے اپنے پیشواؤں کو قابل احترام گردانتے ہیں۔ قرآن کریم مومنوں کو یہ تعلیم دے کر کہ ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے ہیں ان سب کے احترام کو قائم کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد 13:8) ترجمہ: اور ہر ایک قوم کیلئے ایک ہادی ہے۔

4۔ دوسروں کے مقدسین کو برا کہنے کی ممانعت:

عدم احترام کے نتیجہ میں پیدا ہو سکنے والے فساد کو روکنے کے لئے قرآن مومنوں کو انہیں بھی برا کہنے سے روکتا ہے جنہیں مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ یہ قرآنی حکم اس طرح ہے:

وَلاَ تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّواْ ٱللَّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ (انعام 6:109)

ترجمہ: اور تم انہیں جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں گالیاں نہ دو۔ ورنہ تو وہ دشمن ہو کر جہالت کے سبب اللہ کو گالیاں دیں گے۔

5۔ اختلاف مذہب کے باوجود مشترک عقائد کی بنیاد پر تعاون کی تعلیم:

اختلاف مذہب کے باوجود قرآن کریم افراد اور اقوام کے باہم تعاون کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور اس کے لئے یہ روشن اصول مقرر کرتا ہے کہ مشترک باتوں کو اہمیت دے کر اس تعاون کو فروغ دیا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

قُلْ يَاأَهْلَ ٱلْكِتَابِ تَعَالَوْاْ إِلَىٰ كَلَمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ (آل عمران 3:65)

ترجمہ: تو کہہ دے اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

6۔ بلا امتیاز تعاون برائے قیام امن:

قرآن کریم اختلاف عقیدہ کو باہم تعاون اور خاص طور پر قیام امن کی راہ میں روک بنانے سے منع فرماتا ہے اور اس بارے میں مومنوں کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ:

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ ٱلْمُشْرِكِينَ ٱسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ (توبہ 9:6) ترجمہ: اور مشرکوں میں سے اگر کوئی تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے۔

7۔ غیروں کی خوبیوں کا کھلا اعتراف:

اختلاف عقیدہ کے باوجود دوسروں کی خوبیوں کا برملا اعتراف قرآن کریم کی ایک اور روشن تعلیم ہے۔ چنانچہ عملاً مخالف اہل کتاب میں پائی جانے والی

ایک خوبی قرآن کریم نے ہمیشہ کے لئے یوں محفوظ فرمائی:

وَمِنْ أَهْلِ ٱلْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ (آل عمران3:76)

ترجمہ: ان اہل کتاب میں سے بعض ایسے ہیں کہ ان کے پاس ڈھیروں ڈھیر مال بھی بطور امانت رکھ دوتو وہ تمہیں واپس کر دیں گے۔

8۔غیروں سے حسن سلوک کی تعلیم:

مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے مابین پر امن اور خوشگوار تعلقات کے قیام کے لئے مندرجہ بالا اصولوں کے ساتھ قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو امن پسند غیروں سے حسن سلوک، منصفانہ برتاؤ اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔اس اعلیٰ تعلیم کے الفاظ ہیں:

لَّا يَنْهَاكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي ٱلدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓاْ إِلَيْهِمْ (ممتحنہ60:9)

ترجمہ: جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور نہ تمہیں بے وطن کیا، ان کے ساتھ احسان کرنے اور انصاف کے ساتھ برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا۔

مذہبی رواداری کی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اس روشن تعلیم پر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح عمل کر کے دکھایا اس کے بیسیوں واقعات موجود ہیں۔بطور مثال ایک پہلو یہ ہے:

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی مسجد کو غیر مسلموں کے لئے کھلا رکھنا تھا۔جیسا کہ درج ذیل دو واقعات سے ظاہر ہے:

i۔**نجران کے عیسائی:** فتح مکہ کے بعد دس ہجری میں نجران کے عیسائیوں کا 60 افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ آیا۔دوران گفتگو ان کی نماز کا وقت آ گیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مسجد میں اپنے طریق کے مطابق عبادت کی اجازت دی۔چنانچہ عیسائیوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مشرق کی طرف منہ کر کے عبادت کی۔(زرقانی جلد 2 صفحہ نمبر 135)

ii۔**طائف کا مشرک سردار:** فتح مکہ کے بعد طائف سے بنو ثقیف کے مشرکین کا ایک وفد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔اس کی سربراہی عبد یالیل نامی وہی سردار کر رہا تھا۔جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر طائف کے دوران آپ کو انتہائی دکھ دیا تھا۔اس وفد کے قیام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں خیمے نصب کروائے۔بعض صحابہ نے یہ بھی کہا کہ:

آپ ان کو مسجد میں ٹھہراتے ہیں حالانکہ وہ مشرک ہیں اور مشرک نجس ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ”یہ ارشاد الٰہی دلوں کی گندگی کے لئے ہے اور شرک کی نجاست خدا کی زمین کو ناپاک نہیں کر سکتی۔“

(احکام القرآن جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 109 بحوالہ اسلام اور غیر مسلم رعایا از ملک سیف الرحمن صاحب صفحہ 23)

حرف آخر:

حکومت، انتظامیہ، عدلیہ اور میڈیا کی مسلسل اس رخ پر ایسی مثبت کوششوں سے ہی کسی وقت یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ عوام الناس میں یہ احساس پیدا ہو کہ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اظہار ناانصافیاں، حق تلفیاں، گالم گلوچ، ظلم اور زیادتیاں نہیں بلکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنا ہے۔اور تب ہی ملک میں نفرتوں اور دشمنیوں کے اندھیرے چھٹ کر امن و آشتی اور بھائی چارہ کا چلن ہوگا۔

اگر پاکستان کی سرکاری مسلمانیت یہی ہے تو۔۔۔۔

نقل کفر، کفر نہ باشد۔حافظ مبارک احمد ثانی صاحب کے 13 ماہ ناحق جیل میں سزا کاٹنے اور سپریم کورٹ سے جا کر ضمانت ملنے پر سیخ پا ہونے والے علمائے کرام مفتی تقی عثمانی، مفتی منیب الرحمٰن، ہشام الٰہی ظہیر، سینیٹر مشتاق احمد اور انجنیئر محمد علی مرزا صاحبان وران کی خفگی کے پس منظر میں لکھی جانے والی تصویری زبان کی ایک سبق آموز کہانی

تحریر سبکتگین بٹالوی

''یا شیخ العصر! آپ کے اسلام کو دس ہزار سلام! آپ کے اسلام سے ہمارا کفر اچھا ہے۔''

ماضی قریب میں دیوبندی دنیا کے دو بڑے مولویان کرام کا جھگڑا ہو گیا۔وجہ علمی ہر گز نہیں تھی۔بات توں توں میں میں تک آئی اور پھر ایک دوسرے پر سنگین خیانتوں، بدعہدیوں اور بددیانتیوں کے الزامات تک پھیل گئی۔دیکھا دیکھی دیگر علماء بھی ایک دوسرے کا ساتھ دینے لگ گئے اور یوں دیوبندی دنیا دو بڑے دھڑوں میں تقسیم ہو گئی۔جی ہاں اس ''مذہبی جنگ پلاسی'' کے روح رواں جناب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے والد گرامی جناب مفتی محمود صاحب اور مولانا آغا شورش کاشمیری صاحب مدیر چٹان ہی قرار پائے تھے۔رنجشیں بڑھتی گئیں اور بات عقائد تک سے جا ٹکرائی۔ایسے میں جناب شورش کاشمیری صاحب نے مفتی محمود صاحب اور ان کے ہمنوا باقی جمعیت علمائے اسلام کے لیڈران کو غدار وطن، وطن فروش، فتویٰ فروش اور مالی بددیانت جیسے" خطابات" سے ذرہ نوازی کرنے پر بس نہیں کیا بلکہ ان کے جلسے کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا

"کہ ہم نے یہ زبان اُن لوگوں سے بھی نہیں سنی جو دوزخ کا ایندھن ہیں۔ہم ایسے گنہگاران کے ساتھ بہشت میں رہنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے۔اور اگر اسلام وہ ہے جو جمیعت کے آخری اجلاس میں حضرت مولانا اور اُن کے ارشد تلامذہ نے پیش کیا ہے، اے اللہ ہمیں ان کے اسلام سے محروم کر دے آمین ثم آمین''(چٹان 6 جولائی 1970 ص 8)

مزید فرمایا'' اگر یہ دیوبندی عالم دین مسلمان ہے تو میں کافر ہی اچھا'' اگر اسلام کی نمائندگی آپ کرتے ہیں اور آپ ہی کے کردار و گفتار کا نام اسلام ہے تو ہم نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔یا شیخ العصر! آپ کے اسلام کو دس ہزار سلام! آپ کے اسلام سے ہمارا کفر اچھا ہے۔'') چٹان 9 جون 1970 ص 5)

ہماری لاش اٹھا کر بازار میں کتوں کے آگے پھینک دینا مگر ان سے جنازہ نہ پڑھوانا

جب ان کی مسلمانیت سے ایمان اُٹھ گیا تو اپنے جنازہ کے بارہ میں درج ذیل وصیت لکھ کر شائع کر دی

'''' ہم اپنے رب سے ہر صبح یہی دعا کرتے ہیں کہ اے پرودگار عالم منبر رسالت کے ان وارثوں سے محفوظ رکھنا۔ہم میں ان کے احسان لینے کا برتا نہیں رہا۔ان کے ہاتھ کا پانی ہمارے لئے حرام کر دے اور اگر ان کی نگہ لطف سے زندگی بڑھتی ہو تو گھٹا دے۔ان سے عزت ملتی ہو تو ذلت اچھی۔مر جاؤں اور کوئی مسلمان جنازہ پڑھانے والا نہ ملے تو ان سے جنازہ پڑھوانا ایسا ہی ہے جیسا کسی مسلمان کی لاش کو چتا پر رکھا جائے۔ان کو جنازہ پر شریک

کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ لاش اٹھا کر بازار میں پھینک دی جائے۔جسم کتے کھا جائیں۔نہ ہم ان کے نہ وہ ہمارے۔تجربے ہمیشہ نہیں کئے جاتے زندگی میں ایک ہی دفعہ ہوتے ہیں۔‘‘(چٹان۔8فروری1971)

یہ بات مجھے محترم مبارک احمد ثانی صاحب کی 13 ماہ جیل میں گزارنے کے بعد ضمانت ملنے پر بڑے بڑے دانشوران کی چیخ وپکار سن کر یاد آ گئی۔ جناب مبارک صاحب کا مفوضہ گناہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے مدرسے کی تقریب میں۔اپنے بچوں کو انعام کے طور پر۔اپنی جماعت کا ترجمے والا قرآن تحفے کے طور پر دیا۔اور یہ سارا واقعہ مدرسۃ الحفظ عائشہ اکیڈمی کی چاردیواری کے اندر 7مارچ 2019میں وقوع پذیر ہوا جس میں 30بچوں اور 32 بچیوں کو سالانہ تقریب میں قرآن کریم حفظ کرنے پر انعام کے طور پر سند کے ساتھ ساتھ قرآن کریم کی ایک ایک کاپی بھی دی گئی۔جس کی اطلاع 3 سال بعد ایک اخباری رپورٹ سے جناب مولانا طاہر اشرفی صاحب کے بھائی معاویہ صاحب کو ہوئی اور یوں انہوں نے تھانے جا کر 6دسمبر 2022 کو ایک خاتون سمیت 5 افراد پر ایف آئی آر درج کروا دی۔اور پہلی اطلاع میں ملزمان نامعلوم کے خلاف وقوعہ درج کیا گیا بعد میں جناب مبارک صاحب کا نام ڈال دیا گیا۔خیر خدا کرے کیس کی تفصیل چھوڑتے ہیں۔وہ اخبارات میں آپ پڑھ چکے ہونگے۔

خیر 13 ماہ کے بعد ضمانت ملی تو تمام علمائے کرام ایک دم سے حجروں سے باہر تشریف لے آئے۔سب یک زبان تھے کہ چیف جسٹس صاحب نے اپنے فیصلہ میں قرآن کریم کی بعض آیات بھی درج کیں کہ جن میں حکم ہے کہ کسی کی دشمنی تمہیں ناانصافی پر آمادہ نہ کرے لیکن مولوی صاحبان فرمارہے تھے کہ چیف جسٹس صاحب ’’یہ کیوں بھول گئے کہ یہ مقدمہ ایک قادیانی کا ہے‘‘اور ایسا ہی بیان بعض وکلاء نے وائس آف امریکہ کو انٹرویو دیتے ہوئے فرمایا۔بعض مولوی حضرات جنہوں نے شائد کبھی ربوہ کا شہر دیکھا بھی نہیں،جنہیں نہ اس کی لمبائی چوڑائی کا کچھ اندازہ ہے نہ ہی جنہیں پتہ ہے کہ اس میں احمدی آبادی کتنی ہے اور غیر احمدی کتنی اور نہ انہوں نے اس مقدمہ کی ایف آئی آر پڑھی ہے،فرمارہے تھے قادیانی تحریف شدہ قرآن ربوہ میں مسلمانوں میں تقسیم کررہے تھے بلکہ انجنیئر محمد علی مرزا صاحب تو اپنی تحقیقی دھن میں زیادہ ’’گہرائی‘‘ میں چلے گئے فرمارہے تھے کہ تحریف شدہ قرآن کی 1500 کاپی ربوہ میں جو احمدیوں نے غیر احمدیوں میں تقسیم کی اور وہ اپنی مساجد میں جمع کروا گئے سامنے آئی ہیں۔

خیر مولوی صاحبان ہوں اور حق سچ کا خون نہ ہو یہ تو ممکن ہی نہیں ہم اس زاوئیے کو چھیڑتے ہی نہیں کہنا یہ ہے کہ مبارک ثانی صاحب نے اپنی چاردیواری میں اپنے بچوں کو اپنا ترجمہ قرآن پیش کیا تو جیل کے حق دار ٹھہرے مگران سرکاری،سچے،پکے اور اصلی مسلمانوں کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ ہم صرف دوران ماہ کسی چاردیواری کے اندر نہیں،علی الاعلان بیان کئے گئے خطابات پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں،یہ اعلان سنئے۔۔یہ پکے اور سرکاری مسلمان صاحبان کیا کیا فرمارہے ہیں



۞ مسلمان کی بجائے ’’بکری اور عمری‘‘ استغفراللہ

۞ ’’خلیفہ عمر کا قرآن کے متعلق فراڈ‘‘ استغفراللہ۔مفتی تقی عثمانی صاحب چلے گا کیا؟ قبول ہے؟ بکری و عمری؟ فراڈ قرآن؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ



۞)مبارک ثانی صاحب کا جماعت احمدیہ کا ترجمہ تو ہو گیا تحریف قرآن۔تو یہ سامنے موجود سرکاری مسلم سکالر صاحب جو اعلان کر رہے ہیں یہ والا قرآن کریم قبول ہے؟ چلے گا؟ کوئی غصہ کوئی گلہ،کوئی پریشانی،کوئی ایمان کو خطرہ،کوئی یہودی سازش؟ کچھ بھی نہیں تو پھر’’امت سے فراڈ ابوبکر عمر نے کیا











علی کا قرآن چھوڑ کر زید بن ثابت کا قرآن'' منظور ہے؟ ہضم ہے؟ وہ کیا کہتے ہیں اس موقعہ پر۔۔۔

۞) مبارک ثانی صاحب کا ترجمہ قرآن تو توہین اسلام ہوگئی ۔ پوچھنا یہ تھا یہ سامنے سرکاری مسلمان جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ خلفائے راشدین المہدین کو ''دو بڑے بت'' کہہ رہا ہے قبول ہے؟ چلے گا؟ کوئی پیٹ درد؟ کوئی پریشانی؟ کوئی ایمان کو مسئلہ؟ نہیں؟۔۔۔ یقیناً نہیں کیونکہ یہ ہر گھر میں، ہر پاکستانی کے ہاتھ میں یوٹیوب پر موجود روز مرہ کے بیانات ہیں۔ کوئی پرچہ نہیں۔ کوئی جلوس نہیں۔ کوئی ایمان کو خطرہ نہیں۔ کسی کی رات کی نیندیں حرام نہیں ۔ اگر یہ سب کچھ آپ سرکاری مسلمانوں کو قبول ہے تو میں پھر آغا شورش کاشمیری صاحب کی زبان میں کیا کہوں؟ خود بتائیں اور اپنی اداؤں پر غور کریں۔







۞)''جمعہ کی نماز پڑھنے والوں پر خدا کی لعنت ۞) سچے عاشق رسول ہو تو پہلا توہین رسالت کا پرچہ حضرت عمر پر کاٹو۞) جناب مسلم سکالر صاحب فرما رہے ہیں کہ صحابہ نے جھوٹا قرآن بنانے کی کوشش میں اصلی قرآن ضائع کر دیا۔ سرکار ہم ترجمہ بھی کر لیں تو تحریف ٹھہرے اور جیلیں اور کال کوٹھڑیاں نصیب میں آئیں ۔ گستاخ قرآن اور گستاخ رسول قرار دے کر کسی چھرے والے کی تیز دار کا













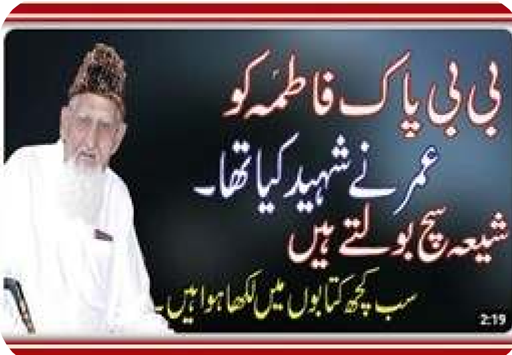




نشانہ بنیں ۔زندگی چھین لی جائے اورلعن طعن گلے کا طوق بن جائے اور خود اپنے گھر ”جھوٹا قرآن بنانے کی کوشش“ اور ”قرآن ضائع“ یہ کیا؟ سرکار کچھ تو اپنی مسلمانی پر غور کیجئے؟



۞) سرکاری پاکستانی مسلم سکالرفرما رہے ہیں نعوذ باللہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان ہی ثابت نہیں ،اسلام ہی ثابت نہیں ،انہیں خلیفہ راشد ماننا جہالت ہے“



۞) پھر مزید ارشاد فرماتے ہیں ”سنی بھائیو ہوش کرو کس بے حیا دین پر تم عمل کر رہے ہو“

انا للہ وانا الیہ راجعون



۞) آج کی تاریخ فروری مارچ 2024 میں سرکاری مسلم سکالرز کے ارشادات کا علانیہ خلاصہ یہ ہے کہ *فراڈی عمری بکری *فراڈ قرآن *امت سے فراڈ ابوبکر عمر نے کیا *علی کا قرآن چھوڑ کر زید بن ثابت کا قرآن لے لیا *ابوبکر عمر دو برے بت تھے *جمعہ کی نماز پڑھنے والوں پر خدا کی لعنت *سچے عاشق رسول ہو تو پہلا پرچہ حضرت عمر پر کاٹو *جھوٹا قرآن بناتے بناتے اصلی قرآن ضائع کر دیا *عمری مذہب شیعہ کے ہاتھوں ذلیل *سنی خلفائے اسلام کا اسلام ثابت نہیں ۔انہیں خلیفہ ماننا جہالت ہے *سنی بھائیو! ہوش کرو یہ کس بے حیا دین پر عمل کر رہے ہو *بی بی فاطمہ کو عمر نے شہید









کیا*غنڈے اور بدمعاش صحابہ''انا للہ و انا الیہ راجعون

حافظ مبارک احمد ثانی صاحب کے 13 ماہ ناحق جیل میں سزا کاٹنے اور سپریم کورٹ سے جا کر ضمانت ملنے پر سیخ پا ہونے والے علمائے کرام مفتی تقی عثانی، مفتی منیب الرحمٰن، ہشام الٰہی ظہیر، سینیٹر مشتاق احمد اور انجنیئر محمد علی مرزا صاحب! ترجمہ قرآن تو ہوگئی تحریف قرآن مگر یہ ''فراڈ قرآن''، اور''علی والا قرآن'' اور'' زید بن ثابت والا قرآن'' اور'' ضائع قرآن'' یہ کس غیرت مند مسلمان کی اصطلاحیں ہیں؟ اور یہ کس پستی کے پسندیدہ ہونے کے اشارے ہیں؟



ہم احمدی جناب شورش کاشمیری صاحب کی طرح یہ تو نہیں کہتے کہ''فرمایا''اگر یہ دیوبندی عالم دین مسلمان ہے تو میں کافر ہی اچھا''اگر اسلام کی نمائندگی آپ کرتے ہیں اور آپ ہی کے کردار و گفتار کا نام اسلام ہے تو ہم نہایت ادب کے ساتھ یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ یا شیخ العصر! آپ کے اسلام کو دس ہزار سلام! آپ کے اسلام سے ہمارا کفر اچھا ہے۔''(چٹان 9 جون 1975 ص 5) بلکہ ہم تو آج بھی آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ کچھ لمحے کے لئے ہی صحیح غور کرو کہ کیوں ہر چڑھتے دن کے ساتھ نفاق اور پستی کی دلدل گہری ہوتی جا رہی ہے کچھ تو سوچو۔



حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ لوگوں کو جھنجھوڑتے ہوئے فرماتے ہیں۔

۞''کیا نہیں دیکھتے کہ کیسے وہ وقتاً فوقتاً لاجواب کئے جاتے ہیں اور ہر ایک سال باوجود متکبرانہ رقص کے ذلیل کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے بادل بغیر پانی کے نکلے۔ اور ان کے برگزیدہ لئیم ثابت ہوئے۔ اور ان کی روشنی اندھیرا اور ان کے دل بے عقل اور بے ادب ثابت ہو گئے۔ پس کس نشان پر اس کے بعد ایمان لائیں گے۔ کیا میرے خدا نے مجھے اس محل پر نہیں اتارا جو مراد یابی کا محل ہے۔ اور مجھے بیقراریوں کی آگ سے خوشی کی آسائش تک پہنچایا اور میری تائید کی اور میری مدد کی۔ اور ہر ایک جو میری ذلت چاہتا تھا اس کو ذلیل کیا اور مجھے عید دکھلائی اور وعدوں کو پورا کیا۔ اور ہر ایک آنکھ کھولنے والے کے لئے فتح کو دکھلا دیا۔



۞اور کیوں کر اور کہاں کے قصہ کو لپیٹ دیا اور منکروں پر حجت پوری کر دی۔ پس اس خدا کی تعریف ہے کہ بغیر میری تدبیر کے میرے لئے کافی ہو گیا۔ اور مجھ میں اور میرے مخالفوں اور دوستوں اور دشمنوں میں ایک امر فارق پیدا کر دیا۔ اور تم لوگ نصیحت کی طرف کان نہیں دھرتے تھے۔ اور نصائح کو یاد نہیں رکھتے تھے بلکہ غصہ دینے والے لفظوں کے ساتھ یاد کرتے تھے۔ پس خدا تعالیٰ نے نشانوں کے ساتھ تمہارے سر کو کوفتہ کیا۔ اور اس کی حجت جھنڈوں کے ساتھ تمہارے پاس آئی۔ اور خدا نے زجر اور غضب کے ساتھ تمہیں ادب دیا ہے تا تم اس ادب پر قائم ہو جاؤ۔ پس تم تیز گھوڑوں کی طرح سرکشی مت کرو اور خدا تعالیٰ کے فعل میں غور کرو تا تم رشیدوں کی طرح بچ جاؤ۔

۞۔تمہیں کیا ہوا کہ حق اور صواب کے کلمے تم پر گراں گذرتے ہیں اور یقین سے شک کی طرف جاتے ہو۔

۞۔اور مجرموں کی راہ نہیں چھوڑتے اور ان نشانوں کی طرف نظر کرو جن کو تم دیکھ چکے ہو۔

۞۔اور ان خوارق کی طرف جن کو تم مشاہدہ کر چکے ہو۔کیا یہ انسانی فریبوں سے ہے یا خدا کی طاقت سے؟

۞۔اور میں تمہیں قسم دیتا ہوں پس گواہی دو اگر منصف ہو۔اور وہ شخص جو تقویٰ میں سے کچھ حصہ دیا گیا ہے اگر چہ گٹھلی کے چھلکے کے موافق دیا گیا ہو پس وہ کبھی گواہی کو پوشیدہ نہیں کرے گا۔ ۞۔مگر وہ شخص جو ہوا وہوس کا پیرو ہوا اور خدا سے نہ ڈرا اور نہ تواضع کی نہ حیا کیا۔پس چاہیئے کہ جو قصد کیا وہ ظاہر کرے اور چاہیئے کہ خدا سے اور اس کی بخشش سے منکر ہو جائے۔اور اس کی نصرت اور عدوی سے یعنی مدد سے انکار کرے۔پس عنقریب دیکھے گا کہ کیا اس کا مکر اس کو نفع دیتا ہے یا مرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔

۞۔اے لوگو! خدا کی اور خدا کے نشانوں کی تحقیر مت کرو اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو۔اور اس کے سامنے اپنے گناہ کے خوف سے فروتنی کرو۔

۞۔کیا تمہیں اس قوم کا انجام بھول گیا جنہوں نے تم سے پہلے تکذیب کی۔یا خدائے سزا دہندہ کی کتابوں میں تمہیں بَری رکھا گیا ہے۔پس اپنے بد خطرات سے خدا تعالیٰ کی طرف پناہ لے جاؤ اگر ڈرنے والے ہو۔

۞۔ایک ایک ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔اور عداوت کرنیوالوں سے پرہیز کرو پھر فکر کرو کہ کیا تمہیں وہ ثبوت نہیں دیئے گئے جو تم سے پہلے کافروں کو دیئے گئے۔اور کیا تمہارے پاس نشان نہیں آئے۔کیا تم خدا کی تحقیر کرنے سے حقیر اور ذلیل نہیں ہو چکے۔

۞۔کیا تمہارے یہ تمام قرض قرضداروں کی طرح ادا نہیں کئے گئے۔پس اس منعم حقیقی کی قسم ہے جس نے مجھے اس محل میں وارد کیا۔اور میری تصدیق کے لئے باندھا اور کھولا اور مجھے اولاد دی۔اور میرے لئے دشمنوں کو ہلاک کیا۔اور اپنے نشانوں میں ایجاد اور اعدام کو دکھلایا۔اور مذاہب کے جلسہ میں پیدا کرنے کا نشان دکھلایا۔

۞۔اور گوسالہ مقتول میں مارنے کا نشان دکھلایا۔اور قولی نشان اور فعلی نشان دیکھنے والوں کے لئے دکھلایا۔

۞۔اور خدا تعالیٰ نے کسوف اور خسوف تم کو رمضان میں دکھلایا۔اور میری بلاغت کے ساتھ تم کو ملزم کیا۔

۞۔اور مجھ کو قرآن سکھلایا۔پس تم چپ ہو گئے بلکہ باوجود عناد کے مر گئے۔اور تم رسوا کئے گئے۔اور تمہاری بزرگی کی سرد بازاری ہو گئی۔

۞۔ پس زیاں کاروں کی طرح تم نے صبح کی۔یہ سچ ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے مت ہو۔

۞۔اے لوگو! میں ربّ قدیر کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں۔پس کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو اس غیور کبیر سے خوف کرے؟'' یا غفلت کے ساتھ ہم سے گذر جاؤ گے۔اور تم نے اپنے مکروں کو انتہا تک پہنچا دیا۔

۞۔اور شکاریوں کی طرح حیلہ بازی میں بڑی دیر لگائی۔پس کیا تم نے بجز خذلان اور محرومی کے کچھ اور بھی دیکھا۔اور کیا تم نے وہ امر پایا جس کو ڈھونڈا بغیر اس کے کہ ایمان کو ضائع کرو۔پس اے مسلمانوں کی اولاد خدا سے ڈرو۔

۞۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے کیسے میری بات کو پورا کیا اور اپنی بخشش میرے لئے بہت دکھلائی۔پس تمہیں کیا ہو گیا کہ خدا کے نشانوں کی طرف منہ نہیں کرتے۔اور میرے لئے ملامت کے تیر پیکان پر رکھتے ہو۔کیا تم نے اپنے زعم کا بطلان نہیں دیکھا۔اور اپنے وہم کی خطا تم پر ظاہر نہیں ہوئی۔ پس

اس کے بعد مذمت کے لئے کھڑے مت ہو۔✡۔اور بعد آزمائش کے جھوٹ کومت تراشواور زبانوں کو بند کرو اگر تم متقی ہو اس آدمی کی طرح توبہ کرو جو شرمندہ ہوتا ہے۔ اور اپنے انجام اور بد عاقبت سے ڈرتا ہے۔ ✡۔اور خدا توبہ کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔اور مجھے اس روز سے جو میرا قدم مبارک کیا گیا۔

✡۔اور میری قلم اور زبان کو مدد دی گئی ۔ ✡۔اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے عناد کو اپنا طریقہ پکڑا ہے اور ناپاک کلموں کو غذا ٹھہرایا ہے عنقریب وہ ناکام رہیں گے۔اور مغلوب کئے جائیں گے۔اور رد کئے جائیں گے ۔ اور اپنی مراد کو نہیں پائیں گے اور مدد نہیں دیئے جائیں گے ۔اور ان کا شعلہ انہیں کو جلائے گا۔اور معدوم کئے جائیں گے۔ ✡۔مگر وہ جو سعید ہیں وہ گمراہی کے بعد ہدایت یاب کئے جائیں گے اور وبال سے پہلے خدا کا رحم ان کو سنبھال لے گا۔ پس انا اللہ کہہ کر جاگ اٹھیں گے۔اور کینے اور جھگڑے چھوڑ دیں گے۔

✡۔اور سجدہ کرتے ہوئے ٹھوڑیوں پر گریں گے۔خدایا ہمیں بخش کہ ہم خطا پر تھے پس خدا ان کو بخش دے گا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔✡۔پس اس وقت تمام باتیں الٹ جائیں گی۔اور خدا نظر کرنے والوں کے لئے ظاہر ہو جائے گا اور تو لوگوں کو دیکھے گا کہ فوج درفوج ہمارے پاس آتے ہیں۔اور تو رحمت کو دیکھے گا کہ موجزن ہو رہی ہے اور صدق اور عدل سے ہمارے رب کا کلمہ پورا ہو جائے گا اور تو اسے دیکھے گا کہ کس طرح چراغ کو روشن کرتا ہے۔

✡۔پس اس وقت خدا کے دن چمکیں گے اور مفسدوں کے فتنے فنا کئے جائیں گے اور اتمام حجت سے امر پورا کیا جائے گا اور بجز اسلام ہر یک ملّت ہلاک ہو جائے گی۔اور تو جھوٹوں کے منہ پر غبار پائے گا۔پس تمہیں کیا ہو گیا اور کب تک تم تکذیب کرو گے۔کیا اس الٰہی سلسلہ سے تمہارا یہی حصہ ہے کہ تم تکفیر کرو۔‘‘(حجۃ اللہ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 190 تا 193)



آؤ بلبل کہ مل کے نالہ کریں

کلام قمر الانبیاء

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ

مالِ دل دے دیا فقیر ہوئے
اس فقیری میں ہم اسیر ہوئے

جب سے دیکھا ہے روئے یارِ ازل
بُت میری آنکھ میں حقیر ہوئے

ان نگاہوں نے کردیا گھائل
جگرودل کے پار تیر ہوئے

زاہدو تم سے دل ملے کیونکر
تم ہو آزاد ہم اسیر ہوئے

دل غنی ہے متاعِ دنیا سے
جب سے اس در کے ہم فقیر ہوئے

آؤ بلبل کہ مل کے نالہ کریں
ہوگیا عرصہ ہم صفیر ہوئے

دل میں کیا جانے کیا خیال آیا
آج نغمہ سرا بشیؔر ہوئے

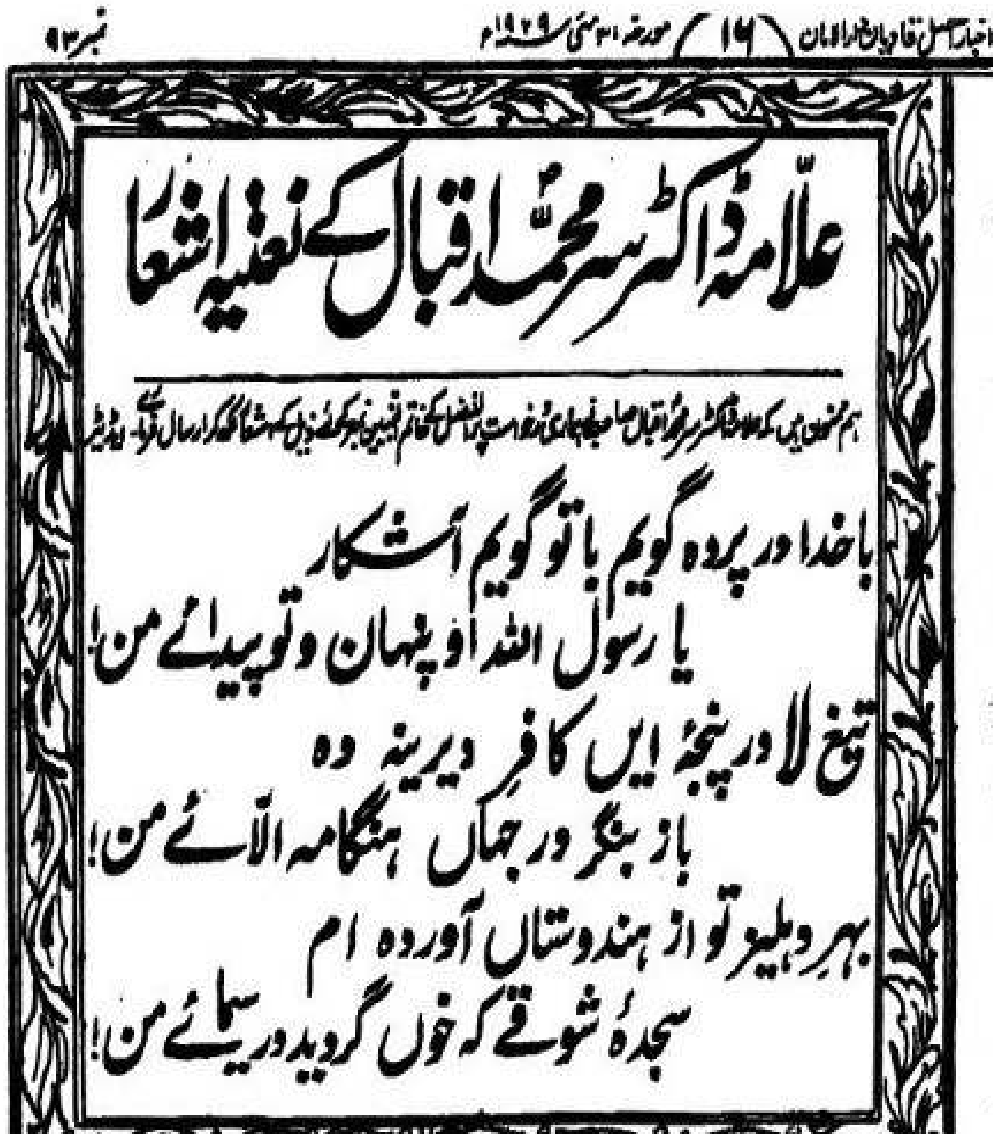
(کلامِ بشیر ایڈیشن 1963ء صفحہ 8۔19209ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دعا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے نام مکتوب میں اس دعا کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں

’’اے رب العالمین! تیرے احسانوں کا میں شکر نہیں کر سکتا۔ تو نہایت ہی رحیم و کریم ہے اور تیرے بے غایت مجھ پر احسان ہیں۔ میرے گناہ بخش تا میں ہلاک نہ ہو جاؤں۔ میرے دل میں اپنی خاص محبت ڈال تا مجھے زندگی حاصل ہو اور میری پردہ پوشی فرما اور مجھ سے ایسے عمل کرا جن سے تو راضی ہو جائے۔ مَیں تیری وَجہِ کریم کے ساتھ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ تیرا غضب مجھ پر وارد ہو۔ رحم فرما اور دنیا اور آخرت کی بلاؤں سے مجھے بچا کہ ہر ایک فضل و کرم تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ آمین ثم آمین‘‘

(الحکم 21؍فروری 1898ء جلد نمبر 2 نمبر 1۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ 103)



اخبار الفضل قادیان دارالامان 16 مورخہ 31 مئی 1929ء		نمبر 93

علامہ ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال کے نعتیہ اشعار

ہم ممنون ہیں کہ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب نے ہماری درخواست پر الفضل کے خاتم النبیین نمبر کے لئے ذیل کے اشعار لکھ کر ارسال فرمائے۔ ایڈیٹر

با خدا در پردہ گویم با تو گویم آشکار
یا رسول اللہ او پنہان و تو پیدائے من!
تیغ لا در پنجۂ ایں کافر دیرینہ دہ
باز بنگر در جہاں ہنگامہ الّائے من!
بہرِ دہلیزِ تو از ہندوستاں آوردہ ام
سجدۂ شوقے کہ خوں گردید در سیمائے من!

اخبار الفضل قادیان جلد 16 نمبر 93 مورخہ 31 مئی 1929ء صفحہ 16

حضرت مولوی حافظ فضل الدین صاحبؓ کے حالات زندگی

سعد الدین احمدی
بی۔اے۔بی۔ٹی۔سینئر انگلش ماسٹر،گورنمنٹ ہائی سکول،جہلم

ابتدائی حالات

قبلہ والد مولوی حافظ فضل الدین صاحب متوطن کھاریاں ضلع گجرات کی تحریری تاریخ پیدائش تو نہیں ہے البتہ تخمیناً آپ کا سنِ ولادت 1854ء کے لگ بھگ ہے۔آپ کے والد کا نام حافظ عبداللہ تھا۔اور گوجر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے دو اَور بھائی تھے۔وہ بھی حافظ قرآن تھے۔آپ نے فارسی اور اُردو کی تعلیم مقامی سکول میں پائی۔آپ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کا از حد شوق تھا۔اور کھاریاں سے چند میل مشرق کی جانب موضع جنڈ میں حافظ علم الدین صاحب ایک قاری تھے۔اور اکثر لوگ ان کے پاس حفظ قرآن کے لئے جایا کرتے تھے۔آپ بھی تین سال وہاں رہے اور قرآن کریم حفظ کیا۔

دینی تعلیم کا شوق

پھر چار سال موضع آہی آوان میں قاضی سلطان محمود صاحب سے عربی علم ادب منطق اور صرف نحو وغیرہ پڑھتے رہے۔قاضی صاحب کے ساتھ آپ کو آخر دم تک عقیدت رہی۔آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں حضور سے درخواست کی کہ ان کے لئے ایک تبلیغی خط لکھ دیں۔اس پر حضرت اقدس نے ایک خط لکھ دیا۔جو اخبار الحکم میں شائع ہو چکا ہے۔جب وہ خط قاضی صاحب کو دیا گیا۔تو انہوں نے پڑھ کر یہ جواب لکھ دیا۔

مرحبا اے بلبل باغِ کہن   از گل رعنا بگو با ما سخن

مگر افسوس قاضی صاحب علانیہ بیعت نہ کر سکے قاضی صاحب سے پڑھنے کے بعد والد صاحب موضع تلونڈی ضلع گورداسپور میں مولوی عبداللہ صاحب کے پاس گئے۔اور وہاں سے کچھ علم قرآن و حدیث حاصل کیا۔والد صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں تلونڈی گیا۔تو اسی سڑک پر سے گزرا۔جو بٹالہ سے قادیان کو جاتی ہے۔مگر اس وقت میں نے قادیان کا نام بھی نہ سنا۔آخر جب بیعت کے لئے قادیان گیا۔تو معلوم ہوا۔کہ یہ وہی راستہ ہے جہاں پر سے پہلے گزرا تھا۔یہ مولوی عبداللہ صاحب مولوی محمد حسین بٹالوی اور سرکار بٹالہ کے بھی استاد تھے۔کچھ عرصہ تلونڈی میں رہنے کے بعد والد صاحب بیمار ہو گئے۔اس لئے واپس آ گئے۔مگر آپ کو علم قرآن و حدیث حاصل کرنے کا چونکہ از حد شوق تھا۔اس لئے جب صحت ہوئی۔تو سہارنپور چلے گئے۔اور مولوی محمد مظہر الدین صاحب کے مدرسہ اسلامیہ میں داخل ہو گئے۔دو سال وہاں مقیم رہے۔جب آپ کے بھائی حافظ علم الدین صاحب بیمار ہو گئے۔تو آپ کو واپس آنا پڑ گیا۔آپ کے بھائی صاحب فوت ہو گئے۔اس لئے واپس سہارنپور نہ جا سکے۔

کھاریاں میں قیام

ان دنوں اس علاقہ میں کوئی عالم نہ تھا۔لوگوں نے آپ سے درخواست کی۔کہ نماز جمعہ پڑھایا کریں۔آپ نے باؤلی غربی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھانا شروع کی۔والد صاحب فرماتے۔جب میں تعلیم حاصل کر کے کھاریاں مقیم ہو گیا۔تو مجھے بہت سی ملازمتیں ملتی تھیں۔مگر میں نے نیت کی۔بلکہ اسی

نیت سے تعلیم حاصل کرنے گیا تھا۔کہ اپنی قوم کو دینی تعلیم دوں گا۔اس لئے کسی ملازمت کو قبول نہ کیا۔مگر فرماتے۔آتے ہی مجھے مباحثات میں پڑنا پڑا۔اور یہ دل کی خواہش دل ہی میں رہی۔گو آپ کے پاس دو تین طالب علم قرآن وحدیث پڑھنے کے لئے ہمیشہ رہا کرتے تھے۔مگر وسیع پیمانے پر درس جاری نہ کرسکے۔

مباحثات

جب آپ بعد تحصیلِ علم اپنے وطن میں مراجعت فرما ہوئے تو ان دنوں ایک مولوی صاحب جن کو لوگ بغدادی کے نام سے پکارتے تھے۔عموماً یہ وعظ کیا کرتے تھے۔کہ رسول کریم حاضر و ناظر ہیں۔اور آپ کو علمِ غیب حاصل ہے۔مولوی برہان الدین صاحب جہلمی اس کے خلاف تھے۔اور اہلحدیث ہونے کی وجہ سے وہابی مولوی کے نام سے مشہور تھے۔یہ مولوی بغدادی ان کے خلاف بھی کہتا رہتا۔

ان دنوں کھاریاں میں ایک تحصیلدار صاحب نواب بیگ تھے۔جو علم دوست اور دینی مباحثات میں دلچسپی لیتے تھے۔جب والد صاحب سہارنپور سے واپس آئے۔تو مولوی بغدادی صاحب کے ساتھ تحصیلدار صاحب کی موجودگی میں آپ کا تبادلۂ خیالات ہوا۔جب آپ سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا گیا۔تو آپ فرماتے۔میرے دل میں یہ خیال گزرا۔یہ ایک آزمائش ہے۔اگر حق کو چھپایا۔تو گنہگار بنوں گا۔اور اگر حق بات کہی۔تو مخالفت ہوگی۔اور وہابی کہلاؤں گا۔تاہم میں نے اصل حقیقت بیان کرنی شروع کی۔اور پیرایہ یہ اختیار کیا۔کہ پبلک کو مخاطب کر کے کہا۔میں آپ لوگوں کے سامنے قرآن اور حدیث سے چند ایک واقعات پیش کرتا ہوں۔آپ خود اس سے نتیجہ نکال لیں۔یہ کہہ کر آپ نے حضرت عائشہ کا واقعۂ افک کھول کر سنایا۔اور بتایا کہ خود نبی کریم کو تردد ہو گیا۔اور حضرت عائشہ سے یہاں تک حضور سے فرمایا۔کہ اے عائشہ اگر واقعی تجھ سے قصور ہو گیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ۔

اس کے بعد ایک واقعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کا سنایا جس میں یہودی بے گناہ تھا مگر گواہ مسلمان کو بری قرار دے رہے تھے۔کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو اصل واقعہ سے آگاہ کیا۔اس طرح کے چند ایک واقعات بیان کئے تو پبلک کہہ اٹھی کہ مولوی بغدادی غلط کہتا ہے۔اس کے بعد مولوی بغدادی نے تحصیل کھاریاں کے مولویوں کو اپنی حمایت کے لئے تیار کیا۔ان تمام مولویوں نے اندر ہی اندر تیاری کی اور ایک دن خفیہ طور پر مقرر کیا۔والد صاحب حسبِ معمول چاشت کے وقت مسجد میں قرآن کریم کی تلاوت کررہے تھے۔کہ جنڈ والے حافظ صاحب جو آپ کے استاد تھے اور رشتہ دار بھی۔آپ کے پاس آئے اور آکر بتایا۔آج تمہارے خلاف اتنے علماء آئے ہوئے ہیں۔اور تم یہاں بیٹھے ہو۔اتنے میں تحصیلدار صاحب کی طرف سے پیغام آیا۔کہ آپ تشریف لائیں۔آپ صرف قرآن کریم لے کر چلے گئے۔جب مجمع میں پہنچے تو دیکھا کہ درجنوں مولوی آئے ہوئے ہیں۔جن میں سے زیادہ چالاک مولوی غلام غوث ساکن کھوڑی اور مولوی عبداللہ سکنہ عمر چک تھے۔تحصیلدار صاحب نے والد صاحب سے کہا کہ آپ اکیلے ہیں اگر کہیں تو مولوی برہان الدین صاحب کو بلا لیا جائے۔مگر آپ نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی۔جب مجلس جم گئی تو مولوی غلام غوث صاحب نے والد صاحب سے پوچھا آیا یا رسول اللہ کہنا جائز ہے یا ناجائز۔والد صاحب نے جواباً فرمایا اگر کوئی آدمی شوقِ محبت سے کہتا ہے تو جائز ہے اور اگر اس خیال سے کہتا ہے کہ رسول اللہ حاضر و ناظر ہیں تو خوفِ کفر ہے۔مولوی صاحب نے یہ آیت پیش کی۔وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ شاہد وہی ہو سکتا ہے جو حاضر و ناظر ہو اس پر والد صاحب نے فرمایا۔نبی کریمؐ نے جو معنے اسی آیت کے کئے ہیں وہ بتاؤ۔چونکہ مولوی صاحب کو یاد نہ تھا اس لئے خموش ہو گئے۔آخر تحصیلدار نے کہا اچھا مولوی صاحب آپ ہی بتائیں۔آپ نے بخاری شریف کتاب التفسیر کا حوالہ دے کر بتایا کہ اس میں تو یہ ذکر ہے کہ نبی

کریمؐ اپنی امت کی تصدیق کریں گے کہ یہ جو کچھ کہتے ہیں درست ہے۔ پھر ساتھ ہی واقعہ حوض کوثرا صحابی اصحابی سنایا۔اس پر سب مولوی حیران رہ گئے اس کے بعد سارے علاقہ میں والد صاحب کا سکہ بیٹھ گیا۔

ایک خواب

پھر تحصیلدار بھی ہندو آ گیا۔اور اہلکار بھی ہندو تھے یہ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سے کچھ عرصہ قبل کا ہے۔ یہ لوگ آریہ خیالات کے تھے اور اکثر اسلام پر اعتراض کرتے۔کئی ایک مسلمان کہلانے والے ملازمین تحصیل بھی تحصیلدار کی ہاں میں ہاں ملاتے۔ وہ اکثر معجزہ شق القمر و دیگر معجزات نبویؐ پر اعتراض کرتے۔ والد صاحب فرماتے میں ان اعتراضات کو سنتا دل میں کڑھتا اور اکثر خدائے تعالیٰ سے تائید اسلام کے لئے دعائیں مانگتا۔ایک دن کا واقعہ ہے باؤلی شرقی کے پاس چند ہندو اہلکار بیٹھے تھے اور اسلام پر ہنسی اڑا رہے تھے۔ والد صاحب فرماتے۔اس دن میں نے نمازوں میں بہت زاری کی اور اسلام کی تائید اور نصرت کے لئے دعائیں کیں۔اسی رات جب میں سویا تو ایک خواب دیکھا کہ مشرق کی جانب سے گرد اٹھی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ہے تو کسی نے جواب دیا کہ امام مہدی کی فوجوں نے کافروں کی فوجوں کو شکست دی ہے اس لئے کافر بھاگے جا رہے ہیں۔ اتنے میں گرد وغیرہ دور ہو گئی۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک زمین کا قطعہ ہے جس میں ایک چھوٹا سا خیمہ نصب ہے اس کے اندر ایک سفید ریش بزرگ ہیں۔ میں جھک کر اس خیمہ کے اندر داخل ہوتا ہوں اور ان بزرگ کی بیعت کرتا ہوں۔ بیعت لینے کے بعد وہ مجھے سکھاتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ۔اس کلمہ کے پڑھنے سے مجھے بہت لطف آتا ہے اور رقّت طاری ہو جاتی ہے۔ میں جب جاگا تو یہ کلمہ زبان پر جاری تھا اور آنسو بہہ رہے تھے۔ پورے سات دن تک میں اس کا لطف محسوس کرتا رہا۔اس کے بعد جب جمعہ کا دن آیا۔تو میں نے لوگوں کو یہ خواب سنایا۔اور کہا انشاءاللہ العزیز عنقریب کوئی مرد خدا اسلام کی تائید کے لئے کھڑا ہو گا۔

سرمہ چشم آریہ کا مطالعہ

اس کے بعد والد صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی کتاب سرمہ چشم آریہ کہیں سے ملی۔آپ نے پڑھی اور بہت خوش ہوئے۔آپ فرماتے مجھے خیال گزرا کہ یہی شخص تائید دین کے لئے کھڑا ہوا ہے۔مگر چونکہ حضور کا دعویٰ ماموریت نہ تھا۔اس لئے خاموش رہے۔ والد صاحب کے والد بزرگوار بھی اس وقت زندہ تھے اور وہ بھی سرمہ چشم آریہ پڑھا کرتے تھے مگر وہ حضور کے دعویٰ سے پہلے ہی وفات پا گئے۔

ایک اشتہار

ایک دن آپ مسجد میں کھڑے تھے کہ آپ کے ایک دوست مسجد میں آئے اور ہنستے ہنستے کہنے لگے آؤ میں ایک نئی بات سناؤں۔ یہ کہہ کر ایک ورقہ اشتہار والد صاحب کو دیا اور خود چلے گئے۔ وہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا تھا۔والد صاحب فرماتے اس میں صرف چند سطریں ہی تھیں۔ اور مضمون یہ تھا کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے علم دیا ہے کہ پہلا مسیح فوت ہو چکا ہے اور اب آنے والا مسیح میں ہی ہوں۔بس یہ اعلان ہی تھا۔آپ فرماتے۔ میں نے کھڑے کھڑے پڑھا اور معاً یہ خیال دل میں گزرا کہ یہ ممکن ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت مسیح کو فوت شدہ نبیوں میں دیکھا ہے۔زندہ کا فوت شدہ نبیوں میں کیا کام۔فرماتے مجھے مخالفت کا خیال تک نہ گزرا۔خدا کی قدرت کہ وہ صاحب جنہوں نے آپ کو اشتہار دیا تھا بیعت سے محروم ہی رہے اسی طرح کچھ دن گزر گئے۔

احمدیت میں شمولیت

ایک روز بہت سویرے پو پھٹنے سے بھی پیشتر مولوی برہان الدین صاحب جہلمی والد صاحب کے پاس تشریف لائے اور آ کر کہنے لگے مرزا صاحب کے متعلق اب شور بہت بڑھ گیا ہے۔ میں ان کی کتابیں لے آیا ہوں۔ چلو میں اور آپ گاؤں سے باہر علیحدہ بیٹھ کر ان کتابوں کو پڑھتے ہیں اور سوچتے ہیں۔ والد صاحب اور مولوی صاحب مرحوم چل پڑے لیکن راستہ میں مولوی صاحب نے فرمایا اب میرا ارادہ بدل گیا ہے۔ میں ایک دفعہ کتابیں پڑھ چکا ہوں۔ آپ اپنے طور پر پڑھیں اور پھر اپنی رائے سے مطلع کریں۔ اس پر والد صاحب واپس آ گئے۔ اور ازالہ اوہام پڑھنا شروع کیا۔ جوں جوں آپ پڑھتے آپ کا خیال حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی طرف مائل ہوتا جاتا۔ آخر آپ نے مولوی برہان الدین صاحب کو لکھا کہ میں جوں جوں کتاب پڑھتا ہوں میری عقیدت حضرت مرزا صاحب کے متعلق بڑھتی جاتی ہے اس کے کچھ عرصہ بعد مشہور ہو گیا کہ مولوی برہان الدین صاحب کہیں چلے گئے ہیں۔ ایک دن والد صاحب کو کسی نے آ کر کہا مولوی برہان الدین صاحب آپ کو یاد کرتے ہیں۔ مولوی صاحب مرحوم گاؤں سے باہر سڑک پر کھڑے تھے۔ والد صاحب ان کے پاس گئے تو مولوی صاحب نے بتایا میں تو حضرت مرزا صاحب کی بیعت کر آیا ہوں۔ آپ بھی بیعت کر آئیں۔ یہ غالباً جون 1892ء کا واقعہ ہے اس پر والد صاحب بھی ستمبر میں قادیان گئے۔ اور حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔ پھر دوسری دفعہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر دسمبر 1892ء میں قادیان گئے۔ آپ کا نام آئینہ کمالاتِ اسلام میں ان لوگوں کی فہرست میں درج ہے جو کہ جلسہ سالانہ پر حاضر تھے۔

وفاتِ مسیح پر مباحثات

سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہونے پر آپ کی مخالفت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اور آپ کو مباحثات میں حصہ لینا پڑا۔ معمولی معمولی مباحثے تو آپ نے کئی کئے مگر بہت مشہور مناظرے آپ نے تین چار کئے۔ مولوی غلام احمد ساکن ڈوگہ متصل کھاریاں کے ساتھ موضع ملکہ میں مولوی صدر الدین صاحب اور قاضی سلطان محمود صاحب کی موجودگی میں ایک مناظرہ تقریری وفات مسیح ناصری پر ہوا۔ آپ کے پاس کوئی کتاب نہ تھی مگر آپ نے زبانی ہی مولوی غلام احمد کی پیش کردہ احادیث کے راوی بتا دیئے۔ اور ان راویوں کا غیر ثقہ ہونا ثابت کیا۔ اس سے قاضی صاحب یہاں تک متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہہ دیا علم حدیث میں مولوی فضل الدین کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ ایک اور مناظرہ تحریری آپ کے اور مولوی محمود صاحب گنجوی کے درمیان سات روز تک وفاتِ مسیح ناصری پر ہوتا رہا۔ مولوی محمد الدین صاحب واصلباقی نویس آپ کے کاتب تھے۔ آخر مولوی محمود صاحب مناظرہ کو بغیر تکمیل تک پہنچانے کے چند کتابیں لانے کا بہانہ کر کے ایسے گئے۔ کہ پھر واپس نہ آئے۔ وہ تحریری پرچہ جات غالباً اکمل صاحب نے بعد میں مولوی صاحب سے بغرض اشاعت لئے۔ مگر نامعلوم کدھر گئے۔ اسی طرح ایک مناظرہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے ساتھ وفاتِ مسیح پر ہوا۔ ان مناظروں کا اثر علاقہ کھاریاں پر بہت اچھا پڑا۔

مختلف دیہات میں احمدی جماعتیں

علاوہ ازیں اور لوگوں نے بھی پرائیویٹ طور پر آپ سے گفتگو کی۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ کئی جگہ احمدی جماعتیں بن گئیں۔ چنانچہ موضع نورنگ میں جماعت اسی طرح قائم ہوئی حضرت غلام اللہ شاہ صاحب ساکن نورنگ جو ایک عالم باعمل تھے۔ مولوی صاحب کے پاس بغرض گفتگو تشریف لائے۔ چونکہ آپ بہت سلیم الطبع تھے۔ اس لئے گفتگو کے دوران میں ہی حضرت مسیح موعود کی صداقت کے قائل ہو گئے۔ ان کے احمدیت میں شامل ہونے کی وجہ سے نورنگ میں اچھی خاصی جماعت پیدا ہو گئی۔ موضع چک سکندر میں میرے نانا جان حافظ احمد الدین صاحب مرحوم بھی ایک عالم تھے۔ والد صاحب کا تعلق وہاں حضرت مسیح موعود کے دعوے سے پہلے قائم ہوا تھا۔ والد صاحب کے بیعت کر لینے پر نانا صاحب نے بھی علمی تحقیقات کے بعد بیعت کر لی۔ اور وہاں بھی

ایک اچھی جماعت قائم ہوگئی۔سیّد غلام اللہ صاحب مرحوم اور حافظ احمد الدین صاحب مرحوم میرے نانا جان بھی والد صاحب کی طرح حضرت مسیح موعود کے 313 بدری اصحاب میں شامل ہیں۔ایسا ہی تہال آڑہ۔بوریانوالی۔بھویا وغیرہ مقامات پر والد صاحب کے ذریعہ یا آپ کے ذریعہ احمدی ہونے والے احباب کے ذریعہ جماعتیں قائم ہوگئیں۔حضرت والد صاحب نے اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ پر ایسا عمل کیا۔کہ جب رشتہ داروں نے سلسلہ احمدیہ کو قبول نہ کیا۔ان سے کہہ دیا۔کہ اب ہم کوئی ایسا رشتہ دار نہیں جانتے۔جو کہ احمدی نہ ہو۔جو رشتہ دار غیر احمدی رہا۔اس سے اس طرح قطع تعلق ہوگیا ہے، کہ ہمیں معلوم ہی نہیں۔وہ کبھی ہمارا رشتہ دار تھا۔

قادیان میں قیام

جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب فوت ہوگئے۔اور والد صاحب چند دنوں کے لئے قادیان گئے۔تو خط لکھ دیا۔کہ میں یہاں کچھ عرصہ رہوں گا۔اس وقت آپ چھ ماہ قادیان رہے۔مدرسہ احمدیہ کی نئی نئی بنیاد رکھی گئی تھی۔آپ کو اس میں حضرت اقدس نے دینیات کا مدرس مقرر فرمایا۔حضرت مولانا سیّد سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔جب میں سکول میں آیا۔اس وقت صرف آپ اور قاضی سیّد امیر حسین شاہ صاحب مدرسہ احمدیہ میں استاد تھے۔علاوہ مدرسہ احمدیہ میں کام کرنے کے والد صاحب نے تھوڑا عرصہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں حضرت مولوی شیر علی صاحب کی ہیڈ ماسٹری کے زمانہ میں مدرس دینیات یا عربی کے طور پر کام کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ سے ایک سوال اور اس کا جواب

میں نے ایک دن پوچھا۔والد صاحب جب آپ پہلی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس گئے۔تو آپ نے کوئی سوال پوچھا۔فرمانے لگے۔میں نے ایک مسئلہ دریافت کیا۔کہ فاتحہ خلف الامام پڑھنا ضروری ہے۔یا نہیں؟ حضور نے فرمایا۔ضروری ہے۔اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔میں نے عرض کیا۔حضور قرآن میں تو آتا ہے۔جب قرآن پڑھا جائے۔تو چپ رہو۔اس پر حضور فرمانے لگے۔بے شک یہ صحیح ہے۔مگر قرآن، قرآن پڑھنے سے منع نہیں کرتا۔اگر یہ درست مانا جائے۔تو آج ہی سارے مکتب بند ہو جائیں۔اور تعلیم قرآن دینا امر محال ہو جائے۔والد صاحب فرماتے۔یہ جواب مجھے ایسا پسند آیا۔کہ میں فریفتہ ہوگیا۔فرماتے ہم خشک علم کے قائل تھے۔مگر حضرت اقدس، نہ کسی علمی اصطلاح کی طرف گئے۔اور نہ حضور نے ادھر ادھر کے حوالے دیئے۔بلکہ ایک موٹی دلیل دے دی۔جو کسی سابقہ کتاب میں نہ تھی۔میں اسی وقت قائل ہوگیا۔کہ یہ شخص علم لدنی رکھتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی تین باتیں

جس وقت آپ نے بیعت کی۔حضرت اقدس نے آپ سے تین (نصائح) بیان فرمائیں

اوّل:۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کا نماز میں تکرار کیا کرو۔اس سے توجہ قائم رہتی ہے۔اور خشوع خضوع پیدا ہوتا ہے۔

دوم:۔ استغفار اور درود کثرت سے پڑھا کرو۔ سوم:۔ حتّی الوسع نماز تہجد ادا کیا کرو۔

ان تینوں باتوں پر والد صاحب سختی سے عامل رہے۔میں نے آپ کے ساتھ سفر بھی کئے۔گھر پر بھی دیکھا مجھے یاد نہیں۔کہ آپ نے کبھی نماز تہجد چھوڑی ہو۔بلکہ آخری بیماری کے ایام میں بھی آخری دن تک نماز تہجد پڑھتے رہے۔

عام اخلاق وعادات

آپ ایک باعمل عالم تھے۔صوفی منش تھے۔اپنے ہاتھ سے کام کرنا بہت پسند کرتے تھے۔اور اس شخص کو بہت پیار کرتے تھے۔جو کوئی کام کرنے

میں عار نہ سمجھتا ہو۔آپ کی طبیعت میں ہمدردی بنی نوع کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

دِلّو کھاریاں کے قریب ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک حافظ صاحب بہت بزرگ ہوگزرے ہیں۔ اکثر لوگ ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ وہ حضرت اقدس علیہ السلام کے دعویٰ سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔انہوں نے کئی لوگوں سے کہا۔کہ اگر تمہیں خواہش ہو۔کہ فرشتہ دیکھو۔تو کھاریاں میں جا کر مولوی فضل الدین صاحب کو دیکھ لو۔آپ ملہم تھے۔مگر اپنے رویا و الہامات وغیرہ بالکل نہ بتاتے تھے۔ بلکہ جو آدمی اپنی خوابیں کثرت سے آکر سناتا۔ اس کو پسند نہ کرتے۔ ہاں اگر کسی خواب یا الہام کی بناء پر سمجھتے۔کہ کوئی ایسا امر درپیش ہونے والا ہے۔جو عام لوگوں پر اثر انداز ہوگا۔تو اس کا ذکر کر دیتے۔کئی دفعہ اپنے دوستوں کو قحط کے آنے سے پیشتر انتظام کرنے کے لئے کہہ دیتے۔اور لوگوں کو بھی ایسا یقین تھا۔کہ فوراً آپ کے فرمانے پر عمل پیرا ہوتے۔

آپ اوّل درجہ کے منصف تھے۔کئی غیر مسلم مثلاً ہندو اور سکھ عدالتوں میں مسلمانوں کے ساتھ مقدمات میں آپ کو اپنا ثالث مقرر کرادیتے۔ چنانچہ کئی مقدمات میں آپ کمشن مقرر ہوئے۔اور خدائے تعالیٰ نے آپ کی زبان میں ایسی تاثیر رکھی۔کہ مقدمات انجام کار صلح پر ختم ہوتے۔ باوجود ظاہراً دنیا سے کنارہ کش ہونے کے آپ دنیا کے سارے نشیب وفراز اچھی طرح جانتے۔سیاست ملکی سے بھی دلچسپی رکھتے۔اور اخبار وغیرہ کا مطالعہ کرتے۔آپ کا یہ معمول تھا۔کہ اکثر وقت مسجد میں گزارتے۔آپ ان لوگوں میں سے ایک تھے۔جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہوا تھا، یَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ أَطْعِمُ الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ الغرض آپ ایک کامل ولی اللہ تھے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

خلافتِ ثانیہ میں بیعت کس طرح کی

خلافتِ ثانیہ کے شروع میں آپ کو بھی کچھ ابتلا آیا۔مگر خدا تعالیٰ نے کامیاب کیا۔آپ کے پاس تین دفعہ قادیان سے وفد آئے۔مگر آپ نے خلافت کی بیعت نہ کی۔اس کے بعد آپ نے خواب دیکھا۔کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے ہیں۔مگر خفا ہیں۔ بولتے نہیں۔آپ نے پوچھا۔حضور اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت اقدس علیہ السلام فرمانے لگے۔ یہ ''تفرقہ''اس کے بعد قاضی سیّد امیر حسین صاحب تشریف لائے۔تو حضرت والد صاحب نے اپنی اور جماعت احمدیہ کھاریاں کی بیعتِ خلافت کا خط لکھ دیا۔

ایک دفعہ خواجہ کمال الدین صاحب جہلم آئے تو مولوی صاحب کو بلوایا۔مولوی صاحب آئے اور خواجہ صاحب سے گفتگو ہوئی۔مولوی صاحب نے پوچھا کہ آپ لوگوں نے خلیفہ اوّلؓ کی بیعت کیوں کی تھی؟ خواجہ صاحب نے کہا۔میں تو مخالف ہی تھا۔مولوی محمد علی صاحب نے یہ اینٹ رکھ دی والد صاحب فرمانے لگے۔اینٹ لگائی تم نے۔اور اب اکھڑواتے مجھ سے ہو یہ نہیں ہوسکتا۔شروع میں تو غیر مبائعین کو خیال رہا کہ شاید مولوی صاحب ہمارے ساتھ مل جائیں مگر آخر نا امید ہو گئے آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے اجازت لے کر ایک دو دفعہ ہر دو فریقوں میں صلح کی کوشش بھی کی۔مگر ناکام رہے۔اور کئی دفعہ آپ نے اس کا ذکر کیا کہ لاہوری کم درجے کے لوگ صلح نہیں ہونے دیتے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے عقیدت

آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ سے بہت عقیدت تھی۔شروع اختلاف کے وقت بھی فرماتے۔کہ میاں صاحب متقی اور منتظم ہیں۔ اختلافِ رائے اَور بات ہے۔جتنا عرصہ آپ نے بیعتِ خلافت نہ کی قادیان سے تعلق قطع نہ کیا اپنے چندے وغیرہ قادیان ہی بھیجتے۔حضور کی دعاؤں پر

آپ کو بہت یقین تھا۔آخری بیماری میں گو حالت مایوس کن ہوگئی تھی مگر جب میں نے سنایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح کا خط آیا ہے کہ صحت کے لئے دعا کی گئی۔تو آپ کے چہرہ پر بشاشت آگئی اور فرمانے لگے خدا شفا دے گا۔

اطاعتِ حکم آپ میں کمال تھی۔کشمیر کے معاملہ میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اپنے ٹریکٹ یا دیگر احکامات بھیجتے۔تو ہدایات کے مطابق فوراً عمل کرتے۔اور خدا نے آپ کو سپاہی بھی مولوی محمد الدین صاحب واصلباقی نویس جیسا پیر جواں ہمت دیا تھا۔خدا ان کی عمر دراز کرے۔ جب سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جماعتوں میں امارت کا نظام مقرر کیا ہے والد صاحب جماعت ہائے کھاریاں کے امیر رہے۔

مرض الموت

آپ بیمار بہت کم ہوتے تھے۔البتہ پیشاب کی مستقل بیماری آپ کو تھی۔ 27/اگست 1932ء کو بعارضہ بخار بیمار ہوئے۔پہلے خیال تھا کہ معمولی بخار ہے۔حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی تشریف لائے تھے۔انہوں نے بھی دوائی دی۔مگر صحت نہ ہوئی۔آخر بیماری زور پکڑ گئی۔دایاں پھیپھڑا خراب ہوگیا۔بخار بدستور رہا۔آخر پیشاب کی بیماری نے زور پکڑ لیا۔ہر چند دس بیس منٹ کے بعد پیشاب کرنا پڑتا۔بہت کمزور ہوگئے۔باوجود ہر قسم کے علاج کرنے کے صحت مقدر نہ تھی۔

وفات

آپ ۱۴/اکتوبر بروز جمعہ بوقت عشاء حرکت قلب بند ہوجانے سے اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔آپ نے اسّی برس کے لگ بھگ عمر پائی۔15/اکتوبر کو آپ کا جنازہ بذریعہ موٹر لاری قادیان لایا گیا۔آپ 16/اکتوبر کی صبح کو مقبرہ بہشتی کے قطعۂ خاص میں دفن ہوئے۔آپ کی وفات پر آپ سے واقف مسلم وغیر مسلم اس امر کا اظہار کرتے تھے کہ ان کا حقیقی خیر خواہ گذر گیا ہے۔آپ نے کیسی مبارک زندگی گذاری۔سچ ہے

اگر برنکوئی بود خاتمت ؎ عروسی بود نوبتِ ماتمت

جن لوگوں نے آپ کی بیماری کے ایّام میں آپ کی عبادت کو دیکھا ہے وہی جانتے ہیں کہ آپ نے کس طرح اپنا دل اپنے مولیٰ سے لگایا ہوا تھا۔باوقت پانچوں نمازیں ادا کرتے رہے۔بخار کی حالت میں بھی درس تدریس کرتے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تہجد کی نماز ان بیماری کے سات ہفتوں میں ایک رات بھی نہیں چھوڑی بلکہ حسبِ معمول وتر آخری حصہ رات میں ادا کرتے رہے۔بیماری کے آخری دنوں میں بعض دفعہ غنودگی کے وقت بعض کلمات آپ کے منہ سے نکلتے۔ایک دن فرمانے لگے۔''خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے مال گھٹتا نہیں بلکہ بڑھتا ہے۔''ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔''سخی وہ جو خدا کی راہ میں خرچ کرے۔''اسی قسم کے کئی کلمات کبھی کبھی آپ کے منہ سے نکل جاتے۔آپ خود چندوں کی ادائیگی کے بہت پابند تھے ہمیشہ باشرح چندہ ادا کرتے اور ہر ایک تحریک میں حصہ لیتے۔ہمیں بھی اس کی تلقین کرتے بلکہ فرماتے کہ مجھے حضرت خلیفہ اوّل ؓ نے فرمایا تھا کہ اپنی اولاد کو دینی اور دنیوی تعلیم دلانا میں نے تمہیں دنیا کی تعلیم اس لئے دلائی تھی کہ خود کماؤ اور دوسروں کے دست نگر نہ بنو اور اپنے مولیٰ کے بندے بنو۔یہی نصیحت آخری دن بھی کرتے ہوئے ہم سے جدا ہوئے۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ۔

(ماخوذ اخبار الفضل قادیان 22 جنوری 1933ء صفحہ 7 تا 10)



حضرت سیّد میر داؤد احمد صاحب کا ذکر خیر

اقبال احمد نجم ۔ ایم اے شاہد مربی سلسلہ



آپ حضرت سیّد میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے تھے۔ جب میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوا تو آپ ہمارے پرنسپل تھے۔ جب جامعہ احمدیہ کے پہلے سال کی رخصتیں ہوئیں تو میں نے آپ سے مقاماتِ مقدسہ قادیان دارالامان کی زیارت کے لئے اجازت مانگی۔ خاکسار نے بی اے کے امتحان کے بعد کی رخصتوں میں پاسپورٹ بنوالیا تھا۔

جب میں نے آپ سے اجازت اور راہنمائی بھی چاہی تو فرمانے لگے میں چونکہ ناظر خدمتِ درویشان بھی ہوں اس لئے ہر سال رخصتوں میں ایک ماہ کیلئے قادیان جاتا ہوں اور فرائضِ منصبی کا تقاضہ پورا کرتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے بھی مجھے ساتھ چلنے کے لئے فرمایا۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ مجھے آپ کی مصاحبت حاصل ہوجائے گی۔ ہم 8 اگست 1965ء کو لاہور سے روانہ ہوئے اور وہاں سے امرتسر۔ بٹالہ سے ہوتے ہوئے قادیان پہنچ گئے۔ آپ نے قدم قدم پر میری اس طرح راہنمائی فرمائی جس طرح کوئی باپ اپنے بیٹے کی راہنمائی کرتا ہے۔

اوّل:۔ جب ہمیں ٹرین میں سے مینارۃ المسیح نظر آنے لگا تو آپ نے دعا کرنے کے لئے کہا اور خود بھی دعا کی نیز بتایا کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ دوم:۔ جب ہم ٹانگے میں بیٹھے اور محلہ احمدیہ پہنچے تو فرمایا مسجد مبارک میں آکر شکرانے کے دو نفل پڑھ لو۔ چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔ مجھے میرے نانا جان حکیم حشمت اللہ خان صاحبؓ نے بتادیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہاں کہاں کھڑے ہوکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ میں بکثرت آنحضرت ﷺ اور آپ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر درود بھیجتا رہا۔ اولین اور آخرین سب کے لئے حسنات دارین کے لئے دعائیں کیں۔

حضرت میر صاحب تو حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ رہے اور آپ نے تمام مقاماتِ مقدسہ کی متبادل چابیاں مجھے عنایت فرمائیں۔ اور میرے ساتھ مقاماتِ مقدسہ سے فائدہ اٹھانے کا پروگرام بنایا۔ ہم دو ہی ان دنوں میں قادیان میں بیرونی مہمان تھے۔

☆ بیت الدعا میں خاکسار کو رات بھر گزارنے اور دعا کرنے اور اور خود دن بھر بیت دعا میں وقت گزارنے اور دعا کرنے کی تقسیم فرمائی۔

☆ عاجز کو روزانہ فجر کی آذان مینارۃ المسیح پر چڑھ کر دینے کا ارشاد فرمایا۔ الحمدللہ جتنے دن میں وہاں رہا میری فجر کی آذان قادیان میں گونجتی رہی۔

☆ میں نے ایک ماہ کے کھانے کے اخراجات دارالضیافت میں جمع کرادیئے تھے اور بعد جتنے دن قادیان میں رہا میں نے نفلی روزے رکھے۔

☆ دن بھر میں بیت الفکر میں تلاوت اور مطالعہ میں گزارتا تھا اور وہ کرسی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خطبہ الہامیہ ہوا تھا اسی پر بیٹھ کر تمام دن گزارتا تھا۔ ☆ صبح وشام بہشتی مقبرہ کی زیارت کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام اور دعائیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچانا اور دیگر تمام صحابہؓ کی قبروں پر دعائیں کرتا رہا۔ میرے بڑے نانا جان حضرت نعمت اللہ خان صاحب انور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقبرہ بھی وہاں پر ہے۔

☆ ہندوستان میں یوم آزادی 15 اگست کو منائی جاتی ہے۔ چنانچہ اس موقع پر قادیان کے اطفال کا ایک تقریری مقابلہ ہوا۔ جس کی ججمنٹ کے

لئے مجھے خدام الاحمدیہ نے کہا اور مجھے اس کا موقع مل گیا۔ الحمدللہ

☆ 150 کے قریب اطفال تھے۔ وقار عمل کا بہشتی مقبرہ میں پروگرام بنایا گیا قبروں پر گھاس اُگ آتی ہے۔ چنانچہ دوبارہ سے قبریں بنائی جاتی ہیں۔ خاکسار نے اپنے ذمہ چار دیواری کے اندر کی قبروں کے از سرِ نو بنانے کی ڈیوٹی لی اور باقی اطفال کو دیگر علاقے تقسیم کئے گئے اور اس طرح سے خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی اور دیگر خاندان کے افراد کی قبروں کو بنانے کا موقع مل گیا۔ الحمد للہ

ہمیں قادیان میں آئے ہوئے 22 دن ہو گئے تھے۔ ستمبر کا مہینہ شروع ہوا تو مجھے قادیان سے واپس چلے جانے کی تحریک ہوئی۔ حضرت سردار عبدالرحمٰن صاحب جٹ قادیان کے امیر تھے اور میرے نانا جان کے واقف تھے ملنے گیا تو کہنے لگے تمہاری تین ماہ کی رخصتیں ہیں۔ سب یہاں گزار کر جاؤ میں نے یہ بات آ کر میر صاحب کو بتائی تو آپ فرمانے لگے تم میرے ساتھ آئے تھے میرے ساتھ ہی چلو۔ میں ایک دو دن میں جا رہا ہوں تیاری کر لو۔ چنانچہ ہم دونوں واپس آ گئے۔ راستے میں کئی جگہ فوجیں پڑی ہوئی دیکھیں۔ جب ربوہ پہنچا تو مکرم جٹ صاحب کا خط بھی مجھے ڈاک میں ملا جس میں لکھا تھا کہ برخوردار مل کر بھی نہیں گئے۔!!! وغیرہ وغیرہ۔ خیر یہ انکی محبت تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ ایک اور بالا ہستی بھی ہے جو سب سے بڑھ کر پیار کرنے والی ہے۔ جب ہم پہنچے تو چند دن کے بعد ہی ستمبر 1965ء کی پاک و ہند کی جنگ شروع ہوگئی جو لوگ ادھر رہ گئے وہ دو سال کے بعد جنگی قیدیوں کے تبادلہ میں واپسی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے عاجز کو نا صرف اس تکلیف سے بچایا بلکہ جامعہ احمدیہ کے دو 2 سال کی تعلیم کے خراب ہونے سے بھی بچایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک

پس میں حضرت میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ مرحوم کے لئے ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ آپ نے کس محبت شفقت سے ہمیں ہمیں 6-7 سال پڑھایا اور اپنے بچوں کی تربیت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین



قرآن۔ سرچشمۂ معرفت

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

سُنو معرفت کا ، سمندر ہے قرآن
کہ اسوہ نبی کا ، سراسر ہے قرآن
اسے ہر مسلماں کو لازم ہے پڑھنا
شریعت کے گھر کا کُھلا در ہے قرآن
اسے پڑھنے والا اگر متّقی ہو
ہدایت میں سب کی برابر ہے قرآن
بتائے جو ہر دَور میں سیدھا رستہ
یہ نوعِ بشر کا وہ رہبر ہے قرآن
یہ ماضی کی تاریخ کا ترجماں بھی
لکھا جو ، وہی ہو ، مقدّر ہے قرآن
ہے لا ریب ، سچا ہر اک لفظ اس کا
دلوں کو جو کر دے منوّر ہے قرآن
یہ چوروں کو ابدال کر دے ، سنیں تو
بدل دے دلوں کو ، مؤ ثّر ہے قرآن
خدا کی طرف یہ کرے رہنمائی
کریں شکر ہر دم ، میسّر ہے قرآن
یہ منزل کی جانب ، چلے ہاتھ تھامے
ہدایت کا منبع ، مقرّر ہے قرآن
چھپے اس میں ہیں علم کے سب خزانے
معلّم ، مربّی ، پیمبر ہے قرآن
چمن کے گلوں میں ہے خوشبو اسی سے
مہکتا یہ گلشن ، معطّر ہے قرآن
علوم اس کے حاصل کریں جو مطہّر
دلوں پر ، انہی کے اُ جاگر ہو قرآن
جو کرتا ہے غور اس پہ طارق وہ جانے
جو دل جیت لے وہ مظفّر ہے قرآن



تری تیغ دعا میں ہاں عجب تاثیر دیکھی ہے

ابنِ کریم

تری گفتار میں آقا بڑی تاثیر دیکھی ہے
منارے پر اترنے کی بجا تفسیر دیکھی ہے

تھا دامن تار تار اپنا بیرا ظلمتوں میں تھا
مرے اجڑے ہوئے گھر کی بڑی تعمیر دیکھی ہے

بنام مصطفیٰ قرباں مرے خوں کا ہر اک قطرہ
ہمارے ہاں ہر اک گھر میں یہی تحریر دیکھی ہے

پھیلاؤ دیں محبت سے نہ سے نہ نفرت کو ہوا تم دو
جہاں گلدستے ہونے تھے وہاں شمشیر دیکھی ہے

وہاں شعب ابی طالب میں سہ سالا اسیری تھی
یہاں بھی خوش نصیبوں نے یہی تعزیر دیکھی ہے

رگیدے جا رہا ہے وہ شیاطیں کے گروہوں کو
تری تیغِ دعا میں ہاں عجب تاثیر دیکھی

خدا کا نام لینے سے میں مجرم ہوں تو ہوں مجرم
تلاوت کرنے پر بھی ہاتھوں میں زنجیر دیکھی ہے

دکھا کر جو نمونہ ہے گیا عبداللطیف ہم کو
وہی اپنا ئیں بچپن سے یہی یہ تحریر دیکھی ہے

ملا نے اس زمیں پر بد سے بدتر خلق ہی ٹھہرے
بہت نکبت پڑی ان پر بہت تحقیر دیکھی ہے

جو مر جائیں وہ دنیا میں دوبارہ آ نہیں سکتے
تو فی کی مرے ہمدم یہی تفسیر دیکھی ہے

تمہارے دیں فروشی کے ٹھکانوں پر ٹھکانے ہیں
یہاں قصر امامت کی عجب تعمیر دیکھی ہے

چڑھا لاؤ پیارے تم سبھی لشکر فنا ہوں گے
ازل سے حق پرستوں نے یہی تشہیر دیکھی ہے

صحابہ کے نقوشِ پا عمل سے ہم ابھاریں گے
غلامانِ محمد کی یہی تصویر دیکھی ہے

محمد مصطفی کے قلزمِ اِلفت میں ہیں ڈوبے
جناب میرزا کی ہم نے ہر اک تحریر دیکھی ہے



رانا عبدالرزاق خان کا شان دار ادبی کارنامہ

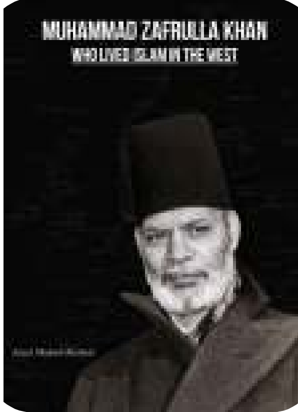
محقق اور دانشور ڈاکٹر عبدالکریم خالد کا تبصرہ



محبّ گرامی رانا عبدالرزاق خان صاحب کی جستجوئے شوق تھمنے میں نہیں آتی۔ اُن کا اَسپ قلم رواں دواں ہے اور سُرعتِ رفتار سے اس طور سرپٹ بھاگا جارہا ہے کہ ''نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب میں''۔ رانا صاحب موصوف کے یہاں باگ بھی اُن کے ہاتھ میں ہے اور پاؤں بھی رکاب میں مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ اپنے قلم کو تقدیر کے حوالے کر کے وہ سکون سے بیٹھ نہیں گئے بلکہ تاریخ کے گوشوں اور کونے کھدروں سے ایسے گوہر نایاب تلاش کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں جن کی شخصیت کی چکا چوند آنکھوں کو چندھیائے دیتی ہے۔ تحقیق و تدوین اور تصنیف و تالیف کا ذوق وشوق کچھ اس فراوانی کے ساتھ انہیں ودیعت ہوا ہے کہ اُن کی ذات کا حصہ بن کر روح کی گہرائیوں میں اُتر گیا ہے۔ اُن جیسا مستعد، حوصلہ منداور ہر اعتبار سے چاق و چوبند شخص کم ہی دیکھنے میں آیا ہے۔ جس نے قلم وقرطاس سے واجبی سا تعلق نہیں رکھا بلکہ اسے اپنے گلے کا ہار اور ذات کا زیور بنالیا ہے۔ انہیں اپنے قلم پر اتنا اعتماد ہے کہ وہ دیکھتے ہی دیکھتے کتابوں کے ڈھیر لگاتے جاتے ہیں اور کتابیں بھی ایسی کہ جنہیں رواروی میں ترتیب نہیں دیا گیا بلکہ تحقیق کی کٹھنائیوں سے گزر کر تلاش وجستجو کے عمل کو آزما کر جامع اور مستند معلومات کو سلیقے سے جمع کر کے انہیں کتاب کا رنگ روپ دیا گیا ہے اور یوں اس سارے کام نے ایک مستند تاریخی ماخذ اور اہم دستاویز کا درجہ حاصل کرلیا ہے۔ حال ہی میں رانا عبدالرزاق خان صاحب نے ایک نمایاں ادبی کارنامہ سرانجام دیا ہے اور ''دربار خلافت کا جاں نثار'' کے نام سے عظیم اور معتبر شاعر اور ہفت روزہ ''لاہور'' کے مدیر شہیر جناب ثاقب زیروی مرحوم کے سیرت وسوانح پر ایک نہایت شان دار کتاب مرتب کر کے ہمارے ہاتھ میں تھما دی ہے۔ اور مجھ جیسا کتاب کے عشق میں گرفتار شخص حیرت کے عالم میں ہے کہ یاالٰہی، یہ ماجرا کیا ہے۔ اردو کے اہم مراکز سے کوسوں دُور بیٹھے رانا صاحب کے ہاتھ میں کون ساالہٰ دین کا چراغ ہے کہ وہ آن کی آن میں سینکڑوں صفحات پر پھیلی ہوئی کتاب منظر عام پر لے آتے ہیں۔ اور کتاب بھی ایسی کہ جس میں شخصیت کے حوالے سے تمام تر جزئیات بھی سمٹ کر آ گئی ہیں اور علم وادب کا ایک خزانہ پڑھنے والے کے ہاتھ آ گیا ہے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ثاقب زیروی کی شخصیت اور خاندان کے تعارف پر مشتمل ہے۔ جس میں اُن کی سیرت وسوانح اور زندگی کے اہم اور چیدہ چیدہ واقعات کو ہنرمندی کے ساتھ ایک سِلک میں پرویا گیا ہے۔ اس کے علاوہ دنیائے ادب وسیاست کی اُن تمام آراء کو بھی باب اوّل میں شامل کیا گیا ہے جو انہوں نے ثاقب زیروی کے بارے میں مختلف وقتوں میں دیں۔ ان میں فیض احمد فیض سے پہلی ملاقات کا احوال بھی شامل ہے۔ اور ثاقب مرحوم کے ان سے گہرے تعلقات کا پتہ بھی چلتا ہے۔ باب دوم میں ثاقب زیروی مرحوم کو احباب کی نظر میں دکھایا گیا ہے۔ ان احباب میں رئیس امروہوی، احسان دانش، سید ضمیر جعفری، راغب مرادآبادی، ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، کلیم عثمانی، قیس مینائی جیسے مشاہیر کے نام شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ثاقب زیروی کے بارے میں مختلف اہلِ قلم کے رشحات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور اُن کے لکھے ہوئے مضامین اور جستہ جستہ انٹرویوز کو جگہ دے کر کتاب کی وقعت اور افادیت میں اضافہ کیا گیا ہے۔ تیسرا باب ایک اہم دستاویز پر مشتمل ہے جو ثاقب زیروی کا لکھا ہوا ''روزنامچہ'' جسے اپنے وقت

میں بے حد پذیرائی حاصل ہوئی۔ باب چہارم ثاقب زیروی کی شاعری اور تخلیقی عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں حضرتِ ثاقب کے مجموعہ ہائے کلام ''دورِ خسروی''، ''شہاب ثاقب''، ''نوید منزل'' اور ''آہنگ حجاز'' کا تذکرہ ہے اور اُن کا فکری وفنّی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سات سو سے زائد صفحات کی اس شان دار اور قیمتی کتاب کا ایک ایک صفحہ رانا عبدالرزاق خان صاحب کی اَن تھک محنت اور ادبیانہ صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں اُن کے اس نہایت اعلیٰ کام کو قدر اور رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور انہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔



حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے بارہ میں ایک کتاب پر خوبصورت تبصرہ

میں نے کتاب شروع سے لے کر آخر تک پڑھی۔ اس کے بعض حصے تو کئی بار پڑھے اور ہر دفعہ پڑھنے کے بعد ایک نئی کیفیت سے لطف اندوز ہوا۔ چونکہ اس میں صرف ایسے واقعات درج ہیں جو ذاتی طور پر براہ راست آپ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اس لئے مستند ہونے کے لحاظ سے ان کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات بھی درست ہے کہ کئی واقعات قارئین کے علم میں پہلی مرتبہ آئے ہونگے۔ کم از کم اپنے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ میں نے پہلی بار پڑھے ہیں۔ حضرت چوہدری صاحبؓ کی سادگی، اخلاص، مستقل مزاجی، جوابات میں بے ساختگی، پابندی اوقات اور حیرت انگیز یادداشت کے ساتھ ساتھ بعض اوقات ہلکی پھلکی ظرافت کی آمیزش خوب سجتی ہے جو محفل کو بے تکلف اور آسان بنا دیتی ہے۔ مثلاً جب ایک انگریز نوجوان چوہدری صاحبؓ کے ساتھ فوٹو اتروانے کے لئے موزوں ٹوپی کی تلاش میں تھا۔ جس میں کچھ وقت لگ گیا۔ اس عرصہ میں چوہدری صاحبؓ انتظار کرتے رہے۔ آخر فوٹو اتروانے کے بعد آپؓ نے اُسے بڑی شفقت سے فرمایا:

"Look young man! Don't worry about your cap, what is under the cap that matters".

کتاب مناسب موٹے حروف میں پیش کی گئی ہے جس کی وجہ سے مطالعے کے دوران آنکھوں پر بوجھ نہیں پڑا۔ ٹائٹل سمیت 84 صفحات پر مشتمل یہ کتاب نہایت عمدگی کے ساتھ 22 ذیلی عنوانات میں اس طرح تقسیم کی گئی ہے کہ سوائے ایک جگہ کے کوئی عنوان دو صفحات سے زیادہ کا نہیں۔ اس دانشمندانہ تقسیمِ عنوانات کی وجہ سے مطالعہ کرنے والے کے دل میں ایک عنوان ختم کرتے ہی معاً اگلا عنوان پڑھنے کی شدید خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ کتاب کا نہایت سادہ مگر جاذبِ نظر ٹائٹل، جس کے شروع میں حضرت چوہدری صاحبؓ کی دلکش تصویر اور آخر میں آپ کے ساتھ معانقہ کرنے کا نایاب فوٹو ڈیزائیز کی ذہانت کی داد دیتا ہے۔ فوٹو میں آپ آنکھ بند کئے اس قدر مطمئن اور پُرسکون محبت میں مخمور نظر آتے ہیں کہ دیکھنے والا بھی مسحور ہو جاتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق اتنا دلکش cover کتاب کے مطالعے کی طرف ترغیب دلانے کا قابلِ قدر ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت چوہدری صاحبؓ، ان کی بابت لکھنے والے اور تمام پڑھنے والوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے (آمین)

خاکسار حفیظ الرحمن واحد

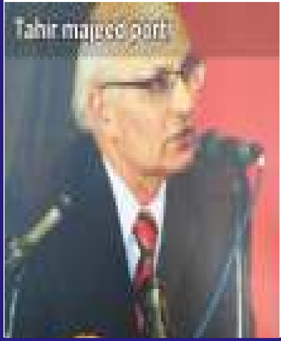
ایڈنبرا۔　　26 مارچ 2024

نوٹ: یہ کتاب احمدیہ ویب سائٹ alislam پر موجود ہے



رانا عبدالرزاق خاں کی کتاب (دربارِ خلافت کا جانثار) پر

مشہور شاعر و ادیب طاہر مجید کا تبصرہ



شمع خلافت کا پروانہ تھا ثاقبؔ۔ طاہرؔ مجید

محترم رانا عبدالرزاق خاں کاٹھ گڑھی نے جب مجھے اپنی نئی کتاب ''دربارِ خلافت کا جاں نثار'' کے لئے کچھ لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو مجھے خوشی ہوئی۔اس کی دو وجوہات تھیں۔ان میں پہلی وجہ یہ تھی کہ کاٹھ گڑھ کے بہت سے خاندانوں سے ہمارے خاندان کے بہت مراسم تھے ان میں رانا عبد الرزاق خاں صاحب کا خاندان بھی شامل ہے کاٹھ گڑھ کے جن خاندانوں نے احمدیت قبول کی جنہیں میں جانتا ہوں وہ بڑے سادہ لوگ تھے۔رانا عبد الرزاق خاں بھی بچپن ہی سے ایک بڑا سادہ دیہاتی اور مخلص نوجوان تھا اپنے گاؤں سے وہ نوجوان لاہور رزق کمانے پہنچا تو تب بھی ایک سادہ سا شخص تھا میں حیران ہوا کہ وہاں اس نے ادب سے رشتہ قائم کیا۔پھر جب پنجاب سے لندن پہنچا تو پھر اس کی اُڑان نے تو سب کو حیران ہی کر دیا۔سب سے پہلے اس نے ایک کتاب شائع کی پھر وقت کے ساتھ ساتھ ایک کے بعد دوسری اور پھر دس کتابیں شائع کر دیں۔ان میں سے کچھ اس نے تحریر کی اور کچھ تالیف کیں۔ان میں بیشتر کتابیں بہت ضخیم ہیں۔بعض تو 600 سو سے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ 2005ء سے آج تک 500 سو کے قریب مشاعرے کروائے ہیں

2020ء کے بعد وہ ہر دو تین ہفتوں میں زوم کے ذریعے مشاعرے کروا رہے ہیں۔

2013ء جنوری سے رسالہ قندیلِ ادب شائع کرتے ہیں اب تک اس کے 137 ایشو شائع کر چکے ہیں۔

2018ء سے سہ ماہی رسالہ قندیل حق شائع کر رہے ہیں جو اسلامی مضامین پر مشتمل ہے۔

میں رانا صاحب کے کاموں کی مزید تفصیلات بیان کرنے کی بجائے دوسری وجہ کے متعلق اب کچھ بیان کرنا چاہوں گا۔دوسری وجہ یہ تھی کہ جس شخصیت کی سوانح اور سیرت پر یہ کتاب تالیف کی گئی ہے انہیں میں اپنے بچپن سے جانتا ہوں۔قیام پاکستان کے بعد ہم ہر سال گرمیوں کی چھٹیاں اپنے سیالکوٹ والے مکان میں گذارتے تھے۔میرے بڑے بھائی چوہدری عبدالرشید کاہلوں ان دنوں سرکاری ملازمت کے سلسلے میں وہیں رہتے تھے۔وہیں پر اکثر شام کو ان کے دوست جناب محمد بشیر بھٹی آ جایا کرتے تھے۔ایک روز ان کے ساتھ ان کے بڑے بھائی جناب محمد صدیق بھٹی بھی آ گئے۔میری ملاقات پہلی بار ان سے اسی روز ہوئی ثاقب زیروی سے ہماری ملاقات 1961ء میں ہوئی جب میرے بھائی اور ان کے دوست بشیر بھٹی صاحب لاہور منتقل ہو چکے تھے۔ٹیمپل روڈ پر یہ دونوں بھائی اپنے والدین کے ساتھ رہنے لگے۔ہم ان دنوں بیگم روڈ کے ایک مکان میں رہتے تھے۔ یوں ہم دونوں خاندان اکثر ایک دوسرے سے ملتے رہتے تھے۔

ثاقبؔ زیروی کے حالاتِ زندگی۔

رانا عبدالرزاق خاں صاحب نے ثاقبؔ زیروی کے حالاتِ زندگی اتنی تفصیل سے بیان کئے ہیں کہ ان کے اجداد کے ذکر سے شروعات کرنے کے

بعدان کے بچپن سے لے کران کی وفات تک کے حالات وواقعات اتنی خوب صورتی سے بیان کئے ہیں جیسے ان کی حیات کی ایک مکمل فلم قاری کے سامنے پیش کردی ہے۔میں چند باتوں کا اضافہ کرنا چاہوں گا۔محمد صدیق ابھی ساتویں جماعت میں تھا کہ اس نے اپنا تخلص ثاقبؔ رکھا۔بہت بعد اس نے اپنا ادبی نام ثاقبؔ زیروی رکھ لیا۔اس کے چند سال بعد میٹرک کرنے کے دو تین سال بعد اس نے شاعری کے میدان میں قدم رکھا۔ابھی وہ اٹھارہ برس کا نہیں ہوا تھا جب اس نے باقاعدہ شاعری کا آغاز کردیا۔اس کے ابتدائی اشعار ملاحظہ فرمائیں۔وہ لکھتے ہیں۔

نگاہوں کو مری تو واقفِ سرِّ نہاں کر دے مری کم مائیگی کو بے نیاز دو جہاں کر دے
وبالِ جان ہوتے جا رہے ہیں حسرت و ارماں حیات چند روزہ کو حیات جاوداں کر دے
سرِمحفل میں ان سے بے تکلف ہو کے ملتا ہوں کہ میری احتیاط ان کو نہ مجھ سے بدگماں کردے

اس کی ابتداء خوب بلکہ بہت خوب تھی اور ہوتی بھی کیوں نہ کہ اس کو احسان دانش اور عبدالمجید سالک جیسے اساتذہ میسر آ گئے تھے۔یہ وہ زمانہ تھا جب علامہ ڈاکٹر اقبال کا فلسفہء خودی اوران کی گرما دینے والی شاعری زبان زدعام ہوچکی تھی مگر اقبال خود صاحب فراش ہو چکے تھے۔1938ء میں ان کی وفات ہوگئی۔1933 میں حکیم مولوی اللہ بخش صاحب کے دو بیٹے جو میٹرک میں پڑھ رہے تھے ان میں سے ایک بیٹا محمد اقبال معمولی بیماری کے بعد اللہ کو پیارا ہوگیا اس کی موت سے جہاں حکیم صاحب کی کمر ٹوٹی وہاں اس سے زیادہ محمد صدیق کو بھی گہرا صدمہ پہنچا۔حکیم صاحب نے دل برداشتہ ہو کر گھر کی اکثر ذمہ داریاں محمد صدیق پر ڈال دیں۔یہی وہ بنیادی دکھ تھا جس نے محمدؐ صدیق کو ثاقبؔ زیروی بنا دیا۔پھر 1939ء میں ایک واقعہ ہوا۔گورداسپور کے قصبہ قادیان میں ایک مذہبی جلسہ تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صدارت میں ہونے والے جلسے میں اس بیس سالہ نوجوان شاعر ثاقبؔ زیروی نے اپنی تازہ نظم جو اس نے خاص طور پر اس موقع کے لئے لکھی تھی سنائی۔حاضرین جلسہ اسے سن کر عش عش کر اُٹھے۔اس کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

ساغرِ بادہء عرفان پلا دے ساقی میری سوئی ہوئی تقدیر جگا دے ساقی
تجھ سے اقوام زمانہ کی ہے برکت منسوب میری بگڑی ہوئی قسمت بھی بنا دے ساقی
تو نے جاری کیا خم خانۂ تحریک جدید اس سے بڑھ کے تجھے توفیق خدا دے ساقی
اپنے ثاقب کو جو احساس کی دولت بخشی تجھ کو اس لطف کی اللہ جزا دے ساقی

یہ عشق کسی ماہ رُخ سے نہیں بلکہ اسے اپنے مرشد سے ہوا تھا جو اسے اس کے آخری سانس تک رہا ثاقب نے لکھا

پردہ اُٹھائیے گا رُخ لاجواب سے لپٹی ہوئی ہے دید کی حسرت نقاب سے
ثاقبؔ کو تیرے عشق سے اک زندگی ملی ذرے نے اِکتساب کیا آفتاب سے

یہ عشق خلافت ثانیہ سے لے کر مرتے دم تک رہا۔یہی وجہ تھی کہ خلافت ثالثہ اور رابعہ کے سالانہ جلسے ثاقبؔ کے خوش الحان کلام کے بغیر مکمل نہیں ہوتے تھے۔پاکستان بننے کے بعد گورنر جنرل پاکستان جناب خواجہ ناظم الدین اوران کی بیگم کی سرپرستی نے ثاقبؔ کو بلند ایوانوں میں لا کھڑا کیا۔پھر یوں ہوا کہ معروف مشاعرے ثاقب کی شرکت کے بغیر مکمل نہیں ہوتے تھے۔بہت بعد کی بات ہے مجھے لاہور کے بڑے مشاعرے میں ایک سامع کی حیثیت میں شرکت کا موقع ملا۔واپڈا ہاؤس کے آڈیٹوریم میں

ایک بہت بڑا مشاعرہ منعقد ہوا جو اس دور کا بہت بڑا مشاعرہ تھا جس میں بڑے بڑے شعراء شریک ہوئے۔ وہیں پر میں نے ثاقب زیروی کو مشاعرہ پڑھتے سنا اور جوش ملیح آبادی کو آخری مرتبہ پڑھتے سنا تھا۔ 1959ء میں ثاقب زیروی کا پہلا شعری مجموعہ شائع ہوا۔ جس کا نام اس نے شہاب ثاقب رکھا۔ جب کسی شاعر کا مجموعہ شائع ہوتا ہے تو اس سے عموماً وہ پورے کا پورا شاعر سامنے آ جاتا ہے اور یوں قارئین پر وہ شاعر رفتہ رفتہ کھلنے لگتا ہے۔ میں نے جب شہاب ثاقب کو پڑھا تو جو علامتیں اس میں میرے سامنے آئیں وہ کچھ یوں تھیں۔ جام۔ مے۔ ساقی۔ میکدہ پھر عشق۔ جنوں۔ آنکھیں اور نظر۔

مَیں آپ کو اس کے کچھ شعر پیش کرتا ہوں۔ جہاں اسی کی یہ علامتیں بار بار سامنے آتی ہیں۔

عطا کیا تجھے خدا نے بلند کیسا مقام ساقی
کہ تیرے ساغر کی ایک گردش ہے گردشِ صبح و شام ساقی

اسی طرح مست مست آنکھوں سے اپنے ثاقبؔ کو دیکھتا رہ ساقی
کہ تیرے ان میکدوں سے قائم ہے دو جہاں کا نظام ساقی

میرِ مَے خانہ ہے میں ہوں بادہ ء گلفام ہے
اب میرے ساغر کی زد پہ گردشِ ایام ہے

قلب و جگر کو غم کے سہارے نہیں رہے
شاید ہم ان کے اور وہ ہمارے نہیں رہے

عشق کو تسلیم عذرِ احتیاط و مصلحت
ہم مگر رکھتے ہیں اک ذوقِ جداگانہ ذرا

نظر ملا نہ سکیں گردشیں زمانے کی
ہجوم غم میں ادا سیکھ مسکرانے کی

لطف کی بات یہ ہے کہ اس نے ان علامتوں کو یوں استعمال کیا ہے کہ اس کا عشق بھی سر چڑھ کے بولا اور عام سامع کو بھی یہ اندازہ نہ ہو سکا کہ یہ مے اور جام کے اشارے کہاں تک پہنچتے ہیں۔ یہی اس کی شاعری کا خاص انداز ہے۔ جس طرح پنجابی میں ایک مثال ہے۔

''رو وے یاراں نوں ناں لے لے کے بھراواں دا''

کچھ اس طرح وہ مے۔ جام۔ ساقی۔ اور میخانے کی باتیں کرتا رہا مگر اصل میں وہ اپنے عشق کی سرمستی کا اظہار کر رہا ہوتا تھا۔ جسے اس کا محبوب جان لیتا تھا۔ اس کی ان علامتوں نے مجھ پر اس کا مسئلہ واضح کر دیا۔ میرے نزدیک اس کا اصل مسئلہ وہ عشق تھا جو اسے 1939ء میں ہوا تھا۔ جو آخر دم تک اس پر سوار رہا۔ اس لئے کہ وہ ایک سچا عاشق تھا اس کا محبوب اسے جو کہتا تھا وہ وہی کرتا تھا اس کا معشوق جیسے جیسے اس کے رُخ موڑتا تھا وہ ویسے ہی مڑتا چلا جاتا تھا۔ اس طرح یہ بھی ہوا کہ عاشق بھی مطمئن تھا اور معشوق بھی۔

میں نے اس کی صحافت کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ وہ شاعر کے مقابل صحافی بڑا تھا۔ اس لئے بھی کہ میں خود شاعر ہونے کے سبب اسے بطور شاعر بہتر طور پر جانتا تھا۔ ثاقب نے جاتے ہوئے کہا تھا

مجھے رُخصت کریں رندانِ مَے نوش
کہ میں اس میکدے سے جا رہا ہوں

بس یہ کہتے ہوئے وہ ہم سے رُخصت ہو گیا مگر وہ اَن گنت یادیں ہمارے لئے چھوڑ گیا۔

طاہر مجید جرمنی

6مارچ2024ء

سلام اُن پر درود ان پر

ثاقب زیروی



سلام اُن پر درود ان پر زباں پہ آیا ہے نام جن کا
مرے تخیل کی رفعتوں سے بلند تر ہے مقام جن کا
اُنہی کے فیضِ کرم سے علم و ادب کے چشمے اُبل رہے ہیں
مثالِ قرآں زبانِ عالم پہ آج تک ہے کلام جن کا
بروزِ محشر خدا کی رحمت اُنہی پہ سایہ کرے گی آ کر
جنوں نے بڑھ کر لکھا دیا ہے ترے شہیدوں میں نام جن کا
اُنہی کی مستی ہے میکدوں میں اُنہی کا چرچا ہے میکشوں میں
بلا تامل رواں ہے اب تک تمام رندوں میں جام جن کا
ہمارے دل کا تو پوچھنا کیا اُنہی کا قائل اُنہی پہ مائل!
بلندرتبہ ہے بادشاہوں سے ایک ادنیٰ غلام جن کا
اُنہی کے قانونِ زندگی سے نظام ہیں زندگی کے قائم
نہیں ہے گرچہ جدید پھر بھی جدید تر ہے نظام جن کا
وہ نور دیکھو ظہور دیکھو جمال دیکھو کمال دیکھو
وہی ہیں عقبیٰ میں میرِ محفل سنا تھا دنیا میں نام جن کا
اُنہی کے پیغامِ ضو فشاں سے چھٹیں گی تاریکیاں جہاں کی
عرب کے ظلمت کدوں میں پہلے کبھی تھا گونجا پیام جن کا
نہیں یہ جرات تو اور کیا ہے میں اُن کی توصیف کر رہا ہوں
خدا نے ذوقِ طلب میں ثاقب کیا ہے خود احترام جن کا



اشک برساتا ہے دل

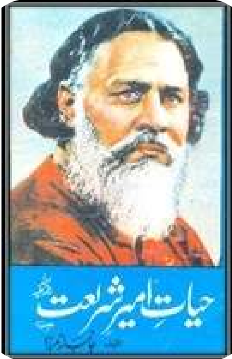
ثاقب زیروی

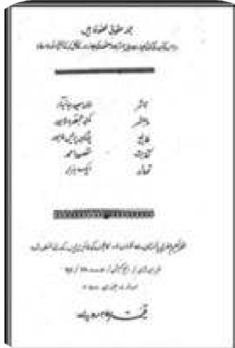
رات کو پچھلے پہر جب اشک برساتا ہے دل
اشک کے ہر ایک قطرے میں نظر آتا ہے دل
صبح تک شاید نہ میں ہوں اور نہ یہ سازِ حیات
ڈوبتے ہیں تارے بیٹھتا جاتا ہے دل
وہ تبسم آفریں چہروں سے کھائے ہیں فریب
جب کوئی بے ساختہ ہنستا ہے بھر آتا ہے دل
حسن واقف ہے نہ اہلِ عشق کو اس کی خبر
کس طرح اک اجنبی صورت پہ آجاتا ہے دل
تھا کبھی میری نگاہوں میں وفا کا اک مقام
اب وفا کا نام سن کر ڈوب سا جاتا ہے دل
عشق کی کشتی کا ساحل سے بھلا کیا واسطہ
کھاتا جاتا ہے تھپیڑے جھومتا جاتا ہے دل
دور ہوتا ہوں تو رہتی ہے نگاہوں کو تلاش
حسن کے نزدیک جاتا ہوں تو گھبراتا ہے دل
ہر قدم پر مشکلیں ہیں عشق غیرت مند کو
جرم کرتی ہیں نگاہیں اور شرماتا ہے دل
شام سے یوں صبح کرتا ہوں فراقِ دوست میں
دل کو سمجھاتا ہوں میں اور مجھ کو سمجھاتا ہے دل
عشق میں ثاقبؔ نگاہیں تو عبث بدنام ہیں
ہم نے دیکھا ہے نظر سے پیشتر آتا ہے دل



شذرات

مرتبہ ذوالکفل اصغر علی بھٹی ایڈیٹر قندیل حق





وہ زبان جو تمسخر کی رسیا ہوگئی تھی

جماعت احمدیہ کے شدید مخالف جناب عطاءاللہ شاہ بخاری کے حالات زندگی ان کے بہت قریبی دوست اور دست راست جناب جانباز مرزا صاحب نے ''حیات امیر شریعت'' کے نام سے شائع کئے ہیں۔آپ نے جناب بخاری صاحب کی زندگی کے آخری دنوں میں ان کے حالات کے بارہ میں ایک انٹرویو بھی کیا تھا جسے آپ نے صفحہ 436 کی زینت بنایا ہے۔آپ نے پوچھا'' ان دنوں جب کہ آپ اس قدر بیمار ہیں اور پبلک لائف سے بھی ریٹائر ہو چکے ہیں کبھی کوئی دیرینہ رفقاء سے کوئی ملنے آیا؟ جواب میں مسکرائے اور کہا: بیٹا! جب تک یہ کتیا زبان بھونکتی تھی سارا برصغیر ہندو پاک ارادت مند تھا۔اس نے بھونکنا چھوڑ دیا تو کسی کو پتہ ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں''(حیات امیر شریعت مصنفہ جانباز مرزا صفحہ 436)



٤٣٦

الاٹ کرا دیں گے، اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی فرما گئے کہ فلاں تاریخ کو فلاں صاحب ملتان سے گزر رہے ہیں، ان سے مل لینا۔ میں نے پوچھا پھر شاہ جی! آپ نے ان سے ملاقات کی؟ کہا، نہیں بابو میرے پاس کالی اچکن اور قراقلی ٹوپی نہیں تھی۔

شاہ جی! آپ کو ذیابیطس کی شکایت کب سے ہے؟ جواب دیا، یہ مرض سکھر جیل میں میرے ساتھ آ لگا تھا، ابھی تک سنگت نبھا رہا ہے۔

(... ان دنوں جب کہ آپ اس قدر بیمار ہیں، اور پبلک لائف سے بھی ریٹائر ہو چکے ہیں، کبھی دیرینہ رفقاء سے کوئی ملنے آیا؟ جواب میں مسکرائے اور کہا: بیٹا! جب تک یہ کتیا (زبان) بھونکتی تھی، سارا برصغیر ہند و پاک ارادت مند تھا۔ اس نے بھونکنا چھوڑ دیا ہے تو کسی کو پتہ ہی نہیں رہا کہ میں کہاں ہوں) ان دیرینوں میں سے ایک آدھ کو چھوڑ باقی میرے ہاں آتے جاتے ہیں۔ پچھلے دنوں ایبٹ آباد سے ایک دوست ملنے آئے۔ انہوں نے ایبٹ آباد جانے پر اصرار کیا، میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا: شاہ جی! آپ ان کے ہاں چلے جاتے، ایبٹ آباد صحت افزا مقام ہے۔ ملتان کی گرمی میں آپ کیوں تڑپ رہے ہیں؟ جواب دیا: بیٹا! اب عمر کی اس سطح پر آ گیا ہوں کہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کتنے لوگ میرے ہاں آتے ہیں، ساری عمر لوگوں کی مہمانی میں گزاری اب میزبان بن کر بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔

میں نے دیکھا کہ شاہ جی اب تھکنے لگے ہیں، چنانچہ کاغذ پنسل سنبھال لی تاکہ یادداشت کے لیے کچھ لکھوں۔ شاہ جی نے میری تیاری دیکھی تو انہوں نے بات روک دی۔ میں نے ایک اور سوال کر دیا۔ جواب میں کہا: اخبار والوں سے ڈر لگتا ہے۔ آپ لوگ اکثر واقعات مسخ کر دیتے ہیں۔

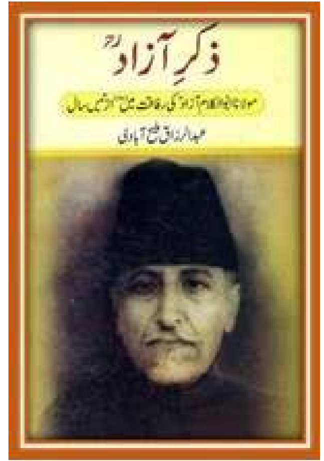
تبصرہ قندیل حق

ممتاز بریلوی عالم دین جناب ابوکلیم محمد صدیق فانی صاحب نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ ''محققین صوفیاء نے سچ فرمایا ہے۔کہ بعض دفعہ علم حجاب اکبر بن کر انسان کو صراط مستقیم سے دور لے جا کر قعر مذلت کی دلدل میں ایسا ڈالتا ہے کہ جس سے نکلنا اس کے لئے انتہائی دشوار ہو جاتا ہے اور پاکان پر طنز و مزاح کرنا اس کی زندگی کا نصب العین بن جاتا ہے''

(''آئینہ اہل سنت بجواب رضا خانی مذہب صفحہ 20 شائع کردہ اویسی بک سٹال پیپلز کالونی گوجرانوالہ)

چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ احراری دنیا کے بے تاج بادشاہ کو اللہ نے خطابت کی بے پناہ طاقت سے نوازا تھا۔آپ اسی طاقت کے سہارے ساری ساری رات مجمع کو سحر زدہ کئے رکھتے تھے مگر افسوس کہ آپ نے اس نعمت خداداد کو اللہ کے فرستادہ کی توہین، پاکان پر طنز و مزاح اور جماعت احمدیہ پر مظالم روا رکھنے کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔وقت کے ساتھ ساتھ تمسخر اور استہزاء کو اپنا ذاتی تعارف بنا لیا۔آپ کا حلقہ مریدین بھی آپ کی اس نازیبا حرکت پر پریشان ہونے کی بجائے اس سے محظوظ ہونا شروع ہوگیا۔یقیناً خدا اپنے پیاروں کے لئے بہت غیرت رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انی مھین من اراد اھانتك اور پھر اہانت کرنے کا انجام کیا ہوا اس کا منہ بولتا ثبوت ان صاحب کے ذاتی الفاظ پیش کئے گئے ہیں۔یہ الگ بات ہے کہ اس کسمپرسی کی حالت میں بھی جماعت نے ہی ان کی ڈھارس بندھائی اور نان و نفقہ کا بندوبست کیا۔

تصویر بلاتبصرہ







تاریخ کا انتقام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تاریخی انتباہ

حضورانور نے یہ تاریخی کلمات آج سے 89 سال قبل 2 جولائی 1935 کو قادیان کی سرزمین سے ادافرمائے تھے جس کا عکس پیش کیا جارہاہے

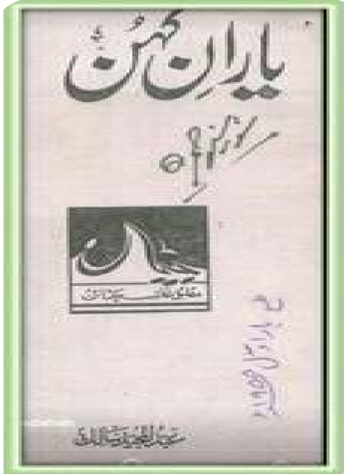
تاریخ کا انتقام

تبصرہ قندیل حق

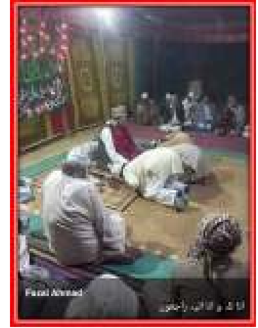
آج دنیا کے 200 سے زائد ممالک احمدیت اسلام کی ٹھنڈی آغوش کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ دن دورنہیں جب حضورانور کے یہ الفاظ اور زیادہ شان اور زیادہ شوکت سے پورے ہونگے۔ انشاءاللہ

تصویر بلاتبصرہ





پیر اور سجدے کرتے مریدین



پاکستان کے مشہور عالم دین جناب امیر حمزہ صاحب پاکستان کے سرکاری مسلم مزاروں،سرکاری مسلم درباروں ،سرکاری مسلم مجاوروں اور سرکاری مسلم زائرین کی ایمان پرور اور روح سرور کیفیات کے مشاہدات پر مبنی کتاب ’’مذہبی وسیاسی باوے‘‘لکھی ہے یہ 244 صفحات پر مبنی ہے اس کے پیش لفظ میں یوں تعارف پیش کیا گیا ہے



’’صد افسوس کہ امت مسلمہ اسی قدر شرک کی اندھیر نگری میں اندھا دھند بھٹک رہی ہے۔ نام نہاد صوفیاء کرام مسلمانوں کے ایمان کے ساتھ آنکھ مچولی کرنے میں مصروف ہیں۔ زیر نظر کتاب میں مولانا امیر حمزہ نے برصغیر پاک وہند کے بہت سے درباروں کا آنکھوں دیکھا حال پیش کیا ہے مولانا نے ملک کے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے وہاں کی درگاہوں اور گدیوں پر ہونے والے شرمناک مناظر سے نقاب کشائی کی ہے۔ مصنف نے کتاب میں مختلف نام نہاد پیروں فقیروں کی کرتوتوں سے بھی نقاب اٹھا کر سادہ لوح لوگوں کو یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ جن کو وہ ولی اللہ اور پہنچے ہوئے سمجھتے ہیں وہ حقیقت میں کتنے بھیانک چہرے والے ہیں۔ بے چارے بھٹکے ہوئے لوگوں کی عزتوں کو تار تار کرنا، زنا کے اڈے بنانا، چرس اور افیون کا کھلا استعمال، پھر ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ ولی تقدیر کو بدل دیتا ہے، جھوٹی کرامتیں، شعبدہ بازیاں، مادرزاد ننگے جسم کے ساتھ جلوہ افروز پیر، بابے کا چاند میں نظر آنا یہ وہ غلط نظریات ہیں جو لوگوں میں بڑی گہرائی کے ساتھ سرایت کر گئے ہیں مصنف نے ان چیزوں کا آنکھوں دیکھا مشاہدہ لوگوں کے سامنے بیان کرکے ان کو سمجھانے کی کوشش کی ہے‘‘۔

تبصرہ قندیل حق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں تبصرہ پیش ہے جو جماعت احمدیہ کو کافر کہتے ہیں اور خود سرکاری مسلمان بن کر کیا کیا کرتوت روا رکھے ہوئے ہیں فرمایا

’’میں ان مخالفوں سے بڑے بڑے مشائخ اور گدّی نشین اور صاحبِ سلسلہ ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ کیا پیغمبرِ خدا ﷺ تمہارے درود و وظائف اور چلہ کشیاں، اُلٹے سیدھے لٹکنا بھول گئے اگر معرفت اور حق شناسی کا یہی ذریعۂ اصل تھے۔ مجھے بہت ہی تعجب آتا ہے کہ ایک طرف قرآن شریف میں یہ پڑھتے ہیں۔اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ (المائدہ:4)اور دوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس تکمیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ایک طرف تو ظالم طبع لوگ مجھ پر افترا کرتے ہیں کہ گویا میں ایسی مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جو صاحب شریعت نبی ﷺ کے سوا الگ نبوت ہے، مگر دُوسری طرف یہ اپنے اعمال کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ تو خود کر رہے ہیں۔ جب خلافِ رسول اور خلافِ قرآن ایک نئی شریعت قائم کرتے ہیں اب اگر کسی دل میں انصاف اور خدا کا خوف ہے تو کوئی مجھے بتائے کہ کیا ہم رسول اللہ ﷺ کی پاک تعلیم اور عمل پر کچھ اضافہ یا کم کرتے ہیں جب کہ اسی قرآن شریف کے بموجب ہم تعلیم دیتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہی کو اپنا امام اور حکم مانتے ہیں۔۔۔پھر جھوٹی اور مستقل نبوت کا دعوی تو یہ لوگ خود کرتے ہیں اور الزام مجھے دیتے ہیں۔ختم نبوت کی حقیقت۔ یقینا یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں

ہوسکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین یقین نہ کرلے۔ جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپ کو خاتم النبیین نہیں مانتا کچھ نہیں۔ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔ بزہد وورع کوش وصدق وصفا ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ ہمارا مدعا جس کے لئے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو ابدالآباد کے لئے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعے قائم کی ہیں ان ساری گدیوں کو دیکھ لو اور عملی طور پر مشاہدہ کرو کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت پر ہم ایمان لاتے ہیں یا وہ؟

یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جائے کہ منہ سے ہی خاتم النبیین مانو اور کرتوتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو اور اپنی الگ شریعت بنالو۔ بغدادی نماز، معکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں کیا قرآن شریف یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل میں بھی اس کا کہیں پتا لگتا ہے اور ایسا ہی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کہنا اس کا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف سے ملتا ہے آنحضرت کے وقت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا۔ شرم کرو۔ یا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ان باتوں کو مان کر ایسے عمل رکھ کر تم اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ میں نے خاتم النبیین کی مہر کو توڑا ہے۔

اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لا کر آپ کے طرز عمل اور نقش قدم کو اپنا امام بنا کر چلتے تو پھر میرے آنے کی ہی کیا ضرورت ہوتی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مبعوث کرے جو ان جھوٹی نبوتوں کے بُت کو توڑ کر نیست و نابُود کرے۔ پس اسی کام کے لیے خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے۔

مَیں نے سنا ہے کہ غوث علی پانی پتی کے ہاں شاکت مت کا ایک منتر رکھا ہوا ہے، جس کا وظیفہ کیا جاتا ہے اور ان گدّی نشینوں کو سجدہ کرنا یا اُن کے مکانات کا طواف کرنا، یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لیے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوّت اور عزّت کو دوبارہ قائم کریں۔ ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو اس کے عشق ومحبّت کی خصوصیّت کیا رہی۔ تو پھر اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں۔ جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خانقاہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ مدینہ طیبّہ تو جاتے نہیں مگر اجمیرؔ اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گذر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے۔ کسی نے کوئی اور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عُرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچّے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ انہوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلامؔ کی غیرت نہ ہوتی اور ان الدین عند اللہ الاسلام (آلِ عمران:20) خدا کا کلام نہ ہوتا اور اس نے نہ فرمایا ہوتا۔ انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (الحجر:10) تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہوگئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدہ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپؐ کی نبوّت کو نئے سرے سے زندہ کر کے دکھا دے؛ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مامور اور مَہدی بنا کر بھیجا‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 64،65)

سعودی عرب میں پہلا شراب خانہ اور علم الکلام کے ماہر
28/01/2024 یاسر پیرزادہ ''ہم سب ویب سائٹ''

''سعودی عرب کے شہر ریاض میں ملک کا پہلا شراب خانہ کھولا جا رہا ہے، فی الحال یہ شراب خانہ صرف سفارتی عملے کے لیے ہوگا لیکن شنید ہے کہ مستقبل میں اِس کا دائرہ کار بڑھا دیا جائے گا۔ ملک میں سنیما گھر پہلے ہی کھل چکے ہیں اور سعودی حکومت 2030 تک مزید 300 سنیما گھر بنانے کا ارادہ رکھتی ہے''

تبصرہ قندیل حق

سعودی عرب میں شراب خانے کھلنے کے اعلان کے ساتھ مجھے جناب زرداری صاحب نے صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایک سابقہ بیان یاد آ گیا جب آپ نواز شریف صاحب کی اپوزیشن میں تھے تو فرمایا کرتے تھے۔

''میں تو نواز شریف کے ساتھ جنت میں بھی نہیں جاؤں گا۔ لیکن آجکل آپ دونوں شیر و شکر ہیں زرداری صاحب صدر ہیں تو شہباز شریف وزیر اعظم ہو سکتا ہے۔ اس شیر و شکر پر محترمہ بینظیر صاحبہ کا شراب کے حوالہ سے ریکارڈ یاد آ رہا ہے''۔ بینظیر بھٹو صاحبہ کا زمانہ تھا کہ ایک دن ''سندھ اسمبلی میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے صوبائی وزیر آبکاری اسمٰعیل راہو نے بتایا کہ سندھ میں اب شراب خانوں کی کل تعداد 109 ہوگئی ہے جن میں سے 55 کراچی ڈویژن، 34 حیدر آباد ڈویژن، 6 سکھر ڈویژن اور 14 لاڑکانہ ڈویژن میں ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ موجودہ حکومت نے شراب خانوں کے مزید دس لائسنس جاری کئے ہیں جن میں سے آٹھ کراچی کیلئے ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے شاید اسی لئے کہا تھا کہ کراچی میں پانی مشکل سے ملتا ہے لیکن شراب آسانی سے دستیاب ہو جاتی ہے۔ موجودہ حکومت کے دور میں جس تیزی سے نئے شراب خانے کھل رہے ہیں ان سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکومت ملک میں شراب کی نہریں جاری کرنا چاہتی ہے۔ پچھلے دنوں سینیٹر ڈاکٹر جاوید اقبال نے انکشاف کیا تھا کہ اسلام آباد میں جب قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوتا ہے تو شراب کی قیمتیں تین گنا بڑھ جاتی ہیں جس کا سیدھا سادا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اکثر عوامی نمائندے پانی کی جگہ شراب استعمال کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلم لیگی حکومت اسے ''شراباً طهورا'' سمجھ کر عام کرنا چاہتی ہے۔ اسلام زندہ باد!''

اسی دن نوائے وقت نے بسنت کے حوالے سے اسلامیان لاہور کے متعلق مزید یوں لکھا ''خدا کا شکر ہے کہ اہل لاہور کو بسنت کے بخار سے نجات ملی۔ ہفتہ اتوار کی درمیانی رات اور پورا دن اہل لاہور پر بڑا بھاری گزرا۔ امراء کی چھتوں پر جوانیاں ناچتی رہیں۔ فلمی اداکار اور سیاستدان مل کر بھنگڑے ڈالتے رہے۔ گورنر پنجاب اور چیئرمین سینٹ نے بھی بسنتیوں کے ساتھ مِلکر تصویریں اتروائیں۔ بھارت سے سکھوں سمیت بہت سے مہمان آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جی بھر کر بھنگڑا ڈالا۔ ان کے علاوہ دوسرے شہروں سے بھی بہت سے لوگ بسنت منانے کے لیے لاہور کے ہوٹلوں میں مقیم تھے۔ شہر میں پانی نایاب لیکن شراب کھلے عام دستیاب تھی۔ ہمارے ٹی وی نے قومی تہوار قرار دیکر بسنت کو عید سے زیادہ اہمیت دے دی۔ سارا دن تڑ تڑ گولیاں چلتی رہیں۔ لیکن شام کے وقت تو وہ گولی چلی کہ الامان۔ یہ بسنت کو الوداع کرنے کا وقت تھا۔ یہ اس قوم کا حال ہے کہ جس کا بال بال قرضے میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر حساب لگایا جائے تو اربوں روپے شراب اور ڈور پر خرچ ہو گئے ہوں گے''۔ (''سر راہے'' نوائے وقت 24 فروری 1998ء)

محترمہ کی پہلی حکومت کے متعلق بھی روزنامہ خبریں کسی ایسی ہی جنت کے بارے میں شاقی نظر آتا تھا چنانچہ 15 مئی 1995 کی اشاعت خاص میں

لکھتا ہے

”قومی اخبارات میں گذشتہ دنوں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم محترمہ بینظیر بھٹو نے صرف ایک شہر کراچی میں بیک جنبش قلم شراب کی 70 دکانوں کو اجازت نامے عطا کرنے کے علاوہ ایک شراب کی فیکٹری کا لائسنس بھی منظور فرمایا ہے۔ابھی اس حکم کی سیاہی بھی خشک نہیں ہوئی تھی اور اگلے روز کے اخبارات میں مختلف رہنماؤں کا ردعمل شائع ہوا۔اسی روز وزیر اعظم صاحبہ کا یہ فرمان بھی نظر سے گزرا کہ فائیو سٹار اور فور سٹار ہوٹلوں کو شراب کے لائسنس جاری کیئے گئے ہیں۔کراچی میں دیئے گئے شراب خانوں کے لائسنس کے جواز میں اس دلیل کا سہارا لیا گیا تھا کہ عیسائیوں اور غیر مسلموں کے روپ میں شراب کے پرمٹوں سے دراصل مسلمان فائدہ اٹھاتے تھے۔یعنی بالفاظ دیگر جو لوگ چوری چھپے یا غیر مسلم بن کر غیر قانونی طور پر شراب کے پرمٹوں پر دختر انگور سے شوق فرماتے تھے،اب انہیں قانون کے دائرے میں حصول شراب کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے“

(خبریں اسلام آباد 15 مئی 1995 اشاعت خاص)

بلا تبصرہ غزہ: یہ بازی تو افریقی لے گئے

28/01/2024 اسلم بھٹی ”ہم سب ویب سائٹ“

علامہ اقبال نے جواب شکوہ میں کہا تھا کہ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے۔مشرق وسطیٰ میں 7 اکتوبر سے اسرائیل کی ظلم و استبدادیت نے جارحیت اور نسل کشی کی انتہائی گھناؤنی مثالیں قائم کی ہیں۔اسرائیل کی استعماریت پر خاموشی اختیار کرنے اور اسے شہ دینے کی تعداد اسے روکنے والوں سے کہیں زیادہ تھی تاہم حال ہی میں جنوبی افریقہ نے عالمی عدالت انصاف میں اس کے خلاف نسل کشی کا مقدمہ دائر کر کے تاریخ رقم کر دی ہے۔

کاش یہ اقدام کعبے کے پاسبان ہونے کا دعویٰ کرنے والے مسلمان کرتے۔تاہم یہ اعزاز جنوبی افریقہ کو ملا ہے جس نے اتنا فاصلہ اور زیادہ تعلق نہ ہونے کی باوجود اس ظلم پر خاموشی اختیار نہیں کی اور عالمی عدالت کا دروازہ جا کھٹکھٹایا اور اسرائیل کے ظلم کے خلاف اپنی شکایات درج کرائیں۔

یہ ان کی شکایت کا ہی نتیجہ تھا کہ عالمی عدالت نے ایک توانا آواز کے ساتھ اسرائیل کو فلسطینیوں کی نسل کشی کرنے سے باز رہنے کا کہا اور بجا طور پر کہا کہ اسرائیل فلسطینیوں کی نسل کشی کر رہا ہے اور ایسے اقدامات سے باز رہے جس سے مزید نسل کشی کا تاثر ابھرتا ہوا نظر آئے۔خالق جس سے چاہے اس سے اپنی مخلوق کی حفاظت کروا سکتا ہے۔وہ ابابیلوں سے اپنے گھر کی حفاظت بھی کروا سکتا ہے اور غیر مسلموں سے مسلمانوں کی حفاظت بھی کرانے پر قدرت رکھتا ہے۔مجھے اس وقت حبشہ کا بادشاہ نجاشی یاد آ رہا ہے جس کے پاس مسلمان قریش مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے پناہ گزین ہوئے تھے۔جب قریش مکہ نے اپنا وفد ان پناہ گزین مسلمانوں کی حوالگی کے لیے نجاشی کے دربار میں بھیجا تو نجاشی نے دوٹوک الفاظ میں کہا کہ وہ ان معصوم مسلمانوں کو کبھی بھی ان کے حوالے نہیں کرے گا۔یہی نہیں بلکہ ان کی سرپرستی اور مکمل حفاظت بھی کی۔بعد میں جب نجاشی کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اس کا غائبانہ جنازہ پڑھایا بلکہ تعریف بھی کی۔نجاشی مسلمان نہیں تھا اور ایک عیسائی حکمران تھا لیکن اس کے باوجود اس نے مسلمانوں کی حفاظت کو یقینی بنایا۔

آج 56 مسلمان ممالک ہونے کے باوجود وہ اپنے فلسطینی بھائیوں کے لیے حفاظت اور مدد تو کجا ان کے لیے آواز بھی نہیں اٹھا سکے اور ان کے حقوق کو اپنی آنکھوں کے سامنے پائمال ہوتا دیکھ رہے ہیں۔

ظلم آخر ظلم ہے، بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ جلد یا بدیر ظلم کو مٹنا ہی ہوتا ہے۔ میدان جنگ یا تاریخ کے میدان میں باطل کو شکست ہی ہونی ہوتی ہے تاہم مشکل میں غیروں اور اپنوں کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ اسرائیل کو بھی اپنی اس وحشیانہ ظلم و بربریت اور نسل کشی کا ایک دن ضرور حساب دینا پڑے گا۔ تاہم جنوبی افریقہ کے اس اقدام کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ کالوں کا ہی سہی، آخر کسی کا ضمیر تو جاگا ہے جو بہرحال سوئے ہوئے ضمیروں سے بدرجہا بہتر ہے۔''



سہوالہ (شیخوپورہ) کے مشترکہ قبرستان میں احمدی کی تدفین زبردستی روک دی گئی

2024/02/01 ہم سب نیوز ahmadi

مؤرخہ 28 جنوری 2024ء کو ایک احمدی فضل کریم ولد شیر محمد آف سہوالہ ضلع شیخوپورہ کی وفات ہوئی اور اگلے روز مؤرخہ 29 جنوری کو تدفین کے لئے سہوالہ گاؤں کے مشترکہ قبرستان میں انتظام کیا گیا۔ گاؤں میں قبرستان مشترکہ ہے اور 1 کنال جگہ احمدیوں کے لئے الگ مختص ہے۔ جہاں پہلے دو احمدیوں کی قبریں موجود ہیں۔ فضل کریم کی تدفین کے لئے قبر کی کھدائی اور انتظام گاؤں کے غیر احمدیوں نے ہی کیا۔ گاؤں کی اکثریت ساتھ تھی اور کسی نے مخالفت نہیں کی۔ تاہم گاؤں کا مولوی جب واپس علاقے میں آیا تو اس نے مخالفت شروع کی اور احمدی کی تدفین کا اعلان کرنے والے کو بھی زدوکوب کیا نیز اس نے اردگرد کے علاقے کے مولویوں کو اطلاع کر دی۔ جس پر مخالفین جمع ہو گئے جن کے پاس کلہاڑیاں، ڈنڈے اور بعض کے پاس بندوقیں بھی تھیں۔ اس موقع پر قریبی علاقے سالار سیداں سے آئے تحریک لبیک کے ایک مولوی کی تقریر پر لوگ مشتعل ہو گئے۔ اس موقع پر انتہا پسندوں نے قبر کھودنے والے غیر احمدیوں کو بھی مارا اور گالیاں دیں اور کھدائی کے اوزار اور سلیبیں توڑ کر قبر میں ہی دفنا دیں۔

اطلاع ملنے پر چار گاڑیوں میں پولیس کی نفری پہنچی۔ صورتحال کے پیش نظر ورثا نے مشورہ کے بعد سوا سو کلومیٹر دور ربوہ میں تدفین کا فیصلہ کیا۔''

تبصرہ قندیل حق۔

احمدیوں کے خلاف جس بے انصافی اور زیادتی کا دور 1953 میں شروع کیا گیا تھا وہ آگ چلتے چلتے آج ہر اپنے دھکانے والے کی دہلیز تک لوٹ آئی ہے اور یوں یہ نفرت کا طوفان پوری قوم کو کس گڑھے میں لے اترا ہے فرصت ہو تو کبھی اپنے گھر کی بدحالی پر نظر کیجئے۔ ہم کہیں گے تو شکایت ہو گی۔ سر دست ایک رپورٹ ملاحظہ ہو

ہم سب ویب سائٹ پر جناب راو غلام مصطفیٰ صاحب نے 2020/10/13 نے زیر عنوان ''عدم برداشت: سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی گراوٹ'' لکھتے ہوئے درج ذیل نقشہ کھینچا ہے

''جب بھی کوئی قوم زوال پذیر ہوتی ہے تو اس میں عدم برداشت اور اس کے رویے تہذیب و شائستگی' اخلاق و کردار اور صبر و عمل سے عاری ہو جاتے ہیں لہجوں اور چہروں سے کرختگی کے تاثرات نمایاں ہوتے ہیں تعمیری سوچ کے بجائے تخریبی سرگرمیاں ان کا محور بن جاتی ہیں۔ وطن عزیز میں عدم برداشت کا یہ عالم ہے کہ کسی کی ذرا سی بات پر باہمی احترام' رواداری' صلح جوئی اور امن و آشتی کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے جس کے باعث تعصب' نفرتوں' قتل و غارت گری اور بربریت کے ایسے سانحات جنم لے رہے ہیں جو ایک مہذب معاشرے کی نفی کرتے ہوئے زہر قاتل بنتے جا رہے ہیں۔

معاشرہ اس وقت زمانہ عدم برداشت اورسیاسی ومعاشرتی اخلاقی اقدار سے عاری ہوتا جارہا ہے لوگوں کے رویوں میں صبر وتحمل اورقوت برداشت نہیں ہے رویوں میں شدت پسندی اور عدم برداشت اس حد تک غالب آچکے ہیں کہ ہمارے رویوں اور اخلاقی اقدار کی گراوٹ کے باعث احترام آدمیت کا جنازہ نکل چکا ہے۔

آج کے جدید ترین ترقی یافتہ دور میں اس اشرف مخلوق کی عدم برداشت اوراخلاقی پستی کے باعث یہ تمام اشرف صلاحیتیں آہستہ آہستہ ختم ہوتی جارہی ہیں جھوٹ' دھوکہ' مکاری' فتنا پن' حرام کی کمائی' اورعیاشی اس کی فطرت کا حصہ بنتی جارہی ہے۔ملکی معاشرہ کبھی تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھالیکن آج یہی معاشرہ بدترین تہذیبی واخلاقی قدروں کی پامالی سے گزر رہا ہے ایسا محسوس ہورہا ہے جیسے ہمارے معاشرے میں اخلاقی اقدار کی پستی اور ہمارے رویوں کی شدت پسندی نے اسے جنگل راج میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔اس معاشرے میں جو ہولناک' دہشتی وحیوانی جنسی ہوس کے خوفناک واقعات اس پاک سرزمین کے جھومر کو داغدار کررہے ہیں اس سے انسانیت درگو ہوتی جارہی ہے۔

ملکی دھرتی پر ایسے ایسے بدترین حیوانی واقعات جنم لے رہے ہیں جن کو تحریر کرتے ہوئے ہاتھوں کی انگلیاں کانپ اٹھتی ہیں الجھن سے ذہنی تناؤ بڑھ جاتا ہے جس معاشرے میں حیوانیت کے ہاتھوں سربازار بنت حوا کی لٹتی عصمتوں پر کربناک آہیں اورانصاف کی دہائیاں قانون کو بیدار نہ کرسکیں وہاں کے معاشرے کی اخلاقی گراوٹ کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے''

''جماعت احمدیہ نے مذہبی امتیاز پر احتجاج کرتے ہوئے عام انتخابات 2024 سے اعلان لاتعلقی کردیا

2024/02/01 ویب ڈیسک ahmadi, constitution, rights,pakistan

چناب نگر(پ ر) جماعت احمدیہ پاکستان کے پریس سیکشن نے 8 فروری 2024 کو ہونے والے عام انتخابات سے لاتعلقی کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ انتخابات مخلوط طرز پر ہورہے ہیں اس کے باوجود عقیدے کے اختلاف کی بنا پر مذہبی تفریق کرتے ہوئے صرف احمدیوں کے لئے الگ ووٹر لسٹ بنائی گئی ہے۔ووٹرز کی رجسٹریشن اور ووٹر لسٹوں کی تیاری کا کام مکمل ہو چکا ہے۔عقیدے کے اختلاف کی بنا پر صرف احمدیوں کے لئے الگ ووٹر لسٹ واضح طور پر امتیازی سلوک ہے۔

اس وقت پاکستان میں ایک ووٹر لسٹ ہے جس میں مسلمان، ہندو، مسیحی، سکھ، پارسی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے پاکستانی شامل ہیں جبکہ صرف احمدیوں کے لئے الگ ووٹر لسٹ بنائی گئی ہے جس کے اوپر" قادیانی مرد/خواتین" تحریر ہے۔

محض مذہب کی تفریق کی بنا پر امتیازی سلوک روا رکھتے ہوئے الگ فہرست کا اجراء، احمدی پاکستانی شہریوں کو انتخابات سے الگ رکھنے اور ووٹ کے حق سے محروم رکھنے کی ایک ارادی کوشش ہے۔یہ تفریق اور امتیاز بنیادی انسانی حقوق، حضرت قائداعظم کے فرمودات اور آئین پاکستان اور مخلوط طرز انتخاب کی روح کے سراسر خلاف ہے۔

جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان عامر محمود نے کہا ہے کہ درج بالا صورتحال کے پیش نظر جماعت احمدیہ پاکستان کی عام انتخابات میں شمولیت ممکن نہیں اس لئے جماعت احمدیہ پاکستان نے عام انتخابات 2024 سے اعلان لاتعلقی کا فیصلہ کیا ہے اور اگر ان انتخابات میں کوئی فرد بطور احمدی حصہ لیتا ہے تو وہ کسی صورت احمدیوں کا نمائندہ نہیں کہلا سکتا اور نہ ہی احمدی اسے اپنا نمائندہ تسلیم کریں گے۔''

تبصرہ قندیل حق

سنا تھا کہ بے جانفرت آخر اندھا کر دیتی ہے سووہ پریکٹیکلی آج دیکھ رہے ہیں۔ایک وقت تھا کہ صرف مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نفرت میں پادریوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے اور حیرت ہے آج ساری پاکستانی قوم عیسائی یہودی، مشرک، سکھ بلکہ ہر غیر مسلم کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہے اور پاکستان کا الیکشن کمیشن یہ اعلان فرما رہا ہے کہ تین خدا کو ماننے والا عیسائی، بتوں کی پوجا کرنے والا مشرک تو ہمارا بھائی ہے لیکن امام مہدی کا دعویٰ کر کے حب رسول ﷺ کا جھنڈا اٹھانے والا اور دنیا کے ہر ملک میں اسلام کا دفاع کرنے والا نا منظور ہے۔قرآن مجید کی زبان میں یہی کہہ سکتا ہوں وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (12) كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ (13) لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (الحجر 12-14) اور کوئی رسول ان کے پاس نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے تمسخر کیا کرتے تھے (12) اسی طرح ہم مجرموں کے دلوں میں اس (بے باکی) کو داخل کرتے ہیں (13) وہ اس (رسول) پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ اس سے پہلے لوگوں کا مآل گزر چکا ہے (14)

بریلوی بھائیوں کے نزدیک دیوبندیوں کی توہین آمیز عبارات کے اظہار کی ضرورت کیوں ہے؟

بعض دیوبندی حضرات کہا کرتے ہیں کہ علماء دیوبند کی ان عبارات کے اظہار و اشاعت کی کیا ضرورت ہے جن سے آپ لوگ توہین سمجھتے ہیں۔اس زمانے میں ان عبارات کی اشاعت بلاوجہ شور و شر، فتنہ وفساد کا موجب ہے اور یہ بڑی ناانصافی ہے کہ علماء دیوبند کے ساتھ لڑائی مول لی جائے۔اس کا جواب یہ ہے کہ علماء دیوبند کی توہینی عبارتوں کے اظہار کی وہی ضرورت ہے جو مولوی احمد علی صاحب کو مودودیوں کا پول کھولنے کے لئے پیش آئی کہ علماء دیوبند نے تمام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف اللہ تعالیٰ اور انبیاء و اولیاء کی مقدس شان میں وہ شدید اور نا قابل برداشت حملے کئے ہیں جنہیں کوئی مسلمان برداشت نہیں کر سکتا۔مولوی احمد علی صاحب اس ضرورت کو حسب ذیل عبارت میں بیان فرماتے ہیں

''کیا جب ڈاکو کسی کے گھر میں گھس آئے تو گھر والا ڈاکو سے مقابلہ کر کے اپنا مال اور اپنی جان نہ بچائے اور اگر مال اور جان بچانے کے لئے ڈاکو سے مقابلہ کرے تو پھر کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ گھر والا بڑا ہی بے انصاف ہے کہ ڈاکو سے لڑ رہا ہے۔'' (رسالہ مذکور مولوی احمد علی صاحب ص 84)

علماء دیوبند کی تہذیب کا ایک مختصر نمونہ



دیوبندی حضرات عام طور پر کہتے ہیں کہ بریلوی مولوی علماء دیوبند کو گالیاں دیا کرتے ہیں۔اس الزام کی حقیقت تو ہمارے اسی رسالہ سے منکشف ہو جائے گی اور ہمارے ناظرین کرام پر روشن ہو جائے گا کہ جس شائستگی اور تہذیب سے ہم نے علمائے دیوبند کے خلاف یہ رسالہ لکھا ہے اس کی مثال ہمارے مخالفین کی ایک کتاب سے بھی پیش نہیں کی جا سکتی لیکن مزید وضاحت کے لئے بطور نمونہ ہم مولوی حسین احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ دیوبند کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' سے چند وہ عبارات پیش کرتے ہیں جن میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کو شدید ترین قسم کی دلآزار گالیاں دی گئی ہیں۔ان عبارات کو پڑھ کر ہمارے ناظرین کرام علماء اہل سنت اور فضلاء دیوبند کی تہذیب کا مقابلہ کر لیں۔ملاحظہ فرمائیے۔

1۔پھر تعجب ہے کہ مجدد بریلوی آنکھوں میں دھول ڈال رہا ہے اور کذب خالص مشہور کر رہا ہے۔''لعنۃ اللہ

تعالٰی فی الدارین۔" آمین۔ یعنی لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس (مجدد بریلوی) پر دونوں جہانوں میں" (الشہاب الثاقب ص 81)

2۔ "آپ حضرات ذرا انصاف فرمائیں اور اس بریلوی دجال سے دریافت کریں۔" (الشہاب الثاقب ص 86)

3۔ "مجدد الضالین فرماتے ہیں۔"

4۔ "ہم آگے چل کر صاف طور پر ظاہر کردیں گے کہ دجال بریلوی نے یہاں پر محض بے سمجھی اور بے عقلی سے کام لیا ہے۔" (ص 95)

5۔ "اس کے بعد مجدد الضالین علیہ ما علیہ الخ" (ص 103)

۶۔ "سلب اللہ ایمانك وسود وجهك فی الدارین وعاقبك بما عاقب به ابا جهل و عبد اللہ بن ابی یا رئیس المبتدعین۔ آمین" یعنی اے بدعتیوں کے سردار (مجدد بریلوی) سلب کرے اللہ تعالیٰ تیرا ایمان اور دونوں جہان میں تیرا منہ کالا کرے اور تجھے وہی عذاب دے جو ابوجہل اور عبداللہ بن ابی کو دیا تھا۔ آمین" (ص 104، 105)

7۔ "مگر تہذیب علم کوئی لفظ مجدد بریلوی کے شایانِ شان قلم سے نہیں نکلنے دیتی۔" (ص 105)

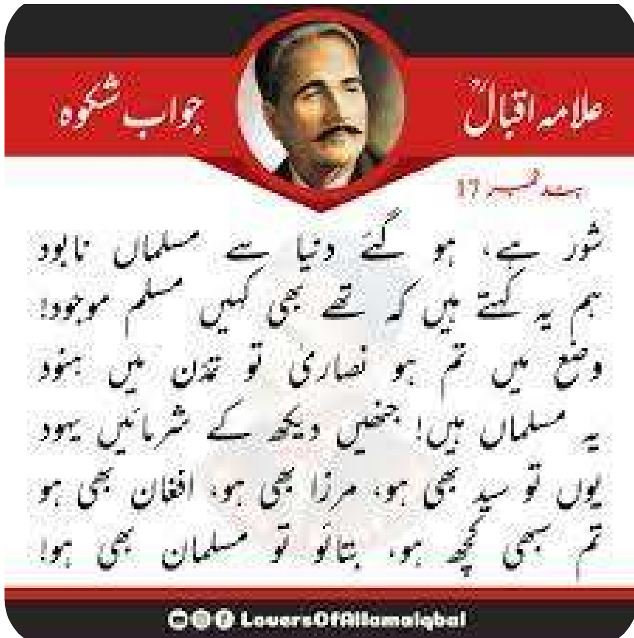
8۔ "فسود اللہ وجهه فی الدارین واسکنه بحبوحة الدرك الاسفل من النار مع اعداء سید الکونین علیه الصلوٰة والسلام۔ آمین یا رب العٰلمین۔" (ص 119) یعنی اللہ تعالیٰ اس (مجدد بریلوی) کا دونوں جہان میں منہ کالا کرے اور اسے حضور کے دشمنوں کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے گڑھے میں رکھے۔

9۔ "یہ سب تکفیریں اور لعنتیں بریلوی اور اس کے اتباع کی طرف لوٹ کر قبر میں ان کے واسطے عذاب اور بوقت خاتمہ ان کے لئے موجب خروج ایمان و ازالہ تصدیق و ایقان ہوں گی اور قیامت میں ان کے جملہ متبعین کے واسطے اس کی موجب ہوں گی کہ ملائکہ حضور ﷺ سے کہیں گے "اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ" اور رسول مقبول ﷺ دجال بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر اپنے حوض مورود و شفاعت محمود سے کتوں سے بدتر کرکے دھتکار دیں گے اور امت مرحومہ کے اجر و ثواب و منازل و نعیم سے محروم کئے جاویں گے۔"

"سود اللہ وجوههم فی الدارین وجعل قلوبهم قاسیة فلا یؤمنوا حتّٰی یروا العذاب الالیم۔" (الشہاب الثاقب ص 120) یعنی ان بریلویوں کا منہ دونوں جہان میں کالا کرے اور ان کے دلوں کو سخت کردے تو وہ ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ عذابِ الیم کو دیکھ لیں۔

ان تمام بددعاؤں اور گالیوں کے جواب میں صرف اتنا عرض ہے کہ الحمدللہ! اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ تو ہرگز اس بدگوئی کے مصداق نہیں ہوسکتے۔ البتہ بمقتضائے حدیث اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی مقدس ہستی کے حق میں ایسے ناپاک کلمے بولنے والا ان شاء اللہ دنیا اور آخرت میں اپنے کلمے کا خود مصداق بنے گا۔ وما ذٰلك علی اللہ بعزیز۔

یہ وہ مسلماں ہیں! جنہیں دیکھ کے شرمائیں



آداب معاشرت (عیادت کے آداب)

آنحضرت ﷺ خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر اتم تھے۔آپ مخلوقِ خدا کی ہمدردی وشفقت میں مہرباں ماں سے بھی بڑھ کر شفیق تھے۔آپ نے مومنوں کو بیماروں کی عیادت کرنے کی خاص تاکید فرمائی اوراس کے آداب بھی سکھائے۔عیادت ایک مذہبی فریضہ ہے اور مذہبی حیثیت سے کھل کر اس کی ابتداء اس وقت ہوئی جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔بیماروں کی عیادت کرنے میں دوست، دشمن کسی کی تخصیص نہیں کرنی چاہئے۔حدیث میں آتا ہے۔کہ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی آل اولاد ہے۔پس خواہ انسان کا تعلق کسی بھی عقیدے کے ساتھ ہو ان کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی رکھنا مومن کا فرض ہے۔حضور اکرم ﷺ بلا تخصیص مذہب وملت بیماروں کی عیادت کرتے تھے۔خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور محبت کی خاطر بیمار کی عیادت کرنی چاہئے۔کیونکہ جب خدا تعالیٰ کے لئے کسی کی عیادت کی جائے تو خدا تعالیٰ اپنے اس بندے پر بہت خوش ہوتا اور اس کی جزاء خود بن جاتا۔

ایک مومن کا حق ہے کہ وہ عیادت کرے۔آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کا حکم دیا کہ وہ بیمار کی عیادت کریں۔(بخاری) عیادت صرف ایک بار ہی نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے بیمار کی تیمارداری اور مزاج پرسی کے لئے دوبارہ بھی جایا جائے۔صبح اور شام کے اوقات میں عیادت کرنے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔مریض کی عیادت کے لئے جب جایا جائے تو اس کے پاس بیٹھ کر اسے تسلی دی جائے۔اور محبت کے ساتھ اس سے گفتگو کی جائے اور اچھی باتوں کے ساتھ اس کا دل بہلایا جائے۔کیونکہ بیماری میں انسان بہت حساس ہو جاتا ہے۔اس کے جذبات بہت نازک ہوتے ہیں۔ایسی صورت میں اپنے ہمدرد، دوست کی تسلی وتشفی کے چند الفاظ بھی اس کی مرض اور تکلیف کی شدت کو کم کرنے کا موجب بن جاتے ہیں۔مریض کو یوں تسلی دی جائے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری پیدا نہیں کی جس کی دوا نہ ہو۔

(صحیح بخاری شریف جلد سوم مترجم اردو صفحہ 268)

مریض کی جب عیادت کی جائے تو اس کے ہاتھ اور اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دی جائے۔نبی کریم ﷺ اپنے بعض اہل کی عیادت کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ لگاتے۔(بخاری) مریض کی عیادت کے لئے جب جایا جائے تو اس کی صحت یابی کے لئے دعا بھی مانگی جائے۔آنحضرت ﷺ اپنے بعض اہل کی عیادت کرتے، اپنا دایاں ہاتھ لگاتے اور کہتے۔اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف دور کر اور تندرستی عطا کر، تو ہی شفا دینے والا ہے۔کوئی شفا نہیں مگر تیری شفا۔ایسی شفا جو بیماری نہ چھوڑے۔(بخاری ومسلم) مریض کی جب عیادت کی جائے تو اس کی توجہ دعا کی طرف بھی کروانی چاہئے کہ آنحضرت ﷺ بیمار کی عیادت کا بہت اچھی طرح خیال رکھتے تھے اور دعا کی طرف اسے متوجہ بھی فرماتے تھے۔مریض کو چاہئے کہ وہ بے صبری کے کلمات نہ کہے اور نہ ہی موت کی تمنا کرے۔اور زندگی سے مایوس نہ ہو۔مریض کی شفایابی کے لئے جہاں اس کی عیادت کے وقت دعا کی جانی چاہئے وہاں اس مریض کے لئے غائبانہ دعائیں بھی مانگنی چاہئیں کیونکہ خلوص دل سے مانگی جانے والی دعا اللہ تعالیٰ کے حضور قبولیت کا شرف حاصل کر لیتی ہے۔رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی دعا اتنی سرعت سے قبول نہیں ہوتی جتنی کہ غائبانہ دعا۔(ترمذی) عیادت کے وقت اپنے بیمار بھائی کو دم کرنا بھی جائز ہے لیکن دم اور درود کو پیشہ اور کمائی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے۔

بے ہوش آدمی کی بھی تیمارداری واجب ہے۔عورتوں کا مردوں کی عیادت کرنا جائز ہے۔مریض کے پاس اس کی طبیعت یا بیماری کے مطابق تحفہ پھل یا کھانا لے کر جانا بھی محبت ومودّت کے تعلق میں مزید اضافہ کرتا ہے۔آنحضرت ﷺ فرماتے تھے۔تم آپس میں تحفہ دیا کرو۔باہم محبت بڑھے گی۔مریض کے پاس جا کر زیادہ باتیں اور شور نہیں کرنا چاہئے اور اگر مریض کہے کہ پاس سے اٹھ کر آپ چلے جائیں تو بغیر بُرا منائے اُٹھ کر چلے جانا چاہئے۔



احمدیہ مسجد ناصر،سورینام



احمدیہ مسجد فضل عمر،فجی



مسجد فضل عمر،چنٹہ کنٹہ،انڈیا



مسجد بیت الباسط،سری لنکا